وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صحيح البخاري

مؤلّفه

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمه و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللّٰه شاه

تحقیق و تفحص

جلد یازدهم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

الحمد للہ الحمد للہ ثم الحمد للہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے صحیح بخاری ترجمہ و شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی گیارہویں جلد تکمیل پا کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔

یہ جلد تفسیر سورۂ مریم تا تفسیر سورۂ ص پر مشتمل ہے۔ گذشتہ جلد میں امام بخاری کی کتاب التفسیر کے اسلوب پر بیان ہو چکا ہے کہ امام بخاری سورۃ کے منتخب کلمات کی لغت اور بعض دیگر آیات و احادیث سے ان کے معانی بیان کرتے ہیں جن سے اس سورۃ کے مضامین کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ عام قاری کو سرسری طور پر شاید اُن رموز کی سمجھ نہ آئے اور وہ اپنی افتادِ طبع سے اس حصہ کو عدم دلچسپی کا موجب سمجھتے ہوئے اس سے اعراض کرے۔ حالانکہ یہ رموز وہ اکالید ہیں جن سے اس سورۃ کے مضامین کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مگر ہر شخص کا اپنا اپنا ذوق ہوتا ہے تاہم علم قرآن سے دلچسپی رکھنے والے اور قرآن کریم کے معارف کے متلاشی اِن نکات سے حظ اُٹھاتے ہیں اور اس کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر اپنے دامن کو اُن مخفی موتیوں سے بھر لیتے ہیں جو بطونِ قرآن کی تہوں میں پنہاں ہوتے ہیں۔ یہ دراصل قاری کو علمِ قرآن کی چاٹ لگانے اور شوق پیدا کرنے کی امام بخاری کی ایک نہایت حکیمانہ مساعی ہے۔ اللہ تعالیٰ امام الزماں علیہ السلام کے غلاموں کو قرآن کریم کی محبت، عظمت، برکات اور فیوض سے متمتع ہونے کی توفیق دے۔ کیونکہ آج آسمان پر وہی عزت پائیں گے جو قرآن کو عزت دیں گے اور قرآن کی عزت اور محبت دلوں میں پیدا کرنا اور اس کی روشنی کو بنی نوع انسان کے ہر طبقہ تک پہنچانا اور قرآن کا دِیا ہاتھ میں لے کر ظلمات میں بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ دکھانا یہی آج کا بڑا جہاد ہے جسے قرآن کریم نے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا○ (الفرقان: ۵۳) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

بخاری پر ہونے والا یہ کام کسی فرد واحد کی کاوش کا مرہون منت نہیں۔ بلکہ اس کے لئے امامِ وقت کی منظوری سے ایک ٹیم وقف ہے جس میں حدیث کے متخصصین، اُساتذہ و دیگر ماہرین کی محنت اور عرق ریزی شامل ہے۔ خ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

٦٥- کِتَابُ التَّفسِیۡر

﴿کٓھٰیٰعٓصٓ﴾ ۱

باب ۱: وَ اَنۡذِرۡهُمۡ یَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ .... اور انہیں روزِ حسرت سے خوف دلا ۱۰

باب ۲: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّكَ .... اور ہم نہیں اُترتے مگر تیرے ربّ کے حکم سے ۱۱

باب ۳: اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا .... کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا ۱۴

باب ٤: اَطَّلَعَ الۡغَیۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا .... کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا رحمٰن سے کوئی اقرار لے لیا ہے ۱۶

باب ۵: کَلَّا ؕ سَنَکۡتُبُ مَا یَقُوۡلُ .... ہرگز نہیں۔ ہم اس کے اس قول کو محفوظ رکھیں گے ۱۷

باب ٦: قَوۡلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ: وَ نَرِثُهٗ مَا یَقُوۡلُ .... اللہ عزوجل کا فرمانا: اور جس (چیز) پر وہ فخر کر رہا ہے اس کے ہم وارث ہو جائیں گے ۱۹

﴿طٰهٰ﴾ ۲۲

باب ۱: وَاصۡطَنَعۡتُكَ لِنَفۡسِیۡ .... میں نے تجھے تیار کرکے اپنی ذات کے لئے چُن لیا ہے ۳٦

باب ۲: وَلَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ .... اور ہم نے موسیٰؑ کو یہ بھی وحی کی تھی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے چل ۳۷

باب ۳: فَلَا یُخۡرِجَنَّکُمَا مِنَ الۡجَنَّةِ فَتَشۡقٰی .... وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تم مشقت جھیلو گے ۳۸

﴿سورة الأنبياء﴾ ۴۰

باب ۲: كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ .... اسی طرح جس طرح کہ ہم نے پہلی پیدائش شروع کی تھی ہم تمہیں دوبارہ پیدا کریں گے...... ۴۷

﴿سُوْرَةُ الْحَجِّ﴾ ۵۰

بَاب ۱: وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى .... اور تو دیکھے گا لوگوں کو کہ مدہوش ہیں............ ۵۴

بَاب ۲: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ .... اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت صرف بددِلی سے کرتے ہیں............ ۵۶

بَاب ۳: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِىْ رَبِّهِمْ .... یہ دو جھگڑنے والے فریق ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کے بارے میں جھگڑا کیا............ ۵۷

﴿سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن﴾ ۶۱

﴿سُوْرَةُ النور﴾ ۶۲

بَاب ۱: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ .... اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہیں سوائے اپنے آپ کے............ ۷۳

بَاب ۲: وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ .... اور پانچویں قسم یہ ہوگی کہ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر اگر وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو...... ۷۵

بَاب ۳: وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ .... اور اس عورت سے سزا کو یہ بات دُور کردے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار شہادت دے...... ۷۷

بَاب ۴: وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ .... پانچویں شہادت یہ ہوگی کہ اللہ کی لعنت اس (عورت) پر ہو اگر وہ شخص سچوں میں سے ہو...... ۷۹

بَاب ۵: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ .... جن لوگوں نے بہتان طرازی کا ارتکاب کیا ہے وہ تم میں سے ایک ٹولی ہے............ ۸۰

بَاب ۶: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا .... اور کیوں نہیں تم نے کہا جب تم نے یہ بات سنی تھی ہمیں زیبا نہیں کہ ہم اس کے متعلق کوئی بات کہیں............ ۸۱

بَاب۷: وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَ رَحۡمَتُهٗ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ	اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت دنیا و آخرت میں تم پر نہ ہوتی	۹۴
بَاب۸: اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ	تم آپس میں ایک دوسرے کی زبان سے یہ جھوٹ سن کر قبول کرتے اور آگے پہنچاتے تھے ...	۹۵
بَاب: وَ لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا	جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات کے متعلق کوئی گفتگو کریں	۹۶
بَاب۹: يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا	اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات کی طرف عود (نہ) کرو	۹۸
بَاب۱۰: وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ	اور اللہ تمہارے لئے ان آیات کو کھول کر بیان کرتا ہے	۹۹
بَاب۱۱: اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ	وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی باتیں مومنوں میں پھیلیں اُن کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہوگا	۱۰۰
بَاب۱۲: وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ	اور چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں	۱۰۸
﴿سُوۡرَةُ الۡفُرۡقَان﴾		۱۱۰
بَاب۱: اَلَّذِيۡنَ يُحۡشَرُوۡنَ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ اِلٰى جَهَنَّمَ	وہ لوگ جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے	۱۱۷
بَاب۲: وَالَّذِيۡنَ لَا يَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ	اور وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے	۱۱۸
بَاب۳: يُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	قیامت کے دن اس کے لیے عذاب زیادہ کیا جائے گا	۱۲۱
بَاب۴: اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا	مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور ایمان کے مطابق نیک عمل کئے	۱۲۳

باب ۵: فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا .... عنقریب یہ ہلاکت کا موجب ہو گا ۱۲۴

﴿سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ﴾ ۱۲۷

باب ۱: وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ .... مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں ۱۳۰

باب ۲: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ .... اور تو (سب سے پہلے) اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا ۱۳۵

﴿سُوْرَةُ النَّمْلِ﴾ ۱۳۸

﴿سُوْرَةُ الْقَصَصِ﴾ ۱۴۸

باب ۱: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ .... تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو چاہے ۱۴۹

باب ۲: اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ .... یقیناً وہ ذات جس نے قرآن تم پر فرض کیا ہے ۱۵۹

﴿سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ﴾ ۱۶۱

﴿سُوْرَةُ الرُّوْمِ﴾ ۱۶۳

باب: لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ .... اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ۱۶۸

﴿سُوْرَةُ لُقْمَانَ﴾ ۱۷۱

باب ۱: لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ .... اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے ۱۷۱

باب ۲: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ .... اللہ ہی کو اس گھڑی کا علم ہے ۱۷۲

﴿سُوْرَةُ السَّجْدَةِ﴾ ۱۷۵

باب ۱: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ .... کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے ۱۷۶

﴿سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ﴾ ۱۷۹

باب ۱: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ .... نبی مومنوں سے زیادہ قریب ہے بنسبت ان کی اپنی جانوں کے ۱۸۰

بَاب ۲: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	تم اُن کو اُن کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہی بات اللہ کے نزدیک درست ہے	۱۸۳
بَاب ۳: فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ	اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دیا	۱۸۴
بَاب ۴: قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ	اپنی بیویوں سے کہہ کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیاوی سامان دے دوں	۱۸۶
بَاب ۵: وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ	اور اگر تم اللہ اور اس کا رسول اور دار آخرت چاہتی ہو	۱۸۸
بَاب ۶: وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ	اور تو اپنے دل میں وہ (اندیشے) چھپائے ہوئے تھا جنہیں اللہ ظاہر کرنے والا تھا	۱۹۱
بَاب ۷: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ	ان (بیویوں) میں سے جسے تو چاہے مہلت دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھے	۱۹۴
بَاب ۸: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ	نبی کے گھروں میں مت جاؤ بجز اس کے کہ کھانے کے لئے اندر آنے کی تمہیں اجازت دی جائے	۱۹۸
بَاب ۹: اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ	اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ	۲۰۶
بَاب ۱۰: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ	اللہ نبی (ﷺ) کو رحمت سے نوازتا ہے اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں	۲۰۸
بَاب ۱۱: لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى	ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو ستایا...	۲۱۰
	﴿سُوْرَةُ سَبَاٍ﴾	۲۱۲
بَاب ۱: حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ	جب اُن کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جائے گی...	۲۱۷
بَاب ۲: اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ	وہ تو صرف خطرے سے آگاہ کرنے والا ہے	۲۱۹

﴿سُوْرَةُ الْمَلَائِكَةِ﴾ ۲۲۱

﴿سُوْرَةُ يٰسٓ﴾ ۲۲۳

باب ۱: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا .... اور آفتاب اپنے جائے قرار کی طرف چلا جا رہا ہے ۲۲۷

﴿سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ﴾ ۲۳۳

باب ۱: وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ .... اور یُونس یقیناً مرسلوں میں سے تھا ۲۳۸

﴿سُوْرَةُ صٓ﴾ ۲۴۱

باب ۱: ۲۴۱

بَاب ۲: وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ .... مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو ۲۴۵

بَاب ۳: وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ .... اور میں بناوٹ کرنے والوں سے نہیں ۲۴۵

کتابیات ۲۴۸

۱۹- کٓھٰیٰعٓصٓ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَبْصِرْ بِهِمْ وَأَسْمِعْ [1] اللهُ يَقُولُهُ وَهُمُ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُونَ وَلَا يُبْصِرُونَ، فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (مریم:۳۹) يَعْنِي قَوْلَهُ: اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ (مریم:۳۹) الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ. لَاَرْجُمَنَّكَ (مریم:۴۷) لَأَشْتِمَنَّكَ. وَ رِءْيًا (مریم:۷۵) مَنْظَرًا {[2] وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُونُهْيَةٍ حَتَّى قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (مریم:۱۹)} وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا (مریم:۸۴) تُزْعِجُهُمْ إِلَى الْمَعَاصِي إِزْعَاجًا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِدًّا (مریم:۹۰) عِوَجًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا (مریم:۸۷) عِطَاشًا. اَثَاثًا (مریم:۷۵) مَالًا. إِدًّا (مریم:۹۰) قَوْلًا عَظِيمًا. رِكْزًا (مریم:۹۹) صَوْتًا. غَيًّا (مریم:۶۰) خُسْرَانًا. بُكِيًّا (مریم:۵۹) جَمَاعَةُ بَاكٍ. صِلِيًّا (مریم:۷۱) صَلِيَ يَصْلَى. نَدِيًّا (مریم:۷۴) وَالنَّادِي

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ آج نہیں سنتے اور نہ دیکھتے ہیں، فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کے معنی ہیں کہ وہ کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اس قول اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ کے معنی یہ ہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ کفار خوب سنیں گے اور دیکھیں گے۔ لَاَرْجُمَنَّكَ سے مراد ہے کہ میں تجھے برا بھلا کہوں گا۔ اور لفظ رِءْيًا کے معنی ہیں: دیکھنے میں۔ اور ابووائل نے کہا کہ حضرت مریمؑ کو علم تھا کہ متقی (بدی کے ارتکاب سے) رکتا ہے اس لئے اُنہوں نے کہا: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ اور ابن عیینہ نے کہا: تَؤُزُّهُمْ اَزًّا کے معنی ہیں کہ اُنہیں معصیت پر اُکساتے ہیں۔ اور مجاہد نے کہا: اِدًّا کے معنی ہیں ٹیڑھا، (یعنی بہت ہی ٹیڑھی بات) حضرت ابن عباسؓ نے کہا: وِرْدًا کے معنی ہیں: پیاسے، اَثَاثًا کے معنی مال و دولت کے ہیں۔ اِدًّا کے معنی ہیں بہت بڑا بول۔ رِكْزًا کے معنی ہیں آواز (بھنک اور آہٹ) غَيًّا کے معنی ہیں گھاٹا۔ بُكِيًّا، بَاكٍ کی جمع ہے (یعنی رونے والے) صِلِيًّا: صَلِيَ يَصْلَى سے ہے

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۵۴۲)

[2] الفاظ وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ ... فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۵۴۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَاحِدٌ مَجْلِسًا. {وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَلْيَمْدُدْ (مریم:۷٦) فَلْيَدَعْهُ[1]}

(یعنی آگ میں پڑنا) نَدِيًّا اور النَّادِي کے ایک ہی معنی ہیں یعنی مجلس۔ اور مجاہد نے کہا: فَلْيَمْدُدْ کے معنی ہیں وہ ضرور اُسے چھوڑے رکھتا ہے۔

تشریح: کٓھٰیٰعٓصٓ: حروف مقطعات ہیں جن کے بارے میں بالاتفاق مسلم ہے کہ ان میں سے ہر حرف کسی نہ کسی بامعنی لفظ کا قائم مقام ہے۔ جیسے کہ حضرت ابن عباسؓ نے الٓمّٓ کو اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ کا مخفف بتایا ہے اور حضرت ابن مسعودؓ نے بھی ان سے اتفاق کیا ہے۔[2] امام اثیر الدین ابوحیان اور ابن جریر طبری وغیرہ مفسرین نے بھی حروف مقطعات کے اس طریق پر عربوں میں استعمال کیے جانے کا ذکر کیا ہے اور کچھ مثالیں بھی دی ہیں۔ جن میں سے یہ دو شعر مشہور ہیں۔ ایک شعر کا پہلا مصرع یہ ہے: قُلْتُ لَهَا قِفِي فَقَالَتْ قَافْ حرف قَافْ جو مصرع کے آخر میں ہے وَقَفْتُ کا قائم مقام ہے اور پورا جملہ یہ ہے۔ اَنَا وَقَفْتُ یعنی میں ٹھہر گئی۔ دوسری مثال یہ ہے:

بِالْخَيْرِ خَيْرَاتٌ وَإِنْ شَرٌّ فَا وَلَا أُرِيدُ الشَّرَّ إِلَّا أَنْ تَا

(جامع البیان للطبری، سورۃ البقرۃ، القول فی تأویل قولہ تعالیٰ الٓمّٓ، جزء اوّل صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷)
(البحر المحیط فی التفسیر لأبی حیان، سورۃ البقرۃ، آیت الٓمّٓ، جزء اوّل صفحہ ٦۰)

پہلے مصرع کا آخری حرف فَا، فَشَرٌّ کی جگہ ہے اور دوسرا حرف تَا، تَشَاءُ کی جگہ پر ہے اور اس شعر کے یہ معنی ہیں کہ بھلائی اختیار کرنے کے بدلے میں کئی بھلائیاں ملتی ہیں۔ اگر تم شر اختیار کرو گے تو اس کا بدلہ شر ہوگا اور میں شر کا ارادہ نہیں رکھتا سوا اِس کے کہ تم چاہو۔

غرض اس بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ امر سب کو تسلیم ہے۔ البتہ بعض مفسرین نے حروف مقطعات کو حروف جمل (ابجد، ھوّز، حُطّی... الخ) پر محمول کرکے کئی تاویلیں کی ہیں جو اکثر قیاسی ہیں اور واقعات سے کم تعلق رکھتی ہیں ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اور حروفِ مقطعات کی جو صورت ہے وہ اب دوسری زبانوں میں بھی عام شائع اور رائج ہے بلکہ آجکل تو اس کا رواج بہت ہو چکا ہے۔ جیسے N.W.R North Western Railway کا مخفف ہے اور دکانوں پر اور سرکاری وغیر سرکاری دفاتر میں جگہ جگہ سائن بورڈ دیکھے جاسکتے ہیں جن پر حروفِ مقطعات میں ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔

حروفِ مقطعات کے طریق پر ہی کھیعص حروف کو اسمائے الٰہیہ پر محمول کیا گیا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ حروف کریم، ہادی، حکیم وعزیز وعلیم اور صادق کا مخفف ہے۔ یہ قول حاکم نے بسند عطاء بن سائب، سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے اور انہی سے ایک اور روایت میں حرفِ یاء کو یمین اور کاف کو کبیر کا مخفف بتایا گیا ہے

---

[1] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۵۴۲)
[2] (تفسیر الماوردی، سورۃ البقرۃ، آیت الٓمّٓ جزء اول صفحہ ٦۴)

طبری نے علی بن ابی طلحہ کے واسطہ سے حضرت ابنِ عباسؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ کھیعص بطور قسم کے ہیں جس سے اللہ نے اس سورۃ کا آغاز کیا ہے اور اس قسم سے یہ بتایا گیا ہے کہ سورۃ مریم میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کھیعص اسمِ الٰہی ہے لیکن ہمیں کھول کر نہیں بتایا گیا کہ اگر یہ ایک اسم ہے تو اس کے کیا معنی؟ عبد الرزاق نے بسند معمر قتادہ سے یہ بات نقل کی ہے کہ کھیعص اسمائے قرآن میں سے ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۲) (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۵۰) مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت زیادہ مستند اور معقول ہے کہ یہ حروف اسمائے الٰہیہ کے لیے بطور مقطعات کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کوئی مستند مرفوع روایت مروی نہیں اور امام بخاری نے ان روایتوں کو نظر انداز کیا ہے ورنہ وہ ضرور اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے جیسا کہ اس سورۃ کے آغاز میں ان کا ایک اور قول نقل کیا ہے جس کا ذکر ابھی آئے گا۔

اگر سورۃ الکہف اور سورۃ مریم کا مضمون مدنظر رکھا جائے تو ہمیں دونوں سورتوں کے معنوی تقابل سے حروف کٓھٰیٰعٓصٓ کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ سورۃ الکہف کا مضمون انذاری ہے جس کا تعلق عیسائیت، اس کے فتنے اور تباہی سے ہے اور سورۃ مریم کا مضمون تبشیری ہے جیسا کہ فرمایا: ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (مریم:۳) یہ تیرے ربّ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو (مایوس کن حالت پیر فرتوتی اور بانجھ پن میں) زکریاؑ پر ہوئی۔ یعنی انہیں یحییٰؑ جیسا بیٹا آخری عمر میں عطا ہوا اور حضرت مریم علیہا السلام کو خارق عادت طور پر بغیر مس بشر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا کیا گیا۔ ان دونوں نے بنی اسرائیل میں احیاء و تجدید کا کام کیا۔ یہ ذکر بطور قصہ کہانی نہیں بلکہ غیب کی خبر ہے جو بطور پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفرقان:۶،۷) اور کافروں نے کہا یہ پہلوں کے قصے ہیں جو اس نے لکھوائے ہیں اور وہ صبح و شام اس کے سامنے پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ تو اُن سے کہہ دے کہ یہ اس ذات نے اُتارا جو زمین و آسمان کے رازوں کو جانتا ہے۔ یقیناً وہ غفور و رحیم ہے۔ (یعنی قصوروں پر بہت پردہ پوشی کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔)

قرآن مجید کے اس واضح بیان کے پیشِ نظر آیت ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (مریم:۳) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ مریم میں بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ بھی ویسے ہی سلوک فرمائے گا جیسا کہ حضرت زکریا اور حضرت مریم علیہما السلام کے ساتھ فرمایا۔ یعنی تجدید دین اور احیاء ملتِ اسلامیہ کے لیے عند الضرورت ان جیسے لوگ مبعوث کرے گا اور احادیث میں فتنۂ دجال اور کسرِ صلیب کی پیشگوئی اتنی مشہور ہے کہ مجھے اس کی تفاصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کتاب احادیث الأنبیاء میں اس کا ذکر کسی قدر گزر چکا ہے۔ یہاں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر سورۃ الکہف اور سورۃ مریم کے مضمون انذار و تبشیر کو مدِ نظر رکھا جائے تو حروف مقطعات کٓھٰیٰعٓصٓ کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں۔ حرف کاف سے مراد كَذٰلِكَ ہے جو حروف مقطعات قرآنیہ میں پہلے شامل نہیں ہے۔ ھا سے اللہ تعالیٰ کی صفت وَهَّاب مراد ہے اور ک، ھا اس جملے کا قائم مقام ہے كَذٰلِكَ الْوَهَّابُ یعنی اسی

طرح وہّاب۔ لفظ وَھَّاب صفات الٰہیہ میں سے ایک مشہور صفت ہے جس کے معنی ہیں بہت داد و دہش کرنے والا۔ چنانچہ اس صفت وہابیت کا ذکر سورۃ مریم کے شروع ہی میں بالتکرار آیا ہے۔ حضرت زکریاؑ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور کہتے ہیں: فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۝ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ۝ (مریم:۶،۷) سو مجھے اپنے فضل سے اپنے حضور سے ایک ایسا مددگار وارث عطا کر جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو اور اے میرے ربّ اسے پسندیدہ وجود بنائیو۔ اور حضرت مریمؑ سے فرشتہ کہتا ہے میں تیرے ربّ کا فرستادہ ہوں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک بیٹا عطا کروں۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ۝ (مریم: ۲۰) اس نے کہا: میں تو صرف تیرے ربّ کا فرستادہ ہوں (جو اس پیغام کے ساتھ بھیجا گیا ہوں) تا تجھے ایک لڑکا عطا کروں جو پاکیزہ صفات ہو گا۔

غرض ان آیات میں دونوں کے لیے صفت وہابیت ہی کا ذکر ہے۔ اس لئے اس مخصوص سیاق کلام سے معین طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ ھا سے اسم وَھَّاب زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ک، ھا کَذٰلِکَ الْوَھَّاب یہ فقرہ بطور مبتدا ہے جو از روئے قواعد عربیہ خبر چاہتا ہے اور جملہ اسمیہ کی خبر اسم بھی ہو سکتی ہے اور فعل بھی۔ اس لئے حرف یا کو یَبْعَثُ کا قائم مقام سمجھنا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ ان آیات میں بعثت کی بشارت دی گئی ہے اور پورا جملہ اسمیہ یہ ہے: کَذٰلِکَ الْوَھَّاب یَبْعَثُ لَکَ۔ اس طرح خدائے وَھَّاب تیرے لئے بھی مبعوث فرمائے گا۔

ع اور ص کا بدل معلوم کرنا آسان ہے۔ یہ قائم مقام ہے وَعْدُ الصِّدْقِ الَّذِیْ تُوْعَدُ کا یعنی یہ سچا وعدہ ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا ہے یا یہ بدل ہے وَعْدًا صَادِقًا کا۔ مفہوماً دونوں جملے ایک ہی ہیں۔ سورۃ مریم میں یقیناً اسی عظیم الشان وعدے کا ذکر ہے جس کا تعلق مسیح موعودؑ کی بعثت اور کسر صلیب کی پیشگوئی سے ہے اور احیاء اُمتِ محمدیہ اور تجدیدِ دینِ اسلام کی اِسی بشارت کی نسبت فرماتا ہے: اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ۝ (مریم:۶۲) کہ اس کا یہ وعدہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ سورۃ مریم کی آخری آیات سے روز روشن کی طرح آشکار ہے کہ اس سورۃ کا تعلق ایک بہت بڑی بشارت سے ہے جو متقیوں کو دی گئی اور مسیحی اقوام کی ہلاکت سے ہے۔ چنانچہ اسی سورۃ میں فرماتا ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ (مریم: ۹۱، ۹۲) یعنی قریب ہے کہ آسمان اس بات پر پھٹ کر گر جائے اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر آگریں جو انہوں نے رحمٰن کا ایک بیٹا قرار دیا ہے۔ بحالیکہ رحمٰن کی شان کے خلاف ہے کہ کوئی بیٹا اختیار کرے۔ مذکورہ بالا آیات سے بشارت و انذار سے متعلق وعدہ کسر صلیب کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وعدہ حتمی اور اٹل ہے۔ اس لئے سیاق کلام کے عین مناسب ہے کہ اگر ع ،ص کو وعدۂ صادق کا مخفف سمجھا جائے اور ہماری یہ تاویل حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کے قیاس کے منافی نہیں بلکہ اس کے مطابق ہے۔ کیونکہ وَھَّاب اور صَادِق صفاتِ الٰہیہ میں سے ایسی دو صفتیں ہیں جو اس کی صفاتِ کرم، علم و حکمت اور اس کے بصیر ہونے کو شامل رکھتی ہیں۔

امام بخاریؒ نے ان حروف کو بلا شرح چھوڑ کر ہمارے لئے قیاسِ صحیح کی گنجائش رکھی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

حضرت ابن عباسؓ کی طرف جو روایتیں اس بارہ میں منسوب کی گئی ہیں وہ بلحاظِ سند اعلیٰ پائے کی نہیں ورنہ امام بخاریؒ ضرور اُن کا ذکر فرماتے جیسا کہ اس سورۃ کے ابتداء ہی میں حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول کا حوالہ دیا ہے جو اُن کے نزدیک مستند ہے اور یہ حوالہ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ سے متعلق ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ (مریم: ۳۹) اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ آج نہیں سنتے اور نہ دیکھتے ہیں، فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (مریم: ۳۹) ایک کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ کفار خوب سنیں گے اور دیکھیں گے۔ ان کے یہ الفاظ ہیں: الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ۔ مذکورہ بالا آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذابِ الٰہی کی شدت سے ان کی شنوائی اور بینائی درست ہو جائے گی اور وہ محسوس کرنے لگیں گے کہ وہ کس قسم کی گمراہی میں ہیں۔ اس آیت میں جس مشہدِ عظیم کی پیشگوئی ہے وہ اسی زمین پر بپا ہونے والی ہے اور یہ مشہدِ عظیم وہ آتش خیز ہنگامہ ہے جس کی تیاری آج بڑے شد و مد سے ہو رہی ہے: وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَ مَنْ عَلَيْهَا وَ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ○ (مریم: ۴۰، ۴۱) اور ان کو اس دن سے خوف دلا جو حسرت کا دن ہے۔ جب بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اب تو یہ لوگ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ یقیناً ہم ہی اس زمین کے وارث ہوں گے اور ان لوگوں کے بھی جو اس زمین پر بستے ہیں اور ہماری طرف ہی ان کا رجوع ہو گا۔ ان آیات میں الفاظ اَسْمِعْ وَ اَبْصِرْ (مریم: ۳۹) وَ يُرْجَعُوْنَ (مریم: ۴۱) میں ان کے ہدایت پانے کی پیشگوئی مضمر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا مذکورہ بالا قول ابن ابی حاتم نے بسند ابن جریج (عَنْ عَطَاء) موصولاً نقل کیا ہے۔ عبد الرزاق نے قتادہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ان کی شنوائی اور بینائی کو روزِ قیامت سے وابستہ کیا ہے۔ یعنی اس دن ان کا سننا اور دیکھنا انہیں نفع نہ دے گا۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۲) (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۵۰) امام بخاریؒ نے یہ روایت قبول نہیں کی اور حضرت ابن عباسؓ کا پہلا قول قبول کیا ہے یعنی الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ دجالی اقوام کی تباہی کا جو عظیم الشان ہنگامہ برپا ہونے والا ہے اس کا تعلق اس زمین سے ہے اور اس کی غرض و غایت دراصل اصلاح ہے محض تباہی نہیں۔ خالق اپنی مخلوق پر ماں باپ سے بھی بڑھ کر شفیق و مہربان ہے۔ چنانچہ محولہ بالا آیات کے آخر میں فقرہ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ اسی اصلاح پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مجبوراً رجوع کریں گے۔ اس تعلق میں یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک ناموں میں سے الْمَاحِيْ نام بھی ہے جس میں یہ پیشگوئی مضمر ہے کہ آپؐ کے ذریعہ سے کفر مٹایا جائے گا اور حَاشِر بھی ہے یعنی تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا[1] اس محشر کا زمانہ بھی ہے جو دوسرے الفاظ میں مشہدِ عظیم کے نام سے موسوم ہے۔

لَاَرْجُمَنَّكَ کے معنی ہیں لَأَشْتُمَنَّكَ یعنی میں تجھے برا بھلا کہوں گا۔ یہ معنی ابن ابی حاتم ہی سے مذکورہ بالا سند کے ذریعے نقل کئے گئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے الرَّجْمُ بمعنی الْكَلَامُ بھی مروی ہیں (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۲) اور اسی طرح اس لفظ کے معنی لَأَضْرِبَنَّكَ بھی نقل کئے گئے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۵۰) پوری آیت یہ ہے:

[1] (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ روایت نمبر ۳۵۳۲)

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ○ (مریم: ٤٧) (ابراہیم کے باپ نے) کہا: اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے متنفر ہے؟ اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کروں گا اور (بہتر ہے) تو کچھ دیر کے لئے میری نظروں سے اوجھل ہو جا، (تاغصے میں مَیں کچھ کر نہ بیٹھوں۔)

رَجْم کے معنی سنگساری بھی ہیں جو ایک مرتد کی سزا تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ پدری محبت کی وجہ سے ان سے مطالبہ کیا کہ اس کی نظر سے کچھ دیر کے لئے چلے جائیں مبادا اُن کے خلاف باپ کو سخت کارروائی کرنی پڑے۔ توحید کا وعظ مشرکین کو سخت اشتعال دلانے والا تھا اس لئے لَاَرْجُمَنَّكَ کی شرح میں زبان کی سختی پر اکتفا کرنا موقع و محل کے مناسب نہیں۔ لفظ رَجْم کے جو بھی سخت سے سخت معانی ہیں وہ سب ہی مراد ہیں جن میں سخت کلامی بھی شامل ہے اور سنگساری بھی۔ مشرک اور مخالف لوگ انبیاء کے خلاف ہر نوع کی سختی کرتے ہیں۔

رِءْيًا کے معنی ہیں مَنْظَرًا یعنی دیکھنے میں۔ فرماتا ہے: وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا ○ (مریم:٧٥) اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگوں کو ہلاک کیا ہے جو بلحاظ سازو سامان اور ظاہری شان و شوکتِ نمائش ان لوگوں سے بہت اچھے تھے۔ اس سے پہلی آیت میں کفار کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ مومنوں سے مقام و درجہ اور سوسائٹی ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔ سورۃ مریم آیت نمبر ٧٥ میں اُن کے اِس فخر اور گھمنڈ کا جواب دیا گیا ہے یہ سازو سامان اور شان و شوکت ان کو موعودہ ہلاکت سے نہیں بچائے گی۔ رِءْيًا بمعنی منظر اور اَثَاثًا بمعنی سازو سامان حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں جو ابن ابی حاتم نے ابوظبیان کی سند سے نقل کیے ہیں اور حسن بصری کی سند سے الصُّوَر مروی ہیں یعنی صورت و شکل میں۔ ابو قتادہ سے بھی یہی مفہوم مروی ہے۔ (فتح الباری جزء ٨ صفحہ ٥٤٢)

وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ ...: ابووائل نے کہا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو علم ہو گیا تھا کہ متقی بدی کے ارتکاب سے رکتا ہے اس لئے انہوں نے کہا: اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ○ (مریم:١٩) یعنی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو متقی ہے۔ ابووائل کا یہ قول کتاب احادیث الأنبیاء میں گزر چکا ہے۔
(صحیح البخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، باب ٤٨)

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا: اور ابنِ عیینہ نے کہا تَؤُزُّهُمْ اَزًّا سے مراد ہے تُزْعِجُهُمْ إِلَى الْمَعَاصِي إِزْعَاجًا یعنی اُنہیں معصیت پر اکساتے ہیں۔ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ○ (مریم: ٨٤) کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم نے شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے کہ وہ کافروں کو اکساتے رہیں۔ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ○ (مریم: ٨٥) سو اُن کے خلاف جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا۔ صرف یہ ڈھیل جو اُنہیں دی گئی ہے اس سے ہم ان کے لیے بہت بڑی تیاری کر رہے ہیں۔ اس آیت میں تَؤُزُّهُمْ اَزًّا جو آیا ہے اس سے سفیان ثوریؒ نے اِغْرَاء مراد لیا ہے یعنی جذبات کو بھڑکانا اور سُدی نے تَطْغِيهِمْ طُغْيَانًا مراد لیا ہے یعنی حدود سے نکالنا۔ لیکن سفیان بن عیینہ نے اپنی تفسیر میں اِزْعَاجًا ہی نقل کیے ہیں اور عبدالرزاق کے نزدیک بھی یہی معنی ہیں (فتح الباری جزء ٨ صفحہ ٥٤٣) عیسائی قوموں نے جن وسائل معصیت اور بے راہ روی کو رواج دیا ہے وہ مع نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ فحش لٹریچر کی اشاعت، سینماؤں کی تصویریں، تماشہ بینی کے مختلف وسائل اور برہنہ و نیم برہنہ

رقص و سرود سے جس طرح اخلاق و عقائد بگڑے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ علاوہ ازیں ان کے ذریعے ایک دوسرے کے خلاف جو جنگ کی آگ بھڑکائی جارہی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ الفاظ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا سے ہر قسم کی انگیخت اور اشتعال مراد ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ اِدًّا عِوَجًا: اور مجاہد نے کہا: اِدًّا کے معنی ہیں ٹیڑھا۔ اور لغت میں الإِدُّ کے معنی ہیں الْأَمْرُ الْفَظِيْعُ (اقرب الموارد - إِدّ) یعنی نہایت دہشتناک بات۔ اس کی جمع إِدَادٌ اور إِدَدٌ ہے۔ لغت کے متعارف معنی ہی سیاق کلام کے مناسب ہیں۔ خود امام بخاریؒ نے بھی چند سطروں کے بعد اِدًّا کے معنی قَوْلًا عَظِيمًا کئے ہیں یعنی بہت بڑا بول۔ فرماتا ہے: لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ○ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ○ (مریم: ۸۸ تا ۹۰) اس دن وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھیں گے سوائے اس شخص کے جس نے رحمٰن کے پاس سے عہد لے لیا ہو اور اُنہوں نے کہا کہ رحمٰن نے ایک بیٹا بنالیا ہے۔ یقیناً تم ایک بہت ہی بڑی بات کہتے ہو اور وہ اتنی سخت اور گراں ہے کہ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَ مَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ○ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم: ۹۱ تا ۹۴) یعنی اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔ اس لئے کہ انہوں نے رحمٰن کا ایک بیٹا پکارا ہے اور رحمٰن کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ کوئی بیٹا بنائے آسمانوں اور زمین میں ہر شے رحمٰن کے حضور غلام ہو کر آئے گی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وِرْدًا عِطَاشًا: حضرت ابنِ عباسؓ نے کہا وِرْدًا کے معنی ہیں پیاسے۔ فرماتا ہے: وَ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ (مریم: ۸۷) یعنی اور ہم مجرموں کو ہانک کر جہنم میں پہنچائیں گے جس میں وہ پیاسے ہوں گے۔ لفظ وِرْدًا کی شرح کتاب بدء الخلق باب صِفَةُ النَّارِ وَاَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ میں بھی گزر چکی ہے۔

اَثَاثًا کے معنی ہیں مال و دولت۔ اس تعلق میں آیت مع ترجمہ ابھی گزر چکی ہے۔ جہاں اس کے معنی ساز و سامان بتائے جاچکے ہیں۔ آیت اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْيًا (مریم: ۷۵) کے ایک دوسرے معنی قتادہؒ سے أَكْثَرُ اَمْوَالًا وَأَحْسَنُ صُوَرًا مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۳) یعنی عیسائی لوگ مال و دولت میں دوسروں سے بڑھ کر ہیں اور اپنی ظاہری صورت و شکل اور لباس و وضع قطع میں بھی دوسروں سے زیادہ جاذب نظر ہیں۔

ابو رزین سے رِءْيًا کے معنی ثِيَابًا مروی ہیں اور ثعلبی نے لفظ رِءْيًا کی قراءت زِءْيًا بھی بیان کی ہے جس کے معنی ہیں هَيْئَةً (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۲) (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۵۰) اس لئے دونوں روایتوں کے پیش نظر آیت کے معنی شکل و شباہت، وضع قطع اور لباس کی خوبصورتی کئے گئے ہیں اور واقعات اس شرح کی تصدیق کرتے ہیں۔

رِكْزًا صَوْتًا: اس سے مراد ہے آواز، بھنک اور آہٹ۔ فرماتا ہے: وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ○ (مریم: ۹۹) یعنی اور ان سے پہلے کتنی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا، کیا تو اُن میں سے کسی کی آہٹ بھی محسوس کرتا ہے یا اُن کی بھنک سنتا ہے۔ عیسائی قوم کی ہلاکت سے متعلق یہ واضح انذار

ہے جس کا اعلان ہمارے زمانے کے امام ربانی نے موجودہ واقعات کے رونما ہونے سے بہت پہلے کھلے الفاظ میں نہ ایک دفعہ بلکہ بار بار فرمایا:

”دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۶۶۵)

اور فرمایا کہ

”ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں۔ سو راستباز بنو! اور تقویٰ اختیار کرو! تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اس دن کے ڈر سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے۔“

”خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی آفتیں زمین پر اتریں گی۔ کچھ تو ان میں سے میری زندگی میں ظہور میں آجائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔“

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۳، ۳۰۴)

ہلاکت آفرینی کے جو تباہ کن سامان عیسائی قوموں کے ہاتھوں سے ہی تیار ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ ان کی ہولناکی اور ہلاکت آفرینی کا تصور ناممکن ہے۔ اس میں آیت تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ [1] (مریم:۹۱) کی پیشگوئی عنقریب پوری ہونے والی ہے اور جو اِس وقت تک پوری ہوئی ہے وہ صرف بطور ایک لقمہ کے ہے۔

غَيًّا خُسْرَانًا: غَيٌّ کے معنی گھاٹے کے ہیں۔ علامہ طبریؒ نے یہ معنی بسند علی بن ابی طلحہ حضرت ابنِ عباسؓ سے نقل کیے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۳) حضرت ابن مسعودؓ نے لفظ غَيًّا سے متعلق کہا ہے کہ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت ہی گہری ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۳) امام بخاریؒ نے یہ روایت قبول نہیں کی اور حضرت ابن عباسؓ والی روایت جس میں غَيٌّ کے معنی خُسْرَانٌ بتائے گئے ہیں قبول کی ہے۔ فرماتا ہے: فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (مریم:۶۰) یعنی پھر اُن کے بعد ایک ایسی نسل جانشین ہوئی جنہوں نے نماز ضائع کر دی اور جو نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔ پس وہ عنقریب اپنی گمراہی کا بدلہ بہت بڑے گھاٹے کی صورت میں پائیں گے۔ اس سے پہلے منعم علیہ گروہ کا ذکر ہے فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں۔“

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ○ (مریم:۵۹) نبیوں میں سے یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے آدمؑ کی ذریت سے اور اُن کی ذریت سے جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی ذریت سے اور اُن لوگوں میں سے جنہیں ہم نے اب ہدایت دی اور اُنہیں چن لیا ہے جن پر رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ سربسجود روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔ اس آیت میں بُكِيًّا جمع باک ہے یعنی روتے ہوئے۔ اس آیت کا آخری حصہ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا کا تعلق اُمتِ محمدیہ سے ہے اور اس آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخصوص منعم علیہ کا گروہ اُمت محمدیہ میں بھی پیدا ہوتا رہے گا۔ جیسا کہ کتاب المناقب باب ۲۵ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الْإِسْلَامِ کی شرح میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ آیت مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا کی یہ تاویل قیاسی نہیں بلکہ خود قرآن مجید میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمت کے بارے میں بایں الفاظ صراحت فرمائی ہے: وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج:۷۹) یعنی اور لقائے الٰہی کے لیے پوری کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں چن لیا ہے اور دین کے بارے میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ اپنے باپ ابراہیم کا طریق اختیار کرو۔ اس نے تمہارا نام مسلم (فرمانبردار) رکھا ہے۔ سو اس آیت سے واضح ہے کہ ملت اسلامیہ آئندہ کے لئے الٰہی منتخب شدہ جماعت قرار دی گئی ہے اور اس جماعت کا ذکر اور ان کی حالت خشیت اور خشوع و خضوع کا ذکر سورۃ مریم کی مندرجہ بالا آیت میں کیا گیا ہے اور اُن سے انعام نبوت کا وعدہ ہے۔

صِلِيًّا: صَلِيَ يَصْلَى سے ہے یعنی آگ میں پڑنا۔ عَلِمَ يَعْلَمُ عِلْمًا کے وزن پر۔ جیسے لَقِيَ يَلْقَى لَقِيًّا۔ صِلِيًّا کے معنی ہیں آگ میں پڑنا اور جلنا (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۵۱) امام ابن حجر نے اسے باب فعول قرار دیا ہے۔ حرف واؤ، یاء سے تبدیل ہو کر دوسری یاء میں مدغم ہوگئی ہے۔ یہ قول ابوعبیدہ کا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۳) پوری آیت یہ ہے: ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ○ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ○ (مریم: ۷۱، ۷۲) پھر ہم خوب جانتے ہیں کہ ان میں سے کون اس جہنم میں پڑنے کا زیادہ مستحق ہے اور تم میں سے ہر شخص اس میں جانے والا ہے۔ یہ تیرے ربّ کی فیصلہ شدہ پکی بات ہے جسے پورا کرنا تیرے ربّ پر لازمی ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جس جہنم کے بھڑکائے جانے کا اِن آیات کے سیاق و سباق میں ذکر ہے وہ عالمگیر مصیبت ہے جس سے کوئی نہیں بچے گا اور متقیوں کو اس سے نجات دینے کا وعدہ ہے۔

نَدِيًّا وَالنَّادِي وَاحِدٌ: نَدِيًّا اور نادی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی مجلس۔ یہ معنی عبدالرزاق نے بواسطہ معمر قتادہ سے نقل کئے ہیں۔ بعض نے اسے النَّدَی بمعنی کرم، سخاوت، شرف قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۳) یعنی ایسی سوسائٹی جس میں شرفاء اور اعلیٰ طبقہ کے اکابر جمع ہوتے ہوں۔

بَاب ۱ : وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ (مريم: ٤٠)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور انہیں روزِ حسرت سے خوف دلا

٤٧٣٠ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ فَيُنَادِي مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ. ثُمَّ يُنَادِي يَا أَهْلَ النَّارِ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ هَذَا الْمَوْتُ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، فَيُذْبَحُ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ. ثُمَّ قَرَأَ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ (مريم: ٤٠) وَهَؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (مريم: ٤٠)

۴۷۳۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ (کہا:) اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ ابوصالح نے ہمیں بتایا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے روز) موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ایک پکارنے والا پکارے گا۔ اے جنت والو! وہ گردنیں اٹھائیں گے اور دیکھیں گے۔ پکارنے والا کہے گا: کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں یہ موت ہے اور ان میں سے ہر شخص اس کو دیکھ چکا ہو گا۔ پھر وہ پکارے گا: اے آگ والو! تو وہ بھی گردنیں اٹھائیں گے اور دیکھیں گے۔ وہ (اُن سے) کہے گا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں یہ موت ہے اور اُن میں سے ہر شخص اُسے دیکھ چکا ہو گا۔ پھر وہ مینڈھا ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر (پکارنے والا) کہے گا: اے جنتیو! اب ہمیشہ کے لئے رہنا ہو گا کوئی موت نہ ہو گی اور اے آگ والو! ہمیشہ کے لئے رہنا ہو گا کوئی موت نہ ہو گی۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ ... یعنی اور اُن کو حسرت کے دن سے خوف دلا۔ جب ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں ہوں گے۔ اور یہ جو غفلت میں ہوں گے وہ دنیا کے لوگ ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

تشریح: وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ: یَوْمَ الْحَسْرَةِ سے مراد وہ قیامتِ صغریٰ کی گھڑی ہے جو دنیا میں قائم ہوگی اور جس میں عیسائی قوم سے شدید مؤاخذہ کرنے کا ذکر ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو گرفتارِ بلا دیکھ کر افسوس کریں گے۔ اے کاش کہ وہ اپنے خالق سے محبت و اطاعت کا پیوند لگاتے اور اس کی خوشنودی حاصل کرتے۔ یہ موقع اُنہوں نے ضائع کر دیا اور ناقدری کی پاداش میں وہ نعمتیں بھی ضائع کر دیں جو منعم علیہ گروہ سے مخصوص ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حسرت کا احساس جنتیوں کی حالت دیکھ کر انہیں ہو کہ اُنہیں محاسبہ اور داروگیر کی شدت سے دائمی راحت حاصل ہوگئی ہے۔ کاش وہ بھی ان جیسے اعمال بجالاتے اور ہمیشہ آرام دہ زندگی پاتے اور جہنم میں نہ ڈالے جاتے۔ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس احساسِ حسرت کے تعلق میں یہ آیت پڑھی ہو۔ پوری آیت مع ترجمہ گزر چکی ہے۔ یہ روایت کتاب الرقاق باب نمبر ۵۰ میں بھی آئے گی۔

بَاب ۲: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ (مریم: ٦٥)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور ہم نہیں اُترتے مگر تیرے ربّ کے حکم سے

٤٧٣١: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيلَ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا فَنَزَلَتْ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا (مریم: ٦٥).

اطرافه: ٣٢١٨، ٧٤٥٥۔

۴۷۳۱: ابو نعیم (فضل بن دکین) نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن ذر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ سعید بن جبیر سے، سعید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ اُنہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل سے پوچھا۔ آپ جو ہم سے ملاقات کرنے آتے ہیں اس سے زیادہ بار ملاقات کیوں نہیں کرتے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا...اور ہم نہیں اُترتے مگر تیرے ربّ کے حکم سے۔ اس کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے۔

تشریح: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ: اس آیت کے تعلق میں کئی ایک روایتیں مروی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جبرائیل کئی روز تک آنحضرت ﷺ کے پاس آنے سے رکے رہے اور اس دوران وحی الٰہی آپؐ سے منقطع ہوگئی اور جب وہ آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ کے دریافت کرنے پر جبرائیلؑ نے

مذکورہ بالا الفاظ میں جواب دیا۔ زیر باب روایت معنون ہے۔ امام بخاریؒ نے جس آیت کے تحت اسے نقل کیا ہے وہ اس انقطاع وحی والی روایتوں کے منافی ہے۔ کیونکہ اس امر میں دو باتوں کی صراحت ہے۔ ایک یہ کہ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مریم: ۶۵) کہ تیرا ربّ تجھے ہرگز بھولنے والا نہیں۔ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ دوسرا یہ امر کہ اس آیت کا سیاق وسباق بھی روایت کے مضمون کی تائید نہیں کرتا۔ اس سے پہلے عباد الرحمٰن کا ذکر ہے جن سے ایسی جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، جس میں اُن کو صبح وشام رزق دیئے جانے کا ذکر ہے۔ عباد الرحمٰن کی غذا کیا ہے؟ اپنے محبوبِ حقیقی سے دائمی اتصال اور پیوند اور اس کے بعد جو آیت ہے اس میں بھی ایک عابد کو یہی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے معبود سے دائمی پیوند عبودیت قائم رکھے۔

مزید برآں وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ سے ظاہر ہے کہ اس میں صرف ایک جبرائیل کے آنے کا ذکر نہیں بلکہ ملائکۃ اللہ کے تَنَزُّل کا ذکر ہے۔ لفظ تَنَزُّل کے معنی ہیں پے درپے آنا اور یہ ایسے نزول پر دلالت کرتا ہے جس میں دوام پایا جاتا ہے اور ملائکۃ اللہ کا یہ نزول ایسے زمانہ نبوت سے تعلق رکھتا ہے جس میں کسی نبی کی بعثت کی وجہ سے ملائکۃ اللہ کا کثرت سے نزول ہوتا ہے۔

یہ ایک نقطہ نظر ہے جو قابل غور ہے اور دوسرا نقطہ نظر ابن التین داوُدیؒ کا ہے۔ جس کا ذکر امام ابن حجرؒ نے کیا ہے۔ یعنی یہ کہ قرآن مجید ایسا کلام ہے جو حادث نہیں بلکہ قدیم ہے۔ اور اگر اس کلام کی وحی میں انقطاع مانا جائے تو لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ کلام حادث ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۵) امام بخاریؒ نے جس روایت کو مذکورہ بالا آیت کے تحت نقل کیا ہے اس میں انقطاعِ وحی کا ذکر تک نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی اس خواہش کا ذکر ہے کہ جو ملاقاتیں اس وقت جبرائیل کی ہوتی ہیں ان سے زیادہ ملاقاتیں ہوں۔ انقطاعِ وحی اور جبرائیل کے رُک جانے کا ذکر ابنِ مردویہ اور ابن اسحاق کی روایات میں ہے جو امام بخاریؒ کی تحقیق میں مستند نہیں اور اس لئے اُنہوں نے قبول نہیں کیں۔

امام ربانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تعلق میں فرماتے ہیں کہ روح القدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لحہ بھر کے لئے بھی کبھی جدا نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ ہر حالت میں آپؐ کا قرین اور رفیق تھا۔ روح القدس اور جبرائیل کے نزول کی حقیقت بسط کے ساتھ بیان فرما کر آپؑ نے جبرائیلی انقطاع کے خیال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور بے ادبی پر محمول کیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

> ”ایسا خیال کرنا کہ روح القدس کبھی انبیاء کو خالی چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے صرف ایک دھوکہ ہے کہ جو بوجہ غلط فہمی نزول اور صعود کے معنوں کے دلوں میں متمکن ہو گیا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۸۸)

نیز فرمایا:

”مقربوں کا روح القدس کی تاثیر سے علیحدہ ہونا ایک دم کے لئے بھی ممکن نہیں کیونکہ اُن کی نئی زندگی کی روح یہی روح القدس ہے پھر وہ اپنی روح سے کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اور جس علیحدگی کا ذکر احادیث اور بعض اشارات قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اُس سے مراد صرف ایک قسم کی تجلّی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الٰہی اُس قسم کی تجلّی میں کبھی دیر ہوگئی ہے اور اصطلاح قرآنِ کریم میں اکثر نزول سے مراد وہی تجلّی ہے ورنہ ذرہ سوچنا چاہیئے کہ جس آفتابِ صداقت کے حق میں یہ آیت ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (النجم: ۴، ۵) یعنی اُس کا کوئی نطق اور کوئی کلمہ اپنے نفس اور ہَوا کی طرف سے نہیں وہ تو سراسر وحی ہے جو اُس کے دل پر نازل ہو رہی ہے اس کی نسبت کیا ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ مدتوں نورِ وحی سے بکلّی خالی ہی رہ جاتا تھا۔“ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۹۱، ۹۲)

اس تعلق میں تفصیل کے لیے دیکھئے آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۷۲ تا ۱۲۶۔

سورۃ مریم کی محولہ بالا آیت کا تعلق اس سورۃ کے اصل موضوع کے عین مطابق ہے۔ یہ بتایا جا چکا ہے کہ اس سورۃ کا موضوع ایک بہت بڑی بشارت پر مشتمل ہے۔ یعنی یہ بشارت کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ فتنۂ دجال اور برگشتگی کے ایام میں ویسے ہی سلوک کیا جائے گا جیسا کہ حضرت زکریا اور حضرت مریم صدیقہ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ ہوا۔ آپؐ کے لئے بھی پُر خطر ایام میں آپؐ کا ایک روحانی بیٹا جو مثیل ابن مریم ہو گا مبعوث کیا جائے گا اور اس کے ہاتھوں کسرِ صلیب اور فتنہ دجال کا قلع قمع ہو گا اور وہ اضمحلال و ادبار امت کا مداوا کرے گا۔ یہ وہ عظیم الشان خبر ہے جس کی نسبت فرمایا گیا ہے: اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا (مریم: ۶۲) یعنی یقیناً یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا اور اس تعلق میں ملائکۃ اللہ کا یہ قول ہے: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ...(مریم: ۶۵) یعنی اور ہم نہیں اُترتے مگر تیرے ربّ کے حکم سے۔ اور اس کے پُر فتن زمانے کا تقاضا ہے کہ ملائکۃ اللہ کا پے در پے نزول ہو جس سے انتشارِ روحانیت اور اصلاحِ خلق کا سامان مہیا ہو۔

یہ امر پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے اور بوجہ اس کی اہمیت کے یہاں پھر اسے دوہرایا جاتا ہے کہ آیات کے معانی سیاقِ کلام میں واضح ہوتے ہیں۔ سیاقِ کلام کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہے کہ ایک لفظ جو عام طور پر بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے سیاق کے قرینے سے اس لفظ کے متعارف معنی بدل جاتے ہیں۔ آیت فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ میں ظالم کا لفظ متعارف معنوں میں نہیں آیا بلکہ اس کے مستحسن معنی ہیں۔ آیت کا سیاق وسباق یہ ہے: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○ (فاطر:۳۳) پھر ہم نے اپنی کتاب کا اُن لوگوں کو وارث کیا جو ہمارے بندوں میں سے برگزیدہ ہیں (اور وہ تین گروہ ہیں)۔ ان میں سے ایک ظالموں کا گروہ جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں (یعنی اکراہ و جبر سے نفسِ امارہ کو خدا تعالیٰ کی راہ پر چلاتے ہیں اور نفسِ سرکش کی مخالفت کر کے مجاہدات شاقہ میں مشغول ہیں۔) دوسرے میانہ حالت آدمیوں کا گروہ (جو بعض خدمتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس سرکش سے باکراہ و جبر لیتے ہیں اور بعض للّٰہی کاموں کی بجا آوری میں نفس اُن کا بخوشی خاطر تابع ہو جاتا ہے اور ذوق اور محبت سے ان کاموں کو بجالاتا ہے۔) تیسرے اللہ کے حکم سے سابق بالخیرات اور اعلیٰ درجے کے آدمیوں کا گروہ۔ یہ (اللہ کا) بڑا فضل ہے۔ غرض اس آیت کے سیاق سے لفظ ظالم کا عام مفہوم بدل گیا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً فرماتا ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ○ (الاحزاب:۷۳) [۱] اس آیت میں لفظ ظَلُوْم اور جَهُوْل اچھے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور فرماتا ہے: وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا (الکہف:۳۴) اس سے مراد ہے وَلَمْ تَنْقُصْ مِنْهُ شَيْئًا یعنی اُس نے بار آوری میں کمی نہیں کی اور فرماتا ہے: وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ○ (الضحیٰ:۸) یعنی اور (جب) اس نے تجھے (اپنی قوم کی محبت میں) سرشار دیکھا تو (ان کی اصلاح کا) صحیح راستہ تجھے بتا دیا۔ اس آیت میں ضَالّ کے معنی گمراہ نہیں بلکہ عشقِ الٰہی میں سرگردان کے ہیں۔ ضَالّ بمعنی محبت و عشق سورۃ یوسف میں بھی آیا ہے۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ (یوسف:۹۶) حضرت یعقوبؑ کے بیٹے اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ آپؑ یوسفؑ کی محبت میں کھوچکے ہیں۔ ان چاروں آیات کی لطیف شرح کے لیے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ تا ۱۷۷۔ اس شرح کے مطالعہ سے سیاق کلام کی اہمیت پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

بَاب ۳: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ○ (مریم:۷۸)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے بہت سی دولت اور بہت سی اولاد ضرور دی جائے گی

٤٧٣٢: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى

۴۷۳۲: (عبد اللہ بن زبیر) حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: یقیناً ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو اُنہوں نے اُسے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے جبکہ انسانِ کامل نے اُسے اُٹھا لیا یقیناً وہ (اپنی ذات پر) بہت ظلم کرنے والا (اور اس ذمہ داری کے عواقب کی) بالکل پرواہ نہ کرنے والا تھا۔

عَنْ مَّسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابًا قَالَ جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِي عِنْدَهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقُلْتُ لَا حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ لِي هُنَاكَ مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا۝ (مریم: ۷۸). رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَشُعْبَةُ وَحَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ.

اُنہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ (مسلم بن صبیح) سے، ابوالضحیٰ نے مسروق (بن اجدع) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت خبابؓ (بن ارت) سے سنا۔ حضرت خبابؓ نے کہا: میں عاص بن وائل سہمی کے پاس آیا کہ اس سے اپنے ایک حق کا تقاضا کروں۔ اس نے کہا: جب تک محمد ﷺ کا انکار نہیں کرو گے میں تجھے نہیں دوں گا۔ میں نے کہا: اگر تو مر کر اٹھایا جائے تب بھی میں انکار نہیں کروں گا۔ وہ کہنے لگا: اچھا میں موت کے بعد اٹھایا جاؤں گا۔ میں نے کہا: ہاں۔ وہ بولا: تو پھر میرے لئے وہاں بھی مال و اولاد ہو گی وہیں جاکر تیرا قرضہ چکاؤں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ... کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے بہت سی دولت اور بہت سی اولاد ضرور دی جائے گی۔ یہ بات (سفیان) ثوری، شعبہ، حفص، ابو معاویہ اور وکیع نے بھی اعمش سے روایت کی۔

أطرافه: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵۔

تشریح: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا: آیات کا ایک شانِ نزول تو اصل میں وہ ہے جو سیاقِ کلام سے مطابقت کھاتا ہو اور دوسرا شانِ نزول کسی ایک آیت کا کسی واقعہ کی ظاہری مشابہت و مناسبت سے اس پر چسپاں کرنا۔ لفظ نزول تطبیق کے معنوں میں بکثرت آیا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب مواقیت الصلوٰۃ تشریح باب ۴، کتاب الشہادات تشریح باب ۲۵۔ تطبیق آیت الگ امر ہے اور سیاق کلام الگ۔

غرض سورۃ مریم کے سیاق کی رو سے مذکورہ بالا آیت کا تعلق واضح طور پر مسیحی اقوام سے ہے۔ فرماتا ہے: قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ

هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ○ (مریم :۷۶) یعنی کہہ کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہو، رحمٰن اسے کتنی بھی ڈھیل دیتا رہے آخر وہ گھڑی آجائے گی جب وہ اس وعید کو دیکھ لیں گے جس سے انہیں خوف دلایا جارہا ہے، سزا بھی پائیں گے اور وہ کامل تباہی کی گھڑی بھی۔ سو اس وقت انہیں ضرور علم ہو جائے گا کہ کون بلحاظ اپنے مکان کے بدتر ہے اور کون بلحاظ اپنے لاؤ لشکر کے سب سے زیادہ کمزور ہے۔ اسی آیت کے تسلسل میں فرماتا ہے: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ○ (مریم: ۷۸) یعنی کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے بہت سی دولت اور بہت سی اولاد ضرور دی جائے گی۔ آیت مَنْ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ کا تعلق مسیحی اقوام سے ہی ہے جن کا ذکر اِن آیات کے سیاق و سباق میں ہے۔ الضَّآلِّيْنَ سے مراد بالاتفاق عیسائی قوم لی گئی ہے جیسا کہ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں۔ ظاہر ہے یہاں آیت الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا میں منکرین باری تعالیٰ اور احسانات الٰہیہ کے ناشکر گزار لوگ مراد ہیں۔ جنہیں اپنے مال و دولت اور اپنی بے شمار ذریت کی کثرت پر بڑا گھمنڈ اور ناز ہے۔ فرماتا ہے: کتنی بھی کثرت و فراوانی اور کشائش حاصل ہو جائے اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ یہ سزا سے بچ نہیں سکیں گے اور نہ تباہی کی مقدر گھڑی ٹال سکتے ہیں۔

بَاب ٤ : اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (مریم:۷۹)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا رحمٰن سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔

قَالَ مَوْثِقًا.

عہد کے معنی ہیں: مضبوط اقرار۔ (وثیقہ)

٤٧٣٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ (ﷺ) قُلْتُ لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ ثُمَّ يُحْيِيكَ. قَالَ إِذَا أَمَاتَنِي اللهُ ثُمَّ بَعَثَنِي وَلِي مَالٌ وَوَلَدٌ فَأَنْزَلَ اللهُ:

۴۷۳۳: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت خبابؓ (بن ارت) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں مکہ میں لوہاری کا پیشہ کرتا تھا اور میں نے عاص بن وائل سہمی کے لئے ایک تلوار بنائی۔ پھر اس کے پاس قیمت کا تقاضا کرنے آیا۔ وہ کہنے لگا: جب تک تم محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرو گے میں تمہیں نہیں دوں گا۔ میں نے کہا: اللہ تمہیں مار کر پھر زندہ بھی کر دے تو بھی میں محمد ﷺ کا انکار نہیں کرنے

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ○ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (مريم: ۷۸-۷۹) قَالَ مَوْثِقًا. لَمْ يَقُلِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ سَيْفًا وَلَا مَوْثِقًا.

کا۔ اس نے کہا: جب اللہ مجھے مار کر پھر اٹھائے گا اور مجھے مال و اولاد ملے گی (تو اس وقت تم کو دے دوں گا) اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ... یعنی کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے بہت سی دولت اور اولاد ضرور دی جائے گی۔ کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا رحمٰن سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔ (سفیان ثوری نے) کہا: (عہد کے معنی ہیں) پختہ اقرار (عبید اللہ) اشجعی نے سفیان (ثوری) سے روایت کرتے ہوئے تلوار کا ذکر نہیں کیا اور نہ یہ کہ (عہد کے معنی ہیں) پختہ اقرار۔

أطرافه: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۴، ۴۷۳۵۔

تشریح: اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا: سورۃ مریم کی مذکورہ بالا آیت کے تحت حضرت خباب بن ارتؓ کے واقعہ کا ہی حوالہ دیا ہے جو سابقہ باب میں گزر چکا ہے۔ بحالیکہ سیاق کلام کی رو سے اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ عیسائی قوم اپنے کفر میں اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اسے خیال ہے کہ اس سے کوئی مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔ فرماتا ہے: كَلَّا ہرگز نہیں۔ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ○ وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ○ (مریم: ۸۰، ۸۱) یعنی ہم اس کے اس قول کو محفوظ رکھیں گے اور اس کے عذاب کو لمبا کر دیں گے اور جس بات پر وہ فخر کر رہا ہے اس کے ہم وارث ہو جائیں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا۔ یعنی اس کا جتھا جس پر اسے ناز ہے۔ محاسبہ کے وقت اسے کوئی کام نہیں دے سکے گا۔ روایت زیر باب میں جو لفظ أَنْزَلَ کا آیا ہے اس کا مفہوم تطبیق ہے، نہ کہ سیاق کلام کا مفہوم و مقصود۔ جس کا تعلق ایک بہت بڑی پیشگوئی سے ہے۔ جیسا کہ ابھی اس بارہ میں وضاحت کی جائے گی اور امام بخاریؒ کا اصل مدعا بتایا جائے گا۔

بَاب ۵: كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ○ (مريم: ۸۰)

ہرگز نہیں۔ ہم اس کے اس قول کو محفوظ رکھیں گے اور اس کے عذاب کو لمبا کر دیں گے

۴۷۳۴: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ

۴۷۳۴: بشر بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے،

عَنْ سُلَيْمَانَ سَمِعْتُ أَبَا الضُّحَى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ لِي دَيْنٌ عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ قَالَ فَأَتَاهُ يَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ (ﷺ) فَقَالَ وَاللهِ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ فَذَرْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ فَسَوْفَ أُوتَى مَالًا وَّوَلَدًا فَأَقْضِيكَ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ○. (مریم:۷۸)

شعبہ نے سلیمان (اعمش) سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے ابوالضحیٰ سے سنا۔ وہ مسروق سے بیان کرتے ہیں۔ مسروق حضرت خبابؓ (بن ارت) سے روایت کرتے تھے کہ انہوں نے کہا: میں زمانۂ جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتا تھا۔ اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا۔ کہتے تھے کہ وہ اس کے پاس تقاضا کرنے کے لیے آئے۔ وہ کہنے لگا: جب تک محمد (ﷺ) کا انکار نہ کرو گے میں تجھے ہرگز نہیں دوں گا۔ حضرت خبابؓ نے کہا: اللہ تجھے مار کر زندہ بھی کر دے، اللہ کی قسم! تب بھی میں آپؐ کا انکار نہیں کرنے کا۔ اس نے کہا: اچھا پھر مجھے رہنے دو کہ میں مر جاؤں اور پھر زندہ اٹھایا جاؤں پھر جب مجھے مال و اولاد دی جائے گی تو میں تجھے تیرا قرض ادا کر دوں گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ... کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے بہت سی دولت اور بہت سی اولاد ضرور دی جائے گی۔

أطرافه: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۵۔

تشریح: كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا: اس باب کے تحت بھی سابقہ روایت ہی ایک دوسری سند سے نقل کی گئی ہے اور ایک انفرادی واقعہ پر سورۃ مریم کی یہ آیت بھی چسپاں کی گئی ہے۔ یہ سورۃ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور نجاشی شاہ حبشہ کے سامنے اس کی آیات پڑھی گئیں۔ اس وقت عیسائیوں کے تعلقات مسلمانوں کے ساتھ اچھے اور ہمدردانہ تھے لیکن جن باتوں کا اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے وہ ان کی ضلالت اور بدانجام سے متعلق ہیں اور انذار میں جو شدت ہے اس سے وحیٔ الٰہی کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام انسانی تخیل کا ساختہ پرداختہ نہیں کیونکہ انسان کا خیال و قیاس حالاتِ مشہودہ کے تابع ہوتا ہے۔

بَاب ٦: قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَأْتِيْنَا فَرْدًا (مريم: ٨١)

اللہ عزوجل کا فرمانا: اور جس (چیز) پر وہ فخر کر رہا ہے اس کے ہم وارث ہو جائیں گے۔
اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْجِبَالُ هَدًّا (مريم: ٩١) هَدْمًا.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اَلْجِبَالُ هَدًّا کے معنی ہیں کہ پہاڑ گر جائیں گے۔ هَدًّا هَدْمًا کا مترادف ہے (یعنی گر جانا۔)

٤٧٣٥: حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا قَيْنًا وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لِي لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لَنْ أَكْفُرَ بِهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ. قَالَ وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِّنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذَا رَجَعْتُ إِلَى مَالٍ وَّوَلَدٍ قَالَ فَنَزَلَتْ: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ؕ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّ نَرِثُهٗ مَا

۴۷۳۵: یحيٰ (بن موسیٰ بلخی) نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت خبابؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں لوہار آدمی تھا اور عاص بن وائل کے ذمے میرا کچھ قرضہ تھا اس لئے میں اس کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا۔ اس نے مجھ سے کہا: تاوقتیکہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہ کرے میں تجھے نہیں دوں گا۔ اُنہوں نے بتایا کہ میں نے کہا: اگر تو مر بھی جائے اور پھر زندہ اُٹھایا جائے تب بھی میں آپؐ کا انکار نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: اچھا میں موت کے بعد اگر زندہ اُٹھایا جاؤں گا تو پھر میں ضرور تجھے ادا کر دوں گا، جب میں اپنے مال و اولاد کی طرف (دوبارہ) لوٹوں گا۔ حضرت خبابؓ کہتے تھے کہ تب یہ آیت نازل ہوئی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ... یعنی کیا تجھے اس شخص کے متعلق معلوم ہوا ہے جس نے ہماری آیات کا کفر کیا اور کہا کہ مجھے بہت سی

يَقُوْلُ وَ يَأْتِيْنَا فَرْدًا ﴿﴾ (مریم: ۷۸-۸۱)

دولت اور اولاد ضرور دی جائے گی۔ کیا اس نے غیب کو جھانک کر دیکھ لیا ہے یا رحمٰن سے کوئی اقرار لے لیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہم اس کے اس قول کو محفوظ رکھیں گے اور اس کے عذاب کو لمبا کردیں گے۔ اور جس (چیز) پر وہ فخر کر رہا ہے اس کے ہم وارث ہو جائیں گے۔ اور وہ ہمارے پاس اکیلا ہی آئے گا۔

أطرافه: ۲۰۹۱، ۲۲۷۵، ۲۴۲۵، ۴۷۳۲، ۴۷۳۳، ۴۷۳۴۔

تشریح: وَنَرِثُهُ مَا يَقُوْلُ وَ يَأْتِيْنَا فَرْدًا: اس باب کے تحت بھی آیت کے ایک حصے کا حوالہ دے کر حضرت خبابؓ والی روایت ہی نئی سند سے دہرائی گئی ہے اور عنوان باب میں تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم: ۹۱) کا حوالہ دیا گیا ہے اور روایت کے آخر میں آیت کا سارا سیاق کلام اکٹھا نقل کیا گیا ہے۔ اس تصرف سے امام بخاریؒ یہ توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اتنی عظیم الشان پیشگوئی جس سے پہاڑ بھی گر جائیں، اسے سیاق کلام سے نظر انداز کر دینا اور ایک انفرادی معمولی واقعہ تک محدود رکھنا اس سیاقِ کلام اور پیشگوئی کی عظمت کے منافی ہے جس کا تعلق دجالی قوموں کی تباہی کے ساتھ ہے۔ موجودہ تباہ کن آلات تابکاری کی نئی سے نئی ایجاداتِ آتش خیزی و ہلاکت آفرینی کی موجودگی میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ ہم قیامت کی اس موعودہ گھڑی کے سر پر ہیں، جس کے بارے میں سورۃ مریم کی آیات میں انذار کیا گیا ہے اور اسی قسم کا انذار سورۃ الکہف میں بھی ہے۔

امام ابن حجرؒ تفسیر سورۃ مریم کے مذکورہ بالا ابواب کے متعلق لکھتے ہیں کہ فَكَأَنَّهُ أَشَارَ إِلَى أَنَّهَا كُلَّهَا نَزَلَتْ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ بِدَلِيلِ هَذِهِ الرِّوَايَةِ وَمَا وَافَقَهَا (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۸) یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (عاص بن وائل کا واقعہ نقل کر کے) اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ ساری آیات اس واقعہ کی نسبت نازل ہوئی ہیں۔ ایسا ہی ان واقعات کے متعلق بھی جو اس کے موافق ہوں۔ مجھے امام ابن حجرؒ کی رائے سے قطعاً اتفاق نہیں کیونکہ نہ صرف سیاقِ کلام اس رائے کے خلاف ہے بلکہ امام بخاریؒ کے اشارے اور ان کے مقصد تصرف سے ان کی رائے کی تائید نہیں ہوتی بلکہ جیسا کہ میں وضاحت کر چکا ہوں۔ سورۃ مریم کا نزول بہت بڑی پیشگوئی سے متعلق ہے جو نزولِ مسیح، کسرِ صلیب، قتلِ دجال اور قیامت خیز انقلاب کے بارے میں نہ صرف اس سورۃ میں مذکور ہے بلکہ احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے اور یہ پیشگوئی کسرِ صلیب اور قتلِ دجال کے نام سے مسلمانوں میں اس قدر شہرت رکھتی ہے کہ شاید ہی کوئی فرد اِس سے ناواقف ہو اور پھر میں کہتا ہوں کہ کسی انفرادی واقعہ سے آیات کی تطبیق ان کے اصل سیاق کے منافی نہیں۔ اس قسم کی انفرادی تطبیق عارضی اور وقتی ہوتی ہے اور سیاق کلام کا شانِ نزول اس تطبیق سے بالکل الگ شے ہے۔

یوروپین عیسائی مخالفینِ اسلام کا یہ اعتراض کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے یہ حالات سن کر بیان کیے ہیں اس عظیم الشان سیاق کلام سے از خود باطل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بہت بڑے علم غیب پر مشتمل ہے۔ جس کی تائید آج واقعات سے ہو چکی ہے۔ فرماتا ہے: تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ (مریم:۹۱)[1] یہ الفاظ ممکن ہے کہ پہلے مخالفین مبالغہ آمیز سمجھتے ہوں لیکن ہمارے زمانہ کے واقعات نے ان الفاظ کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے۔ چاہیئے کہ معترضین خالی الذہن ہو کر اس بات پر غور کریں کہ ایسا کلام جو دور دراز واقعات سے متعلق علم غیب پر مشتمل ہو انسانی کلام ہے یا اس عالم الغیب خدا کا کلام ہے جس کے بارے میں فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ○ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ○ (الجن:۲۷ تا ۲۹) یعنی غیب کا جاننے والا وہی ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اسی کو جسے اپنا (رسول) پیغامبر چن لیتا ہے۔ سو وہ یقیناً اس کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتوں کا انتظام کرے گا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان رسولوں نے اپنے ربّ کے پیغامات یقیناً پہنچا دیئے ہیں اور اس نے جو کچھ ان کے پاس ہے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور ہر شے کا ایک ایک کر کے شمار کر چکا ہے۔ اس آیت سے پہلے رسول کی بشری لاعلمی کا ان الفاظ میں اظہار فرماتا ہے: قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْۤ اَمَدًا ○ (الجن: ۲۶) یعنی ان سے کہہ مجھے پتہ نہیں کہ جس گھڑی کی نسبت تمہیں خوف دلایا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا اللہ اس کے لئے کوئی لمبی مدت مقرر کرے گا۔ اس وعید کے بارے میں تفصیلات کا ذکر بعد میں ہو گا۔

☆☆☆

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں۔

۲۰۔ طٰهٰ

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ بِالنَّبَطِيَّةِ طٰهٰ يَا رَجُلُ، يُقَالُ كُلُّ مَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ (طٰهٰ:۲۸). اَزْرِيْ (طٰهٰ:۳۲) ظَهْرِي. فَيُسْحِتَكُمْ (طٰهٰ:۶۲) يُهْلِكَكُمْ. الْمُثْلٰى (طٰهٰ:۶۴) تَأْنِيثُ الْأَمْثَلِ يَقُولُ بِدِينِكُمْ، يُقَالُ خُذِ الْمُثْلَى خُذِ الْأَمْثَلَ. ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا (طٰهٰ:۶۵) يُقَالُ هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ. فَاَوْجَسَ (طٰهٰ:۶۸) اَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيفَةً (طٰهٰ:۶۸) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ. فِيْ جُذُوْعِ (طٰهٰ:۷۲) أَيْ عَلَى جُذُوعِ النَّخْلِ. خَطْبُكَ (طٰهٰ:۹۶) بَالُكَ. مِسَاسَ (طٰهٰ:۹۸) مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا. لَنَنْسِفَنَّهٗ (طٰهٰ:۹۸) لَنَذْرِيَنَّهُ. قَاعًا (طٰهٰ:۱۰۷) يَعْلُوهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَوْزَارًا (طٰهٰ:۸۸) أَثْقَالًا، مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ (طٰهٰ:۸۸) الْحُلِيُّ الَّذِى اسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ، فَقَذَفْتُهَا فَأَلْقَيْتُهَا، اَلْقَى (طٰهٰ:۸۸) صَنَعَ. فَنَسِيَ (طٰهٰ:۸۹)

ابن جبیر نے کہا: نبطی زبان میں لفظ طٰهٰ کے معنی ہیں اے مرد۔ کہتے ہیں: جو کوئی حرف نہ بول سکے یا اس (کی زبان) میں تتلاہٹ ہو یا "فا" کی آواز بار بار ہو، تو یہ عُقْدَةٌ ہے یعنی گرہ۔ اَزْرِيْ کے معنی ہیں میری پیٹھ۔ فَيُسْحِتَكُمْ کے معنی ہیں وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔ الْمُثْلٰى مؤنث ہے اَمْثَل کی، یعنی تمہارے بہترین مذہب کو۔ کہا جاتا ہے خُذِ الْمُثْلَى یعنی بہترین کو لے لو۔ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا (یعنی اکٹھے ہو کر آؤ۔) کہا جاتا ہے: هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ یعنی کیا تو آج نماز کی جگہ جہاں (باجماعت) نماز پڑھی جاتی ہے آیا تھا۔ فَاَوْجَسَ کے معنی ہیں خوف چھپایا۔ خِيفَةً اصل میں خِوْفَةً ہے، "خ" کی کسرہ کی وجہ سے واؤ، یاء میں تبدیل ہوئی ہے۔ فِيْ جُذُوْعِ (میں حرف فِيْ بمعنی عَلَى ہے۔) یعنی کھجور کے تنوں پر۔ خَطْبُكَ سے مراد ہے تیرا حال۔ مِسَاسَ مصدر ہے مَاسَّهُ مِسَاسًا سے (یعنی چھونا۔) لَنَنْسِفَنَّهٗ سے مراد ہے ہم اُسے بکھیر دیں گے۔ قَاعًا کے معنی ہیں ایسا میدان جس میں پانی بھر جائے۔ اور الصَّفْصَفُ کے معنی ہیں ہموار زمین۔ اور مجاہد نے کہا: اَوْزَارًا کے معنی ہیں بوجھ۔ مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ سے مراد وہ زیور ہے جو (بنی اسرائیل نے) آلِ فرعون سے مستعار لیا تھا۔

مُوسَى هُمْ يَقُولُونَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ. لَا يَرۡجِعُ اِلَيۡهِمۡ قَوۡلًا (طٰهٰ:۹۰) الْعِجْلُ. هَمۡسًا (طٰهٰ:۱۰۹) حِسُّ الْأَقْدَامِ. حَشَرۡتَنِيۡۤ اَعۡمٰى (طٰهٰ:۱۲۶) عَنْ حُجَّتِي، وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا (طٰهٰ:۱۲۶) فِي الدُّنْيَا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِقَبَسٍ (طٰهٰ:۱۰) ضَلُّوا الطَّرِيقَ وَكَانُوا شَاتِينَ فَقَالَ إِنْ لَّمْ أَجِدْ عَلَيْهَا مَنْ يَّهْدِي الطَّرِيقَ آتِكُمْ بِنَارٍ تُوقِدُونَ. قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ اَمۡثَلُهُمۡ طَرِيۡقَةً (طٰهٰ:۱۰۴) أَعْدَلُهُمْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَضۡمًا (طٰهٰ:۱۱۲) لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ. عِوَجًا (طٰهٰ:۱۰۷) وَادِيًا، وَّ لَاۤ اَمۡتًا (طٰهٰ:۱۰۷) رَابِيَةً. سِيۡرَتَهَا (طٰهٰ:۲۱) حَالَتَهَا الْأُولَى. النُّهٰى (طٰهٰ:۵۴) التُّقَى. ضَنۡكًا (طٰهٰ:۱۲۴) الشَّقَاءُ. هَوٰى (طٰهٰ:۸۱) شَقِيَ. بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ (طٰهٰ:۱۲) الْمُبَارَكِ، طُوًى اسْمُ الْوَادِي. بِمَلۡكِنَا (طٰهٰ:۸۷) بِأَمْرِنَا. مَكَانًا سُوًى (طٰهٰ:۵۸) مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ. يَبَسًا (طٰهٰ:۷۷) يَابِسًا. عَلٰى قَدَرٍ (طٰهٰ:۴۰) عَلَى مَوْعِدٍ. لَا

فَقَذَفْتُهَا کے معنی ہیں کہ پھر میں نے اس کو پھینک دیا۔ اَلۡقَى یعنی اس نے کیا۔ فَنَسِيَ سے مراد حضرت موسیٰؑ ہیں، (لوگ) کہتے تھے کہ وہ ربّ کو بھول (کر پیچھے چھوڑ) گئے ہیں۔ لَا يَرۡجِعُ اِلَيۡهِمۡ قَوۡلًا سے مراد بچھڑا ہے کہ وہ انہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ هَمۡسًا سے مراد ہے قدموں کی آہٹ۔ حَشَرۡتَنِيۡۤ اَعۡمٰى سے مراد ہے کہ تو نے مجھے دلائل کی بینائی سے محروم اٹھایا ہے۔ وَقَدۡ كُنۡتُ بَصِيۡرًا کے معنی ہیں حالانکہ میں دنیا میں خوب دانا بینا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے بِقَبَسٍ کے متعلق کہا کہ وہ راستے سے بھٹک گئے اور سردی سے ٹھٹھر رہے تھے تو (حضرت موسیٰؑ نے) کہا: اگر میں نے اس (آگ) پر کوئی ایسا شخص نہ پایا جو راستہ بتا سکے تو میں تمہارے آگ جلانے کے لیے کوئی انگارہ ہی لے آؤں گا۔ ابن عیینہ نے کہا: اَمۡثَلُهُمۡ طَرِيۡقَةً کے معنی ہیں اُن میں سے سب سے معتدل طریق اختیار کرنے والا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: هَضۡمًا یعنی اس پر ظلم نہ ہو گا کہ اس کی نیکیوں کا ثواب کم کیا جائے۔ عِوَجًا کے معنی ہیں وادی وَّ لَاۤ اَمۡتًا کے معنی ہیں اور نہ کوئی بلندی۔ سِيۡرَتَهَا سے مراد ہے: اسکی پہلی حالت۔ النُّهٰى سے مراد ہے پرہیز گاری۔ ضَنۡكًا کے معنی ہیں مصیبت۔ هَوٰى کے معنی ہیں بد نصیب ہو گیا۔ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ سے مراد ہے

تَنِیَا (طٰہٰ:۴۳) لَا تَضْعُفَا. یَفْرُطَ (طٰہٰ:۴۶) عُقُوْبَةً.

مبارک وادی میں۔ طُوًی وادی کا نام ہے۔ بِمَلْکِنَا کے معنی ہیں اپنے اختیار سے۔ مَكَانًا سُوًی سے مراد ایسی جگہ ہے جو ان کے درمیان برابر (فاصلہ پر) ہو۔ یَبَسًا کے معنی ہیں خشک۔ عَلٰی قَدَرٍ کے معنی ہیں اپنے مقررہ وقت پر۔ لَا تَنِیَا کے معنی ہیں تم دونوں کمزور نہ ہونا۔ یَفْرُطَ سے مراد سزا ہے۔

تشریح: قَالَ ابْنُ جُبَیْرٍ بِالنَّبَطِیَّةِ طٰهٰ یَا رَجُلُ: طٰہٰ نبطی زبان میں یَا رَجُلُ کا مترادف ہے۔ سعید بن جبیر کا یہ قول بخاری کے بعض نسخوں میں عکرمہ اور ضحاک سے مروی ہے۔ معنی ہیں اے مرد کامل۔ یعنی ایسا شخص جو صفات رجولیت و مردمی سے پورے طور پر متصف ہو۔ عکرمہ سے طٰہٰ کے یہ معنی ابن ابی حاتم اور حاکم نے نقل کئے ہیں۔ امام حاکم کی روایت میں ہے کہ طٰہٰ زبان حبشی میں یَا مُحَمَّد کا ہم معنی ہے۔ یہ مفہوم انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ محمدؐ کے معنی ہیں سراپا خوبیوں سے متصف۔ رجل کامل اور محمدؐ اس زبان میں ہم معنی سمجھے جاتے ہیں۔ ضحاک (بن مزاحم) کے نزدیک بھی نبطی زبان میں طٰہٰ رجل کامل کے معنوں میں ہے اور طٰہٰ کا یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ امام ابن حجرؒ نے بنی مازن کے ایک شخص کا ذکر کیا ہے کہ ایک دن اس نے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن مجید میں سے کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں تو ضحاک نے اس سے طٰہٰ کے معنی پوچھے اور اس نے جواب دیا کہ یہ اسماء الٰہیہ میں سے ایک اسم ہے۔ جس پر انہوں نے اس سے کہا: اِنَّمَا هُوَ بِالنَّبَطِیَّةِ یَا رَجُلُ: یعنی یہ لفظ تو نبطیہ میں یَا رَجُل کا مترادف ہے۔ اہل عکّ بھی طٰہٰ کو انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۹)

نبط یا انباط عربوں ہی کی ایک قوم کا نام ہے جو زمانہ قدیم میں فلسطین کے اطراف میں آباد تھی اور اس کی زبان عربی ہی کا ایک لب و لہجہ تھا۔ یہ انباط تاجر پیشہ لوگ تھے جن کی تجارت مصر، شام، عراق اور ممالک روم تک ممتد تھی اور ان کی زبان شستہ تھی اور ان میں شاعر اور اطباء اپنے زمانے میں شہرت رکھتے تھے۔ یہ لوگ صنم پرست تھے۔ خاص کر لات دیوی کی پوجا کرتے تھے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ جسما نامی قبائل انہی میں سے تھے جو ہجرت کر کے شمالی حجاز میں آباد ہوئے۔ اسی طرح عک نام قبیلہ سامی النسل تھا جو تہامہ سے جدہ تک کے علاقہ جات میں آباد تھے۔ عکی لوگوں کا بھی لب و لہجہ عربی ہی تھا۔ قبائل انباط و عک میں طٰہٰ یَا رَجُل کے معنوں میں مستعمل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید عربوں کے مختلف لہجوں میں نازل ہوا ہے۔

طٰہٰ کا اسلوب خطابی ہے اور اس لفظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں۔ متعدد راوی طٰہٰ بمعنی یَا رَجُل کی نسبت متفق ہیں۔ جن میں سے جلیل القدر نحوی خلیل بن احمد بھی ہیں اور بعض راویوں نے طٰہٰ کو حروف مخففہ میں سے

قرار دیا ہے جو بدل ہیں اِطْمَئِنَّ کا اور ھا سکتہ کی ہے۔ طٰہٰ: بالکل مطمئن رہ۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۹) طٰہٰ کے بعد کی آیات کا سیاق دونوں تاویلوں کے عین موافق ہے۔ طٰہٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ○ (طٰہٰ: ۲، ۳) اے رجل کامل! مطمئن رہ، ہم نے قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اُتارا کہ تو ہماری رحمت سے کسی وقت محروم ہو جائے اور طٰہٰ کا یہ مفہوم سورۃ الکہف اور سورۃ مریم کے موضوع سیاق کے بھی مطابق بیٹھتا ہے جیسا کہ مفصل بتایا جاچکا ہے کہ سورۃ الکہف میں بأسِ شدید سے متعلق انذار ہے اور یہ انذار سورۃ مریم میں بھی دہرایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کے لئے آنے والا خطرہ مسیحی اقوام سے تعلق رکھتا ہے اور سورۃ مریم کے مضمون کا بیشتر حصہ بشارت سے متعلق ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا ذکر ہے جن کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں اُن کی قوم نے ارتداد اختیار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طُور سے واپس آکر اُنہیں صراط مستقیم پر بحال کیا۔ اسی تعلق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت کا بھی ذکر آیا ہے۔ فرماتا ہے: قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ○ (طٰہٰ: ۳۷) یعنی اے موسیٰؑ! جو تو نے مانگا، تجھے دیا گیا۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت کے لئے دعا اور اس کی قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔ آپؐ نے یقیناً اپنی امت کے لئے بہت دعائیں کیں اور ضروری تھا کہ وہ قبول ہوں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ضمن میں فرماتا ہے: وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ (طٰہٰ: ۱۱۴، ۱۱۵) اور اسی طرح ہم نے یہ کتاب عربی زبان میں بطور قرآن نازل کی ہے اور اس میں ہم نے موعودہ انذار کو مختلف پیرایوں میں بار بار کھول کر بیان کیا ہے تا وہ بچیں ورنہ ان کے لئے یاددہانی کا سامان نئے سرے سے پیدا کرے۔ وہ اللہ جو حقیقی بادشاہ ہے بہت ہی بلند شان والا ہے اور اس قرآن سے متعلق جلدی نہ کرو پیشتر اس کے کہ اس کی وحی پورے طور پر تجھ تک نہ پہنچادی جائے اور یہ دعا کرتا رہ: اے میرے ربّ! مجھے علم میں اور بڑھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زیادہ تر مذکور ہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات سورۃ مریم میں مذکور ہیں اور یہ دونوں سورتیں باعتبار شان نزول ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہیں۔ اس سے عیسائی مستشرقین کا یہ اعتراض باطل ہو جاتا ہے کہ آپؐ نے مدینہ میں پہنچ کر یہودیوں سے یہ حالات سنے اور اُنہیں ان سورتوں میں بیان کر دیا۔ اگر ان سورتوں کا سیاق سامنے ہو تو سرسری نظر سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں علم غیب پر مشتمل ہیں اور ان میں عظیم الشان آئندہ کی خبروں کا ذکر ہے۔ اس حقیقت سے مستشرقین کے اعتراض کا بوداپن اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ سورۃ طٰہٰ کی آیت وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى میں ان کے اس اعتراض کا ردّ موجود ہے۔ فرماتا ہے: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ○ (طٰہٰ: ۶۲) موسیٰؑ نے ان سے کہا: تم پر افسوس اللہ پر جھوٹ نہ باندھو مبادا تمہیں عذاب کے ذریعہ سے پیس ڈالے اور جو کوئی اللہ پر افترا کرتا ہے وہ یقیناً ناکام ہوتا ہے۔

لفظ اَلْقٰی بمعنی صَنَعَ آیا ہے۔ فریابیؒ نے یہ معنی مجاہد سے نقل کیے ہیں۔ (فتح الباری، شرح کتاب احادیث الأنبیاء، باب ۲۲، جزء۶ صفحہ ۵۱۹) فرماتا ہے: قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ وَ اَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ○ (طٰهٰ: ۶۹، ۷۰) یعنی ہم نے کہا خوف نہ کر تو ہی بالا رہے گا (اور اے موسیٰ) جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے اسے ڈال دے جو کچھ اُنہوں نے کارستانی کی ہے وہ اسے نگل جائے گا۔ ان کی کارستانی شعبدہ باز کی فریب دہی ہے اور شعبدہ باز جس صورت میں بھی ہو، کامیاب نہیں ہوتا۔ اس آیت سے پہلے لفظ اَلْقٰی اس آیت میں آیا ہے: اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ○ (طٰهٰ: ۶۶) یعنی یا تو (اپنی تدبیر) پھینک (یعنی ظاہر کر) یا ہم تجھ سے پہلے پھینکیں۔ مجاہد نے سیاق کلام کی بنا پر ہی اَلْقٰی کے معنی صَنَعَ بتائے ہیں کہ جو کارستانی کے معنوں میں ہے اور اَلْقٰی کے یہ معنی خود اس آیت کے سیاق وسباق سے ہی اخذ کئے گئے ہیں۔

اَزْرِیْ کے معنی ہیں ظَهْرِی یعنی میری پیٹھ۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ (اِنَّهٗ طَغٰى) وہ حد سے بڑھ گیا ہے تو اُنہوں نے اِن الفاظ میں دعا کی: رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ○ وَ يَسِّرْ لِيْۤ اَمْرِيْ ○ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ○ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ○ وَ اجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِيْ ○ (طٰهٰ: ۲۶ تا ۳۲) یعنی اے میرے ربّ! میرا سینہ میرے لئے کھول دے اور جو حکم تو نے مجھے دیا ہے میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ بھی کھول تا لوگ میری بات پورے طور پر سمجھ لیں اور میرے اہل میں سے ہی میرا ایک مددگار نائب بنا۔ ہارون کو جو میرا بھائی ہے اور اس کے ذریعے سے میری پیٹھ مضبوط فرما۔ اسی اَزْر سے آزَرَ وَ اٰزَّرَ ہے۔ یعنی اس نے مدد کی اور مضبوط کیا۔ کہتے ہیں: أَنْصُرُکَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا میں تجھے ایسی مدد دوں گا جس سے تیری پیٹھ مضبوط ہو جائے گی۔

فَيُسْحِتَكُمْ : يُهْلِكَكُمْ یعنی تمہیں ہلاک کر دے گا۔ لفظ سُحت میں پیس ڈالنے والی ہلاکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی ایسی ہلاکت جو تہس نہس کر دے۔ فرماتا ہے: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ○ (طٰهٰ: ۶۲) موسیٰؑ نے اُن سے کہا: وائے تم پر۔ اللہ پر جھوٹ نہ باندھو مبادا وہ تمہیں سزا سے ہلاک کر دے اور جس نے افتراء کیا وہ یقیناً نامراد رہا۔

الْمُثْلٰى: مؤنث ہے اَمْثَل کی یعنی اعلیٰ درجے کا۔ قَالُوْۤا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَ يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ (طٰهٰ: ۶۴) یعنی اُنہوں نے کہا یہ دونوں (موسیٰ وہارون) محض جادوگر ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ملک میں سے نکال دیں اور جو اعلیٰ درجے کا تمہارا مذہب ہے اسے ختم کر دیں۔ یہ الزام بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی لگایا گیا کہ آپؐ بہت بڑے جادوگر ہیں اور یہی الزام ہمارے زمانے میں امام ربانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی عائد کیا گیا کہ یہ مذہب میں رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

اِئْتُوْا صَفًّا کے معنی ہیں اکٹھے ہو کر آؤ۔ کہتے ہیں هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ: کیا تو نماز گاہ میں آیا تھا یعنی جماعت میں شریک ہوا تھا۔ فرماتا ہے: فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَ قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ○ (طٰهٰ: ۶۵)

سو تم اپنی تمام تدبیریں اکٹھے ہو کر سوچ لو اور پھر سب کے سب ایک جماعت کی شکل میں آؤ اور یقیناً آج وہی بامراد ہو گا جو غلبہ حاصل کرے گا (جس کا بول بالا ہو گا)۔

فَاَوْجَسَ کے معنی ہیں اَضْمَرَ یعنی خوف چھپایا۔ خَافَ اصل میں خَوِفَ ہے واؤ مکسور کسرہ کی وجہ سے یاء میں تبدیل ہوئی اور اس سے مصدر خِيْفَةً ہے۔ فرماتا ہے: فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ○ (طٰہٰ: ۶۸، ۶۹) موسیٰؑ اپنے جی میں ڈرے۔ ہم نے کہا: مت ڈر تو ہی غالب ہو گا۔ اس آیت سے بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تسلی دی گئی ہے جو طٰہٰ کے مفہوم کے عین مطابق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات دہرانے سے مقصود آپؐ کی تسلی ہے۔ ان آیات میں بتایا گیا ہے کتنی ہی خوفناک سازشیں تیرے خلاف کی جائیں اور تیرے مخالف متفق ہو کر تیرے خلاف اُٹھیں تو وہ تجھے نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى غلبہ تجھے ہی حاصل ہو گا۔

فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ: اس فقرہ میں حرف فِيْ بمعنی عَلٰی ہے۔ کھجور کے تنوں پر میں تمہیں سولی دوں گا اگر تم نے موسیٰؑ کا ساتھ دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نہایت تلخ سزا۔ فرماتا ہے: قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَاۤ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى ○ (طٰہٰ: ۷۲) (فرعون نے) کہا کیا تم میری اجازت سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے ہو۔ یقیناً وہ تمہارا سردار ہے جس نے تمہیں یہ شعبدہ بازی سکھائی ہے۔ اس لئے میں تمہارے ہاتھ پاؤں اس خلاف ورزی کی وجہ سے کٹوا دوں گا اور تمہیں کھجور کے تنوں سے لٹکا کر سولی دوں گا اور تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کون سخت اور دیرپا سزا دینے پر قادر ہے۔ مسلمانوں کے حق میں اس آیت کی تطبیق یہ ہے کہ اگر اُنہوں نے غیر مسلم حکام کا ساتھ نہ دیا اور اُن کا مذہب نہ اختیار کیا تو نہایت تلخ زندگی کا مزا اُنہیں چکھایا جائے گا۔

خَطْبُكَ کے معنی ہیں: تیرا حال۔ مَابَالُکَ؟ یعنی تیرا کیا حال ہے یا کیا وجہ ہے؟ فرماتا ہے: قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ○ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ○ (طٰہٰ: ۹۶، ۹۷) یعنی (موسیٰؑ نے سامری سے) کہا: اے سامری! کیا وجہ ہے کہ تو نے اتنا بڑا ناگوار کام کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے وہ بات تاڑلی تھی جو اُنہیں نہیں سوجھی۔ اس لئے میں نے رسول کی باتوں سے ایک چھوٹی سی بات اختیار کی جسے میں نے پھینک دیا اور میرے نفس نے یہی چیز اچھی صورت میں سوجھائی۔ الفاظ فَاَوْجَسَ، فِيْ جُذُوْعِ، خَطْبُكَ اور مِسَاسَ کی شرح ابوعبیدہؒ سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۴۹)

لَا مِسَاسَ سے معلوم ہوتا ہے کہ سامری کو مقاطعہ کی سزا دی گئی تھی۔ چنانچہ فرماتا ہے: قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ○ (طٰہٰ: ۹۸) یعنی کہا تو جا اس دنیا میں تیری یہی سزا ہے کہ تو کہتا رہے مجھے نہ چھوؤ (تعلق نہ رکھو) اور تیرے لئے سزا کا ایک وقت مقدر ہے جسے تو نہیں ٹال سکے گا اور تو اپنے معبود کی طرف دیکھ جس

کے سامنے بیٹھ کر تو اس کی پرستش کیا کرتا تھا ہم ضرور اس کو جلائیں گے اور پھر اس کی راکھ سمندر میں پھینک دیں گے۔

سورۃ الکہف، سورۃ مریم اور سورۃ طٰهٰ کا موضوع مدنظر رکھا جائے تو اسلام میں سامری کے قائم مقام وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ عُلَمَاؤُهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ[1] کے مصداق ہیں، جس کی وجہ سے اُمت محمدیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی۔ موجودہ قابل افسوس حالت اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی جس طرح انذار کا یہ حصہ پورا ہوا ہے بشارت والا حصہ بھی اس زمانہ میں پورا ہونا تھا جس کے لئے خود علماء ہی نے چودھویں صدی کا زمانہ مقرر کیا تھا۔[2] تینوں باتیں پوری ہو چکی ہیں مسیحی فتنہ کی شدت، علماء کا شرعظیم اور مسیح ابن مریم کا ظہور۔ اس کے بعد کیا انتظار ہے؟

لَنَنْسِفَنَّهٗ کے معنی ہیں کہ ہم سمندر میں اُسے اُڑا دیں گے یعنی ہوائیں بچھڑے کی راکھ کو منتشر کر دیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بظاہر گوسالہ سامری سے متعلق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ کا اعادہ بموجب اس کی اپنی تصریح کے اور اس سورۃ کے سیاق کی رو سے یہ پیشگوئی ہے جس کا تعلق ان بحری اور فضائی جنگوں سے ہے جن میں دجالی اقوام کی تباہی مقدر ہے۔

یہ امر کہ آیا فی الواقعہ گوسالہ سامری کے اس تذکرہ کا تعلق مسیحی اقوام کی بحری اور ہوائی جنگوں سے ہے۔ آیات کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے۔ فرماتا ہے: لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ○ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ○ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ○ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَ سَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ○ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَ نَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ○ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ○ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ○ (طٰهٰ:۹۸تا۱۰۵) یعنی ہم اس کو جلائیں گے اور پھر اُس کو سمندر میں پھینک دیں گے۔ تمہارا معبود تو صرف وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اپنے علم سے ہر چیز پر محیط ہے۔ اسی طرح ہم گزرے ہوئے واقعات کی خبریں تم پر بیان کرتے ہیں اور یقیناً ہم نے اپنے حضور سے تجھے یہ ذکر عطا کیا ہے۔ جو اس سے منہ پھیرے گا، وہ قیامت کے روز ایک بہت بڑا بوجھ اُٹھائے گا۔ اس حالت میں وہ بڑی دیر تک رہیں گے۔ قیامت کے روز یہ بوجھ بہت تکلیف دہ ہوگا۔ جس روز بگل پھونکا جائے گا اور مجرموں کو ہم اس روز جن کی آنکھیں نیلی ہیں ہنگامہ آرائی کے لئے اکٹھا کریں گے۔ (ان کی آوازیں دھیمی ہو جائیں گی) وہ آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کریں گے کہ تم تو صرف دس (صدیاں) ہی (اس دنیا میں حاکم) رہے ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ

[1] (شعب الایمان للبیہقی، (۱۸) باب فی نشر العلم، فصل قال وینبغی لطالب العلم أن یکون تعلمه...، جزء ۳ صفحہ ۳۱۷)

[2] (حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ، فصل شانزدہم دربیانِ بعثتِ مجددین بر سرِ ہر مائۃ، صفحہ ۱۳۹) (احوال الآخرۃ کلاں مصنفہ مولوی محمد دلپذیر، ابتداء آثار قیامت کبریٰ کہ اوّل آن ظہور امام مہدی علیہ السلام است۔ صفحہ ۵۰، ۵۱)
(اقتراب الساعۃ، خاتمۃ الرسالہ، صفحہ ۲۲۱) (النجم الثاقب حصہ دوم، حاشیہ صفحہ ۲۰۹)

کہہ رہے ہوں گے، جب ان میں سے سب سے زیادہ مذہب کا پابند کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ہی رہے ہو۔

ان آیات میں مندرجہ ذیل باتیں واضح طور پر بیان ہوئی ہیں۔

۱. پہلے واقعات کی خبریں بطور پیشگوئی بیان ہوئی ہیں اور ان کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے۔

۲. نیلگوں آنکھوں والے مجرموں کے لئے اسی دنیا میں ایک بہت بڑا محشر تیار کیا جائے گا جس سے ان کے بڑے بڑے بول پست ہو جائیں گے۔

۳. ان عیسائی مجرموں کا زمانہ حکومت خواہ کتنا بھی دراز ہو دس صدیوں سے متجاوز نہیں ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمائی ہے کہ یوم سے مراد ایک ہزار سال ہے۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ (الحج: ۴۸) کہ تیرے ربّ کے نزدیک ایک دن تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ یہ ایک ہزار سال کی میعاد وہی ہے جس کا تعلق الٰہی گرفت سے ہے۔ چنانچہ اس آیت میں پہلے فرماتا ہے: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ (الحج: ۴۸) اور یہ لوگ عذاب الٰہی کی نسبت جلدی چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً (طٰهٰ: ۱۰۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اپنے مذہبی رہنما کے نزدیک انکی مذہبی کتابوں کی پیشگوئیوں کی رو سے موعودہ محشر سے متعلق یہی اندازہ ہے۔ یہ مضمون لمبا ہو جائے گا اگر عیسائی مصنفین کے حوالے نقل کئے جائیں۔

۴. مذکورہ بالا صراحت کے معاً بعد یہ آیات ہیں: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ○ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ○ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ○ (طٰهٰ: ۱۰۶ تا ۱۰۸) اور وہ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں تو اُن سے کہہ کہ میرا ربّ اُنہیں اڑا دے گا اور چٹیل میدان کی صورت میں انہیں چھوڑ دے گا کہ اس میں کوئی موڑ یا نشیب وفراز تو نہیں دیکھے گا۔

اس آیت میں لفظ نَسف دہرایا گیا ہے جو پہلے لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ (طٰهٰ: ۹۸) میں ابھی گزر چکا ہے جس سے ظاہر ہے کہ گوسالہ سامری کا ذکر ضمناً ہے اور دراصل اس کا تعلق دجالی اقوام سے متعلق عظیم الشان انذاری پیشگوئی سے ہے جس کا ذکر کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ کٓهٰيٰعٓصٓ باب ۶ کی تشریح میں گزر چکا ہے۔ وہاں بھی پہاڑوں کے گرائے جانے کی واضح پیشگوئی ہے۔

مذکورہ بالا پیشگوئی کے ضمن میں ایک اور اہم بات کا ذکر کرنا ضروری ہے جس سے واقعات کی مماثلت کا مزید علم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں شرک کی تعلیم دی اور انہیں گوسالہ پرستی کی طرف مائل کیا۔ ہو بہو اسی کے مشابہ واقعہ کا تعلق مسلمانوں کی بداعتقادی اور بدعملی سے ہے کہ انہوں نے ہندوستان کی گوسالہ پرست مشرک ہندو اقوام کے درمیان عرصہ دراز تک بود وباش رکھنے کی وجہ سے ان کے مشرکانہ عقائد اور بدرسوم اخذ کیں اور اس سے نہایت درجہ متاثر ہوئے کہ ان بدرسوم کا استیصال کارِ دارد ہے۔ مصریوں کی گوسالہ پرستی جس کی نقل سامری نے کی، ہندوؤں کی گوسالہ پرستی سے بہت کم درجے کی تھی۔ وہ اپنے

دیوتاؤں کے لئے گائے کی قربانی کرتے تھے اور اسے مقدس سمجھتے تھے لیکن ہندوؤں کی گوسالہ پرستی اس شدت کی ہے کہ اس کا پیشاب و گوبر اُن کے نزدیک پوتر (مقدس) ہے اور اس کا پیشاب پیتے ہیں اور اسی انتہائی محبت کی طرف آیت وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (البقرۃ:۹۴) میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی وہ بچھڑے کی محبت پلائے گئے۔ پیشاب تک پینے سے عار نہ کرنا اس سے بڑھ کر اور کیا محبت ہو سکتی ہے۔ اسی محبت کی دیوانگی میں وہ سینکڑوں مسلمانوں کو ذبح کر دینے کو عین ثواب سمجھتے ہیں، اگر اُنہیں معلوم ہو جائے کہ فلاں گاؤں میں مسلمانوں نے گائے کی ہتک کی ہے یا اسے ذبح کیا ہے۔ آئے دن بھارت میں مسلمانوں کو اب تک ذبح کیا جاتا ہے۔ محض اس لیے کہ یہ خبر اڑادی جاتی ہے کہ گائے ذبح کی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو مع ان کے گھروں کے جلا کر راکھ کر دیا جاتا ہے۔ شاید ہمارے اس بیان کو کوئی مبالغہ سمجھے کہ ہندوؤں کے نزدیک گائے نہایت ہی مقدس جانور بلکہ دیوی ہے جس کا پیشاب، گوبر وغیرہ بھی مقدس یقین کیا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک گائے کا دودھ، دہی، گھی، پیشاب اور گوبر کا معجون مرکب، بدہضمی، مرگی اور امراضِ آسیب (جنون) کے لئے مفید ہے۔ (رسالہ آریہ مسافر لکھنو ۱۳ا کتوبر ۱۹۲۷) مشہور پنڈت دھرم بھکشو اسی رسالے میں لکھتے ہیں گائے کا پیشاب ہاضم، مقوی معدہ، عقل کا تیز کرنے والا، بلغم اور بلغمی امراض، جذام، امراض شکم، یرقان، حرارت جگر، بواسیر، کھجلی، سوزش، ورم منہ، آشوب چشم، جِلدی امراض اور مستورات کی اندرونی اور بیرونی بیماریوں کو دور کرنے والا ہے۔ (رسالہ آریہ مسافر لکھنو ۱۳ا کتوبر ۱۹۲۷)

سورۃ الکہف اور سورۃ مریم کی شرح میں بتایا جا چکا ہے کہ ہمارے اس موعودہ زمانے میں ہم میں سے ایک نذیر آیا جس نے مذکورہ بالا ہنگامہ محشر برپا ہونے سے بہت قبل بڑے زور آور حملوں کے بارے میں کھلے الفاظ میں خوف دلایا اور پانچ تہلکہ برپا کرنے والے زلزلوں کی نسبت اطلاع دی اور اس اطلاع میں وضاحت کی کہ میری یہ پیشگوئی کتاب اللہ کی آیات میں سے ایک بہت بڑا نشان ہو گا۔ اس انذار کی نسبت خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے یہ الفاظ ہیں:

”چمک دکھلاؤں گا تم کو اِس نشاں کی پنج بار“

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۹۵)

اِن الفاظ کے علاوہ زلزلے کا لفظ بھی بار بار آیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ (الزلزال:۲) ہے، یعنی ساری زمین زلزلوں سے ہلائی جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس انذار کے بارے میں اِن الفاظ میں وضاحت کی ہے:

”اس وحی الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ محض اس عاجز کی سچائی پر گواہی دینے کے لئے اور محض اس غرض سے کہ تا لوگ سمجھ لیں کہ میں اس کی طرف سے ہوں، پانچ دہشت ناک زلزلے ایک دوسرے کے بعد کچھ کچھ فاصلہ سے آئیں گے تا وہ میری سچائی کی گواہی دیں اور ہر ایک میں اُن میں سے ایک ایسی چمک ہو گی کہ اس کے دیکھنے سے خدا یاد آ جائے گا اور دلوں پر اُن کا ایک خوفناک

اثر پڑے گا اور وہ اپنی قوت اور شدت اور نقصان رسانی میں غیر معمولی ہوں گے جن کے دیکھنے سے انسانوں کے ہوش جاتے رہیں گے۔ یہ سب کچھ خدا کی غیرت کرے گی...... سوائے سننے والو! تم سب یاد رکھو کہ اگر یہ پیشگوئیاں صرف معمولی طور پر ظہور میں آئیں تو تم سمجھ لو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ لیکن ان پیشگوئیوں نے اپنے پورے ہونے کے وقت دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا اور شدت گھبراہٹ سے دیوانہ سا بنا دیا اور اکثر مقامات میں عمارتوں اور جانوں کو نقصان پہنچایا تو تم اس خدا سے ڈرو جس نے میرے لئے یہ سب کچھ کر دکھایا۔ وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے، اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے۔“

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۹۵، ۳۹۶)

اس پیشگوئی کے تعلق میں آپ لکھتے ہیں کہ تھوڑی غنودگی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے ایک کاغذ پر لکھا ہوا مجھے یہ دکھلایا کہ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ یعنی قرآن شریف کی سچائی پر یہ نشان ہوں گے۔ اس وضاحت سے پایا جاتا ہے کہ ہمارے زمانے کے نذیر کی انذاری پیشگوئیاں درحقیقت مثنیٰ ہیں اور اُن میں مسیحی دجالی اقوام کی اُس انذاری پیشگوئی کا اعادہ اور یاددہانی ہے جو سورۃ الکہف، سورۂ مریم اور سورۃ طٰہٰ کا موضوع ہیں۔ اس تعلق کی وجہ سے مجھے ان تمام باتوں کا ذکر کرنا پڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: قَاعًا یعنی چٹیل سطح زمین جس میں پانی بھر جائے۔ عبدالرزاق نے بواسطہ معمر قتادہؒ سے قَاعًا صَفْصَفًا کے معنی چپٹی ہموار سطح زمین کے بتائے ہیں۔ فراء ادیب نے بھی یہی معنی کیے ہیں اور بتایا ہے کہ ایسی صاف زمین جہاں کوئی روئیدگی نہ ہو اور چکنی ہونے کی وجہ سے قدم نہ ٹھہر سکے۔ یعنی پھسلاؤ زمین (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۴۹) اس لفظ سے یہ آیت مراد ہے: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ○ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ○ (طٰہٰ: ۱۰۶، ۱۰۷) یہ آیت مع ترجمہ اپنے سیاق کے ابھی گزر چکی ہے۔

مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ: اس سے مراد سونے کا زیور ہے جو بنی اسرائیل کے گھروں میں بصورت مستعار موجود تھا۔ مصری لوگ اُن سے قرضہ لیتے اور اس کے عوض میں اپنا زیور رہن رکھتے جیسا کہ ہمارے ہاں زمیندار ساہوکاروں وغیرہ سے روپیہ لینے پر اپنا زیور رہن رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی یہ طریق تھا اور جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے ہیں تو یہ زیور بھی ان کے پاس ہی تھا اور یہی اکٹھا کر کے سامری کے حوالے کیا۔ یہاں لفظ اثقال سے یہی زیور مراد ہے جسے ڈھال کر سونے کا بچھڑا پرستش کے لئے بنایا گیا۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے: قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ○ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِيَ ○ (طٰہٰ: ۸۸، ۸۹) اُنہوں نے کہا: ہم نے تیرے وعدہ کو اپنے اختیار سے ردّ نہیں کیا بلکہ لوگوں کی زیب و زینت کا جو بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا۔ اُسے ہم نے اپنی کاریگری

سے اس صورت و شکل میں بنایا ہے۔ کیونکہ سامری نے یہی تجویز کی اور اُن کے لئے ایک بچھڑے کا نمونہ بنا دیا جو بے جان جسم تھا اس سے ایک بے معنی آواز نکلتی تھی اور لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارا اور موسیٰؑ کا معبود ہے جو وہ بھول گئے۔ اس آیت میں قَذَفْنٰهَا کے معنی ہیں اَلْقَيْنٰهَا جو صَنَعْنٰهَا کا مترادف ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اَلْقَى السَّامِرِيُّ یعنی سامری نے اپنی کاریگری سے سونے کو اس شکل میں ڈھالا ہے جس میں سے آواز پیدا ہوتی ہے اور اس نے کہا: اسے پوجو یہی تمہارا اور موسیٰؑ کا ربّ ہے جسے وہ بھول گئے۔ گوسالہ پرستی کے تعلق میں ذکر گزر چکا ہے اور بتایا جا چکا ہے۔ سامری اور بنی اسرائیل کا ذکر یہاں بطور کہاوت نہیں کیا گیا جیسا کہ اسی سورۃ میں صراحت سے بتایا گیا ہے کہ یہ غیب کی اہم خبریں ہیں جن کا تعلق مسلمانوں کی قوم سے ہے۔

هَمْسًا کے معنی ہیں قدموں کی آہٹ۔ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ○ (طٰهٰ: ۱۰۹) اس دن وہ دعوت حق دینے والے کی اتباع کریں گے جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہیں اور رحمٰن کے لئے تمام آوازیں دھیمی ہو جائیں گی تو سوائے آہٹ کے نہیں سنے گا۔

الْاَعْمٰى کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے اندھا۔ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا حالانکہ میں دنیا میں خوب دانا بینا تھا۔ فریابی نے یہ معنی مجاہد سے نقل کیے ہیں۔ پوری آیت یہ ہے: قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ○ (طٰهٰ: ۱۲۶) اس نے کہا: اے میرے ربّ! مجھے کیوں اندھا اُٹھایا بحالیکہ میں (دنیا میں) خوب دانا بینا تھا۔ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ○ (طٰهٰ: ۱۲۷) اللہ تعالیٰ نے کہا: اس طرح ہماری آیات تیرے پاس آئی تھیں جسے تو نے بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا جائے گا۔ لفظ هَمْس اور اَعْمٰى کا مذکورہ بالا مفہوم مجاہد اور قتادہ سے منقول ہے۔ ابوعبیدہ نے هَمْسًا کے معنی صَوْتًا خَفِيْفًا کئے ہیں یعنی بھنک۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۰) سلسلۂ مجازات کے تعلق میں یہ ذکر کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ قیامت کے روز جنت و دوزخ دراصل انسانی اعمال کے ہی تمثلات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فلسفہ اُصولِ اسلامی میں اس حقیقت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

> ”قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال اور آثار ہیں۔ کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثّل ہوں گے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہوں گے۔ ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین پر درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں۔ **بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت دوزخ انہی اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔**“

(اسلامی اُصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۳)

بِقَبَسٍ کے متعلق بتایا ہے کہ ضَلُّوا الطَّرِيْقَ وَكَانُوْا شَاتِيْنَ یعنی وہ راستے سے بھٹک گئے اور سردی سے ٹھٹھر رہے تھے، ابن عیینہ نے بسند عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔(فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۰) ضَالِّیْن (گم کردہ راہ ہدایت یعنی مسیحی اقوام) سردی میں ٹھٹھریں گی اور خواہش کریں گی کہ کاش کوئی دھکتا انگارہ ہی مہیا کردے جس سے گرمی حاصل کرسکیں یا اس کی روشنی سے راہ نجات دیکھ سکیں گویا وہ بوجہ اندھاپن کے تاریکی میں ہوں گے۔ اس لئے قَبَسٍ کی خواہش کریں گے۔ یہ تمثیلی بیان ہے جس کا ذکر بحوالہ حضرت مسیح علیہ السلام متی میں بھی پایا جاتا ہے۔ آپؑ نے تمثیل بیان فرماتے ہوئے آخر میں یہ بتایا کہ

"اس پر بادشاہ نے خادموں سے کہا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر باہر اندھیرے میں ڈال دو۔ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ کیونکہ بلائے ہوئے بہت ہیں مگر برگزیدہ تھوڑے۔"

(متی باب۲۲: ۱۳، ۱۴)

آگ کے انگارے کا ذکر سورۃ طٰهٰ میں جو آیا ہے، اس سے مراد نور و نارِ ہدایت ہے۔ فرماتا ہے: وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ (طٰهٰ: ۱۰، ۱۱) (اور کہا:) تیرے پاس موسیٰؑ کا واقعہ پہنچا ہے (یا نہیں) جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اس نے اپنے اہل سے کہا (یہیں) ٹھہرے رہو۔ میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں وہاں جاکر اس آگ سے کوئی انگارہ تمہارے لئے بھی لے آؤں یا اس آگ کے طفیل راہنمائی حاصل کروں۔ چونکہ جو تجلی حضرت موسیٰؑ پر اس نظارے سے ہوئی وہ آگ کی شکل میں تھی اس لئے اس نظارے کی نسبت سے سب الفاظ بطور استعارہ بولے گئے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر یہ تجلی شخصی ہے تو میں آگ پر اپنے لئے ہدایت حاصل کروں گا، اگر قومی ہے تو تمہارے لئے روشنی اور ہدایت کا سامان لاؤں گا، جس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے۔ (دیکھئے تفسیر صغیر، سورۃ طٰهٰ حاشیہ آیت نمبر ۱۱) وادیٔ طُویٰ میں جانے سے دونوں باتوں میں سے کوئی نہ کوئی بات حاصل ہوگی وصالِ الٰہی یا تمہاری ہدایت کا سامان۔ یہ واقعۂ تجلی، سورۃ نمل میں بھی تقریباً انہی الفاظ میں بیان ہوا ہے اور وہاں زیادہ تفصیل ہے اور یہ الفاظ ہیں: سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ (النمل: ۸) یعنی میں یقیناً تمہارے پاس وہاں سے کوئی اہم خبر لاؤں گا یا تمہارے پاس ایک چمکتا ہوا انگارہ لاؤں گا تاکہ تم آگ سینکو (اور اپنے ٹھٹھرنے کو دور کرو۔) یہ الفاظ بھی استعارہ ہی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کا پہلا قول ابن عیینہ نے بواسطہ عکرمہ نقل کیا ہے اور ابوذر کے نسخہ صحیح بخاری میں تُوْقِدُوْنَ کی جگہ تَدْفَئُوْنَ نقل کیے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۰) دَفَأَ کے معنی ہیں سردی دور کرنے کے لئے گرمی حاصل کرنا۔ اوپر جو مفہوم بیان کیا گیا ہے وہ اسی لفظ کو مد نظر رکھ کر ہے۔ ایسے تمثیلی استعارات انبیاء کے محاورے میں بکثرت استعمال ہوتے رہے ہیں۔

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً: یعنی (بلحاظ طریق اور مذہب) باقی لوگوں کی نسبت نہایت اعتدال پر ہے۔ لفظ اَمْثَل کی یہ شرح ابن عیینہ سے منقول ہے۔ لیکن طبری نے سعید بن جبیر سے اَوْفَاهُمْ عَقْلًا نقل کئے ہیں۔ یعنی عقل میں سب

سے بڑھ کر۔ ایک دوسری روایت میں یہ معنی بیان کئے گئے ہیں: اَعْلَمُهُمْ فِیْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اُن میں سے سب سے بڑھ کر عالم (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۰) یہ لفظ سورۃ طٰهٰ کی اس آیت میں آیا ہے: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ○ (طٰهٰ: ۱۰۵) یعنی ہم خوب جانتے ہیں وہ بات جو وہ کہیں گے جب ان میں سے بلحاظ مذہب کے سب سے زیادہ عالم، عاقل اور عمل کرنے والا کہے گا تم تو صرف ایک دن ہی رہے ہو۔ اس آیت سے پہلے آیت یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ... آیا ہے۔ دونوں آیتوں کا مفہوم پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

هَضْمًا: بمعنی ظلم یعنی کمی۔ فرماتا ہے: فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا یعنی ظلم یا نیکیوں کے ثواب میں کمی کا اسے ڈر نہیں ہوگا۔ هَضْم کا یہ مفہوم ابن ابی حاتم نے بحوالہ سند علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۰) پوری آیت یہ ہے: وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا یَخٰفُ ظُلْمًا وَّ لَا هَضْمًا ○ (طٰهٰ: ۱۱۳)[۱] اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ جب قیامت خیز گھڑی دنیا میں برپا ہوگی تو پہاڑوں جیسی رکاوٹیں دور کی جائیں گی اور خدائے حي و قیوم کے سامنے تمام گردنیں جھک جائیں گی۔ ظالم نامراد ہوگا اور مومن نیک بدلہ پائے گا۔ اس پر کسی قسم کی زیادتی یا اس کے حق میں سے کمی نہ ہوگی۔

عِوَجًا وَادِیًا وَّ لَآ اَمْتًا رَابِیَةً کے معنی ہیں کہ کوئی نشیب و فراز نہیں ہوگا۔ یہ تفسیر اس آیت کی ہے: لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّ لَآ اَمْتًا ○ (طٰهٰ: ۱۰۸) یعنی تو اس میں نشیب و فراز نہیں دیکھے گا۔ اس آیت سے پہلی آیت میں پہاڑ اُڑائے جانے کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پہاڑوں کو اُڑا کر صاف چٹیل میدان بنا دیا جائے گا۔ اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے عربی لغت میں پہاڑ کے معنی بڑے آدمی بھی کیے گئے ہیں اور رکاوٹ بھی۔ عِوَجًا وَّ لَآ اَمْتًا کے معنی ٹیڑھا پن اور موڑ ابو عبیدہؒ سے مروی ہیں۔ یعنی سطح زمین بالکل ہموار ہو جائے گی۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۰) سیاق کلام سے پایا جاتا ہے کہ نشیب و فراز پستی و بالائی کا فرق ہر طرح سے دور کر کے پورا پورا عدل قائم ہوگا اور بنی نوع انسان صحیح مساوات سے بہرہ ور ہوں گے۔

ضَنْكًا بمعنی شقاوت، تلخی، مصیبت اور بدبختی۔ یہ معنی مذکورہ بالا راویوں ہی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کئے ہیں اور عکرمہ سے بھی یہی معنی مروی ہیں اور قیس بن ابی حازم سے رِزْقًا فِیْ مَعْصِیَةٍ منقول ہیں یعنی الٰہی احکام کی معصیت کر کے رزق کا ملنا۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۱) فرماتا ہے: وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی ○ (طٰهٰ: ۱۲۵) اور جس نے میری یاد دہانی سے اعراض کیا تو اسے تکلیف دہ زندگی مقدر ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اُٹھائیں گے۔

هَوٰی کے معنی ہیں شقی ہو گیا، بے نصیب ہوا، ذلیل ہو گیا۔ فرماتا ہے: کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ ۚ وَ مَنْ یَّحْلِلْ عَلَیْهِ غَضَبِیْ فَقَدْ هَوٰی ○ (طٰهٰ: ۸۲) یعنی کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو ہم نے

---

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور وہ جس نے اس حال میں نیکیاں کی ہوں گی کہ وہ مومن تھا تو وہ کسی ظلم یا حق تلفی کا خوف نہیں کرے گا۔

تمہیں بطور رزق دی ہیں اور اس (رزق) کے بارے میں حدود سے نہ بڑھو تا ایسا نہ ہو کہ تم پر میرا غضب نازل ہو اور جس پر میرا غضب نازل ہو وہ بلند مقام سے گر جاتا ہے۔

بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ سے مراد مبارک وادی ہے جس کا نام طُوًی ہے۔ اس سے سورۃ طٰهٰ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ والی تجلی کا نظارہ دیکھا تو وہاں وہ آئے اور اُن سے کہا گیا: اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○ (طٰهٰ:۱۳، ۱۴) یعنی یقیناً میں ہی تیرا ربّ ہوں اس لئے اپنی جوتیاں اُتار کر پھینک دے کیونکہ تو وادی مقدس میں ہے جو طُوًی ہے۔ اور میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا ہے۔ پس جو وحی کی جاتی ہے اسے توجہ سے سن۔ بعض نے طُوًی سے اللَّيْل یعنی رات مراد لی ہے۔ کہتے ہیں اَتَيْتُکَ طُوًی مِنَ اللَّيْلِ میں رات کے وقت تیرے پاس آیا۔

(عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۵۹)

لفظ نَعْل بطور استعارہ و مجاز استعمال ہوتا ہے۔ کہتے ہیں: اِخْضَرَّتْ نِعَالُ الْقَوْمِ۔ قوم کی جوتیاں ہری بھری ہو گئیں۔ یعنی لوگ ہرے بھرے (خوشحال) ہو گئے۔ (المعجم الوسیط، نعل) خَلَعَ نَعْلَيْهِ کے معنی ہیں جوتیاں جھاڑ دیں، اُتار دیں۔ یعنی دنیاوی تعلقات توڑ دیئے۔ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ سے یہی مراد ہے کہ دنیا کے تعلقات سے الگ ہو جا۔ (دیکھئے تفسیر صغیر، سورۃ طٰهٰ، حاشیہ زیر آیت اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ...)

بِمَلْكِنَا کے معنی ہیں اپنے اختیار سے۔ گوسالہ پرستی کے تعلق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم معذرت کرتی اور کہتی ہے: مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ○ (طٰهٰ:۸۸) یعنی ہم نے تیرے وعدے کی اپنے اختیار سے خلاف ورزی نہیں کی بلکہ فرعون کی قوم کے زیورات کا جو بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا اس کو ہم نے ڈال دیا اور سامری نے اپنی کاریگری سے یہ شکل بنائی۔

مَكَانًا سُوًى: یعنی ایسی جگہ جو درمیان میں ہو، فاصلہ دونوں فریقین کے لئے برابر ہو۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق کہا کہ وہ اپنی شعبدہ بازی اور دلفریب باتوں سے تم لوگوں کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ○ (طٰهٰ:۵۹) یعنی ہم تیرے مقابلے میں ویسی ہی شعبدہ بازی لائیں گے سو ہمارے اور اپنے درمیان ایسا مقام وعدے کا مقرر کر جس سے نہ ہم پیچھے ہٹیں اور نہ تو۔ ایسی جگہ ہو جو درمیان کے برابر فاصلے پر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ○ وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ○ (طٰهٰ:۴۱، ۴۲) اور تو نے ایک جان قتل کر دی تھی پھر ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور آزمائشوں کی کٹھالی میں ڈال کر تجھے اچھی طرح کندن کیا اور تو اہل مدین میں کئی سال رہا پھر ٹھیک اندازے پر پہنچ گیا اے موسیٰ اور میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے تیار کر کے چن لیا ہے۔ قَدَر کے معنی ہیں صحیح اندازہ، مقررہ وقت۔

لَا تَنِيَا لَا تَضْعُفَا یعنی تم دونوں کمزور نہ ہو۔ یہ وَنَى يَنِي سے ہے۔ ضَعُفَ يَضْعُفُ ضَعْفًا کے معنی ہیں

کمزور ہونا۔ لَا تَنِیَا کے یہ معنی بسند مجاہد حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔(فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۱) اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ○ (طٰهٰ:۴۳) یعنی تو اور تیرا بھائی میرے نشانوں کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں دونوں نے کوتاہی نہیں کرنی۔

بَاب ١ : وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ○ (طٰهٰ:٤٢)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) میں نے تجھے تیار کر کے اپنی ذات کے لئے چن لیا ہے

٤٧٣٦ : حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَقَى آدَمُ وَمُوسَى فَقَالَ مُوسَى لِآدَمَ آنْتَ الَّذِي أَشْقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ لَهُ آدَمُ آنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَتِهِ وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهِ وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَاةَ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَوَجَدْتَّهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَنِي قَالَ نَعَمْ. فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى. الْيَمُّ (طٰهٰ:٩٨) الْبَحْرُ.

أطرافه: ٣٤٠٩، ٤٧٣٨، ٦٦١٤، ٧٥١٥-

۴۷۳۶: صلت بن محمد نے ہمیں بتایا۔ مہدی بن میمون نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: آدمؑ و موسیٰؑ آپس میں ملے۔ تو موسیٰؑ، آدمؑ سے کہنے لگے: آپ ہی وہ (آدم) ہیں جنہوں نے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا اور اُنہیں جنت سے نکالا۔ آدمؑ نے موسیٰؑ سے کہا: آپؑ ہی وہ (موسیٰؑ) ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے چنا اور اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمایا اور آپؑ پر تورات نازل کی؟ موسیٰؑ نے کہا: ہاں۔ آدمؑ نے کہا: تو پھر آپ نے (تورات میں) یہ موجود پایا ہے کہ یہ بات (جو آپ نے مجھ سے کہی ہے) میرے لئے (ازل سے) مقدر ہو چکی تھی پیشتر اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے پیدا کرتا۔ موسیٰؑ نے کہا: ہاں۔ چنانچہ آدمؑ نے موسیٰؑ کو اس دلیل سے لاجواب کر دیا۔ اَلْیَمّ کے معنی ہیں سمندر۔

بَاب ٢: وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ○ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ○ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ○ (طٰهٰ:٧٨-٨٠)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور ہم نے موسیٰ؏ کو یہ بھی وحی کی تھی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے چل اور اُن کے لئے سمندر میں ایک خشک راستہ تلاش کر۔ یہ خوف نہ کر کہ پیچھے سے آ پکڑیں گے اور نہ تجھے کسی قسم کا خدشہ ہو۔ فرعون اپنا لاؤ لشکر لے کر اُن کے پیچھے لگا مگر سمندر اُن پر اُمڈ آیا اور فرعون نے اپنی قوم کو سیدھے راستے سے بھٹکا دیا اور اُن کی راہنمائی نہ کی۔

٤٧٣٧: حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَالْيَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ فَصُومُوهُ.

٤٧٣٧: یعقوب بن ابراہیم نے مجھ سے بیان کیا کہ روح (بن عبادہ) نے ہمیں بتایا، شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوبشر نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور یہود عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، آپؐ نے اُن سے پوچھا تو وہ کہنے لگے: یہ وہ دن ہے جس میں حضرت موسیٰ؏ فرعون پر غالب آئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ان سے زیادہ موسیٰ؏ سے تعلق رکھنے والے ہیں اس لئے تم بھی اس دن روزہ رکھو۔

أطرافه: ٢٠٠٤، ٣٣٩٧، ٣٩٤٣، ٤٦٨٠۔

بَاب۳: فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ (طٰہٰ:۱۱۸)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) وہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے ورنہ تم مشقت جھیلو گے

٤٧٣٨: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَاجَّ مُوسَى آدَمَ فَقَالَ لَهُ أَنْتَ الَّذِي أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الْجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَأَشْقَيْتَهُمْ. قَالَ قَالَ آدَمُ يَا مُوسَى أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي أَوْ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى.

۴۷۳۸: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب بن نجار نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰی بن ابی کثیر سے، یحيٰی نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: موسیٰؑ نے آدمؑ سے بحث کی اور ان سے کہا: آپ وہی ہیں جنہوں نے اپنی لغزش کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے نکال دیا تھا اور اُن کو مشقت میں ڈال دیا۔ آپؐ نے فرمایا: آدمؑ نے کہا: موسیٰؑ آپ وہی ہیں جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لئے چنا، کیا آپؐ مجھے ایسی بات پر ملامت کرتے ہیں کہ جس کو اللہ نے پیشتر اس کے کہ وہ مجھے پیدا کرے میرے متعلق لکھ دیا تھا یا (فرمایا:) پیشتر اس کے کہ وہ مجھ کو پیدا کرے میرے لئے مقدر کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمؑ نے (اس دلیل سے) موسیٰؑ کو لاجواب کر دیا۔

أطرافه: ٣٤٠٩، ٤٧٣٦، ٦٦١٤، ٧٥١٥۔

تشریح: باب نمبر ا کے عنوان سے متعلق ابواحمد جرجانی کے نسخہ صحیح بخاری میں وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ کی جگہ حرف وَاصْطَفَيْتُكَ ہے جو تصحیف یعنی کتابت کی غلطی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۱)

باب نمبر ا تا ۳ میں مع روایات سورۃ طٰہٰ کے سیاق کلام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ تقدیرِ الٰہی ہے کہ دجالی اقوام کو غلبہ حاصل ہو جو عارضی ہو گا اور انجام کار غلبہ اس مشیتِ الٰہی کو ہی ہے جو خالق ہے اور اس نے شیطان کو حق و حکمت کے ساتھ وجود پذیر کیا ہے تاکہ مقابلہ میں انسان کے خوابیدہ قویٰ ظاہر ہوں اور وہ آہستہ آہستہ اپنی پیدائش کی غرض وغایت پوری کرنے میں کامیاب ہو۔

باب ۲ کے عنوان میں لَقَدْ بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہ آیتِ کریمہ کے خلاف ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۲) پوری آیت یہ ہے: وَ لَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ۝ (طٰہٰ: ۷۸) اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا اور اُنہیں سمندر میں خشک راستے سے گزار۔ تمہیں خوف نہ ہو کہ پیچھے سے پکڑے جاؤ گے۔ نہ (سمندر میں غرق ہونے کا) کوئی خوف ہو۔ چنانچہ فرعون نے مع اپنے لاؤ لشکر کے اُن کا تعاقب کیا اور وہ سمندر میں غرق کر دیئے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو نجات ملی۔ یہ نجات کا دن بنی اسرائیل میں منایا جاتا ہے۔ جیسا کہ روایت نمبر ۴۷۳۷ میں ذکر ہے۔ (اس تعلق میں دیکھئے کتاب الصوم تشریح باب صیام یوم عاشوراء) سورۃ طٰہٰ کے موضوع کے تعلق میں اِن تینوں ابواب کے قائم کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اِن قوموں کو خواہ کتنی ہی ڈھیل ملے اور وہ کتنی کیوں نہ زور آزمائی کر لیں۔ آخر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ہے جو مثیل موسیٰؑ ہیں۔ مسلمانوں کو آخر اِن قوموں کے تسلط سے نجات ملے گی اور یہ نجات آسمانی تدبیر سے ہو گی۔

☆☆☆

٢١ـ سُوْرَةُ الْأَنْبِيَاءِ

٤٧٣٩ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفُ وَمَرْيَمُ وَطٰهٰ وَالْأَنْبِيَاءُ هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي.

اطرافه: ٤٧٠٨، ٤٩٩٤۔

۴۷۳۹: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا کہ غندر نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعبہ نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے ابواسحاق سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سنا۔ وہ حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کرتے تھے اُنہوں نے کہا: سورۃ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ اور انبیاء یہ پہلی عمدہ سورتوں میں سے ہیں اور یہ میری پرانی یاد کی ہوئی ہیں۔

وَقَالَ قَتَادَةُ جُذٰذًا (الانبياء: ٥٩) **قَطَّعَهُنَّ. وَقَالَ الْحَسَنُ فِي فَلَكٍ** (الانبياء: ٣٤) **مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ. يَسْبَحُوْنَ** (الانبياء: ٣٤) **يَدُورُونَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَفَشَتْ** (الانبياء: ٧٩) **رَعَتْ لَيْلًا. يُصْحَبُوْنَ** (الانبياء: ٤٤) **يُمْنَعُونَ. أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً** (الانبياء: ٩٣) **قَالَ دِينُكُمْ دِينٌ وَاحِدٌ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ حَصَبُ جَهَنَّمَ** (الانبياء: ٩٩) **حَطَبٌ بِالْحَبَشَةِ.**[۱] **وَقَالَ غَيْرُهُ أَحَسُّوْا** (الانبياء: ١٣) **تَوَقَّعُوا مِنْ أَحْسَسْتُ. خٰمِدِيْنَ** (الانبياء: ١٦) **هَامِدِينَ. حَصِيدٌ مُسْتَأْصَلٌ يَقَعُ عَلَى**

اور قتادہ نے کہا: جُذٰذًا کے معنی ہیں اس نے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور حسن نے کہا: فِيْ فَلَكٍ کے معنی ہیں ہر ستارہ اپنے اپنے دائرہ میں اسی طرح گھوم رہا ہے جس طرح چرخے کی پھرکی۔ یَسْبَحُوْنَ کے معنی چکر لگاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: نَفَشَتْ کے معنی ہیں رات کو چر گئے۔ یُصْحَبُوْنَ کے معنی ہیں: بچالئے جائیں گے۔ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ (حضرت ابن عباسؓ نے) کہا: تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور عکرمہ نے کہا: حَصَبُ جَهَنَّمَ: حبشی زبان میں جلانے کی لکڑی کو کہتے ہیں۔ ان کے ماسوا اوروں نے کہا: اَحَسُّوْا یعنی اُنہیں اس کی توقع تھی۔ یہ أَحْسَسْتُ سے ہے (یعنی میں نے آہٹ پائی)

۱ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "بِالْحَبَشِيَّةِ" ہے۔ (عمدۃ القاری، جزء۱۹ صفحہ ۶۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ. لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ(الانبياء: ٢٠) لَا يُعْيُونَ وَمِنْهُ حَسِيْرٌ(الملك:٥) وَحَسَرْتُ بَعِيرِي. عَمِيْق(الحج:٢٨) بَعِيدٌ. نُكِسُوْا(الانبياء:٦٦) رُدُّوا. صَنْعَةَ لَبُوْسٍ (الانبياء:٨١) الدُّرُوعُ. تَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ (الانبياء: ٩٤) اخْتَلَفُوا. الْحَسِيسُ وَالْحِسُّ وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ الصَّوْتُ الْخَفِيُّ. اٰذَنّٰكَ (حم السجدة: ٤٨) أَعْلَمْنَاكَ، اٰذَنْتُكُمْ (الانبياء: ١١٠) إِذَا أَعْلَمْتَهُ فَأَنْتَ وَهُوَ عَلَى سَوَاءٍ لَمْ تَغْدِرْ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ(الانبياء:١٤) تُفْهَمُونَ. ارْتَضٰى(الانبياء:٢٩) رَضِيَ. التَّمَاثِيْلُ (الانبياء:٥٣) الْأَصْنَامُ. السِّجِلِّ (الانبياء:١٠٥) الصَّحِيفَةُ.

خٰمِدِيْنَ کے معنی ہیں بجھے ہوئے۔ حَصِيدٌ کے معنی ہیں جڑ سے اُکھڑا ہوا۔ یہ لفظ مفرد تثنیہ اور جمع کے لئے بولا جاتا ہے۔ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ سے مراد ہے وہ تھکتے نہیں اور اسی سے لفظ حَسِيْرٌ ہے (تھکا ماندہ) اور (کہتے ہیں:) حَسَرْتُ بَعِيرِي (میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔) عَمِيْق بمعنی دُور دراز۔ نُكِسُوْا کے معنی ہیں اُلٹا دیئے گئے۔ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ کے معنی ہیں زرہیں بنانے کا فن۔ تَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ یعنی اپنا الگ الگ راستہ اختیار کر لیا۔ الْحَسِيس، الْحِسُّ، الْجَرْسُ اور الْهَمْسُ یہ سب الفاظ ایک ہی معنوں میں ہیں یعنی بہت دھیمی آواز، آہٹ۔ اٰذَنّٰكَ کے معنی ہیں ہم نے تجھے آگاہ کر دیا۔ جب تم کسی کو آگاہ کر دو تو عربی میں کہتے ہیں اٰذَنْتُكُمْ یعنی میں نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ آگاہی میں تم اور وہ برابر ہو۔ تم نے دھوکہ نہیں دیا۔ اور مجاہدؒ نے کہا: لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ سے مراد ہے کہ شاید تمہیں سمجھ آجائے۔ (تُسْئَلُوْنَ تُفْهَمُونَ کے معنوں میں ہے۔) ارْتَضٰى کے معنی ہیں پسند کیا۔ التَّمَاثِيْلُ کے معنی ہیں بت۔ السِّجِلِّ کے معنی ہیں کاغذ۔

تشریح: روایت ۴۷۳۹ سے بتایا گیا ہے کہ پانچوں سورتیں (سورۃ بنی اسرائیل، الکھف، مریم، طٰہٰ اور الأنبیاء) مکی زندگی کے ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں۔ اس امر پر سب ثقہ راوی متفق ہیں (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۵۳) سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں محولہ بالا روایت گزر چکی ہے۔ اس سے ہماری

بات کی تائید ہوتی ہے کہ بلحاظ مضمون ان سورتوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ گذشتہ واقعات کے پیرایہ میں یہ سورتیں آئندہ کے واقعات کے متعلق اہم خبروں پر مشتمل ہیں، جن کا تعلق خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہے اور اکثر کا تعلق مابعد کے زمانہ سے ہے جو درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کا ہی تسلسل ہے۔

امام بخاریؒ نے سورۃ الانبیاء کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے شروع کیا اور بتایا ہے کہ یہ سورۃ بھی سابقہ سورتوں کے سیاق ہی میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس سورۃ میں فتنہ یاجوج ماجوج کا ذکر ہے۔ یہ قومیں بھی عیسائی ہیں اور فتنہ دجال کا تعلق اقوام یاجوج وماجوج سے ہی ہے۔ اوپر جن مفرد الفاظ کا حل نقل کیا گیا ہے ان کی شرح درج ذیل ہے۔

جُذٰذًا-قَطَّعَهُنَّ: اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ طبریؒ نے بسند سعید، قتادہؒ سے آیت **فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا** کے یہی معنی نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۳) پوری آیت یہ ہے: **فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ** ○ (الانبیاء: ۵۹) پھر اس نے ان (یعنی بتوں) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مگر ایک بڑا بت اُن کے لئے رہنے دیا تاکہ وہ اس کے پاس پھر آئیں (اور غور کریں)۔ آیات گذشتہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے کہ اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے بتوں سے متعلق ایک ایسی تدبیر کروں گا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ اس آیت کے بعد کی آیات میں اس تدبیر کا ذکر ہے۔ **فِیْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ** کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ ستارے اپنے اپنے دائرہ میں محور پر یوں گردش کر رہے ہیں جیسے چرخا اپنے محور پر چکر کھاتا ہے۔ فرماتا ہے: **وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ** ○ (الانبیاء: ۳۴) اور وہی ذات ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کیا ہے۔ یہ تمام (کواکب) اپنے اپنے محور میں بے روک تیزی سے چل رہے ہیں۔ مذکورہ بالا مفہوم سفیان بن عیینہ نے بحوالہ عمرو نقل کیا ہے یَسْبَحُوْنَ کے معنی یَدُوْرُوْنَ حضرت ابنِ عباسؓ سے ابنِ منذر نے بسند علی بن ابی طلحہ بتائے ہیں۔ اور فعل مضارع جمع مذکر سالم اس لئے ہے کہ ان کی حرکت عاقلوں کی سی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۳، ۵۵۴) (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۶۳) اور بسند مجاہد لفظ یَسْبَحُوْنَ کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے کہ جیسے چکی اپنی میخ کے ارد گرد گردش کرتی ہے۔ اسی طرح نظام شمسی وغیرہ کواکب سماویہ کا حال ہے۔ اس تعلق میں فراء ادیب نے بتایا ہے کہ یَسْبَحُوْنَ کا صیغہ جمع مذکر سالم ہے (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۴) بحالیکہ کائنات سماویہ کا ذکر ہے جو صیغہ مؤنث تَسْبَحُ چاہتا ہے۔ یہ امر قابل اعتراض نہیں۔ عربی زبان میں بہت وسعت ہے اور اس مشہور ادیب نے اس سوال کے تعلق میں سورۃ یوسف کی آیت **وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ** ○ (یوسف: ۵) کا حوالہ دیا ہے۔ یعنی سورج اور چاند دونوں کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ رَاَيْتُهُمَا کی جگہ رَاَيْتُهُمْ ہے جو صیغہ غائب جمع مذکر ہے۔

نَفَشَتْ: رات کو چر گئیں۔ اس لفظ سے یہ آیت مراد ہے: **وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ** ○ (الانبیاء: ۷۹) اور داؤد اور سلیمان (کا ذکر بھی کر) جب

وہ دونوں ایک کھیتی کے جھگڑے میں فیصلہ کر رہے تھے اس وقت کہ جب قوم کی بھیڑیں رات کو کھیتی چر گئیں اور ہم ان کے فیصلے کے گواہ تھے۔ ہمسایہ قوم نے ڈاکہ زنی کی تھی اور ملک کو نقصان پہنچایا تھا۔ جس کا ذکر عہد قدیم کی کتابوں میں موجود ہے۔

غَنَمُ الْقَوْمِ سے مراد رعایا ہے کہ ان کا خیال ایسے رکھا جاتا ہے جیسے چرواہا اپنے ریوڑ کا۔ امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ جب کھیتی رات کو چر جائیں تو کہتے ہیں نَفَشَتْ، اگر دن کو چر جائیں تو لفظ هَمَلَتْ استعمال ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۴) آیت اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ کے تعلق میں یہ بتانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اوائل عمر میں گلہ بان تھے (۱-سموئیل، باب ۱۶: ۱۱ تا ۱۳) اور گلہ بانی کا لفظ بمعنی رعیت پروری عہد قدیم کی کتاب تواریخ اول میں جگہ جگہ آیا ہے (۱-تواریخ، باب ۲۱: ۱۷) اور عہدِ قدیم میں فلستیوں، موآبیوں، مدیانیوں اور عمالیقیوں وغیرہ ہمسایہ مشرک قبائلِ فلسطین کے یروشلم پر حملہ آور ہونے اور اسے تاخت و تاراج کرنے کا بھی ذکر ہے۔ (قضاۃ باب ۳: ۱۳، ۱۴) (قضاۃ باب ۴: ۳) (قضاۃ باب ۶: ۱ تا ۶) (قضاۃ باب ۱۳: ۱) (۱-سموئیل باب ۱۲: ۹) (۱-سموئیل باب ۳۰: ۱) اللہ تعالیٰ نے انہیں ان قبائل پر فتح دی اور تابوت جو اُن سے چھن گیا تھا بیت المقدس میں دوبارہ بحال ہوا۔ (۱-سموئیل باب ۶) تواریخ دوم باب اوّل میں سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی تخت نشینی اور انہیں حکمت و معرفت سے مخصوص کئے جانے کا ذکر ہے اور اسی کتاب میں مذکور ہے کہ جو وعدۂ الٰہی حضرت داؤد علیہ السلام سے ہوا تھا اس کی تکمیل ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی اور ان کی سلطنت وسیع اور مستحکم ہوئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعے سے تابوت (عہد کا صندوق) خداوند کے گھر میں دوبارہ لایا اور نذرانہ شکر گزارا گیا۔ (۲-تواریخ باب ۵: ۱ تا ۸)

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ مسلمانوں کی کھوئی ہوئی حکومت بھی اسی طرح بحال ہوگی اور یہ وعدہ الٰہی اس وقت پورا ہوگا جب یاجوج ماجوج کا فتنہ زور پکڑے گا اور دنیا کو ان کے فتنے سے اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (بہت بڑی گھبراہٹ و پریشانی) کی گھڑی کا سامنا ہوگا۔ اس وقت ایک بہت بڑا انقلاب واقع ہوگا۔ نیا آسمان ہوگا اور نئی زمین۔ اس وقت زبور کی یہ پیشگوئی پوری ہوگی کہ زمین کے وارث نیک لوگ ہی ہوں گے۔ (زبور باب ۲۵: ۱۳) (زبور باب ۳۷: ۹)

آیات وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ... وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ○[۱] (الأنبیاء: ۱۰۸ تا ۱۱۰) سے ظاہر ہے کہ سورۃ الأنبیاء کی مذکورہ بالا پیشگوئی کا تعلق دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور اسلام

---

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت کے طور پر۔ تو کہہ دے کہ یقیناً میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس کیا تم فرمانبردار بنو گے؟ پس اگر وہ منہ موڑ لیں تو کہہ دے کہ میں نے تم سب کو برابر اطلاع کر دی ہے اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو وہ قریب ہے یا دُور۔

کے آخری غلبہ سے ہے۔ جب ساری دنیا کی قومیں توحید کو لامحالہ قبول کریں گی (دیکھئے زبور، باب ۹:۸۶) زبور کی تمام دعاؤں کا مرکزی نقطہ یہی آخری غلبہ ہے۔ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (الأنبیاء:۱۰۶) یعنی اور ہم نے زبور میں کچھ نصیحتیں کرنے کے بعد یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ارض (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

يُصْحَبُوْنَ: اس لفظ سے مراد یہ آیت ہے: اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝ (الانبیاء:۴۴) کیا ان کے لئے ایسے معبود ہیں جو اُنہیں ہماری سزا سے بچالیں گے وہ (معبود) تو اپنی جانوں کی بھی حفاظت نہیں کرسکتے اور نہ ہمارے مقابل میں ان کا کوئی ساتھ دے سکتا ہے۔ یعنی نہ کسی حملے سے یا دُکھ سکھ سے بچاسکتے ہیں یا ان کے لئے مفید صورت میں کارآمد ہوسکتے ہیں۔ مِّنْ دُوْنِنَا کے معنی ہیں جب تک ہماری مرضی نہ ہو کوئی شخص کسی کے کام نہیں آسکتا۔

اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: اُمَّة سے مراد ہے مذہب اور دین۔ طبریؒ اور ابنِ منذر نے یہ معنی نقل کیے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۴) پوری آیات یہ ہیں: اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝ (الانبیاء:۹۳، ۹۴) تمہاری اُمت (یعنی تمہارے ابدی دشمن) ایک ہی راہ پر چلنے والے ہیں اور میں تمہارا رب ہوں سو میری ہی عبادت کرو اور اُنہوں (مخالفین انبیاء) نے شریعت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے۔ اپنے آپ کو فرقوں میں بانٹ دیا۔ وہ تمام ہماری طرف ہی لوٹنے والے ہیں۔

حَصَبُ جَهَنَّمَ کے معنی ہیں جہنم کا ایندھن۔ فراء ادیب نے حضرت علی و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی قراءت بجائے حَصَبُ، حَطَبُ نقل کی ہے۔ یعنی جلانے کی خشک لکڑی اور حضرت ابن عباسؓ سے اس کی قراءت حَضَبُ منقول ہے: هُوَ مَا هَيَّجَتْ بِهِ النَّارَ جس سے آگ بھڑکائی جائے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۴) غرض اختلاف قراءت کے پیش نظر مذکورہ بالا حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ حَصَب جمہور کی قراءت ہے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ اَحَسُّوْا- تَوَقَّعُوْا: اور اُن کے سوا اَوروں نے کہا اَحَسُّوْا کے معنی ہیں انہوں نے توقع رکھی۔ اَوروں سے مراد ابوعبیدہ معمر بن مثنی لغوی ہیں۔ امام بخاریؒ نے جن کا حوالہ بکثرت دیا ہے۔ کبھی ان کا نام کھلے طور پر لیا ہے اور کبھی مبہم رکھا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۴) پوری آیت یہ ہے: فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ (الانبیاء:۱۳) یعنی جب (ظالموں) نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو اس سے (بچنے کے لئے) دوڑنے لگے اور مومنوں کے متعلق فرماتا ہے: لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۳) اس کی آواز تک نہیں سنیں گے اور اس حالت میں جسے ان کے جی چاہتے ہیں ہمیشہ رہیں گے۔

خٰمِدِيْنَ کے معنی ہیں بجھے ہوئے۔ فرماتا ہے: قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ (الانبیاء ۱۵، ۱۶) اُنہوں نے کہا: ہائے افسوس ہم ہی ظالم ہیں۔ وہ یہی بات پکار کرکہتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم انہیں ایک جڑ سے کٹے ہوئے کھیت کی طرح کردیں گے۔ بجھی ہوئی راکھ کی مانند

ہوں گے (یعنی برباد بے رونق۔) اس آیت سے قبل فرماتا ہے: وَ كَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۲) اور کتنی ہی بستیاں جو ظالم تھیں ہم نے کاٹ کر رکھ دیں اور ان کے بعد دوسری قوموں کو اٹھایا۔

لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ سے یہ آیت مراد ہے: وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ○ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ○ (الانبیاء: ۲۰، ۲۱) اور جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے ہیں اور جو اس کے حضور ہیں وہ اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں۔ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ رُکتے نہیں۔

عَمِيْقٌ کے لفظی معنی ہیں گہرے۔ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ: گہرے (دور دراز کے) راستے۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ (الحج: ۲۸) اور تمام لوگوں میں اعلان کردے وہ حج کی نیت سے تیرے پاس آیا کریں۔ پیدل بھی اور ایسی سواریوں پر جو دور دراز گہرے راستوں سے سفر کرتے ہوئے آئیں۔ امام ابن حجر کا خیال ہے کہ کتابت کی غلطی سے یہ آیت سورۃ الانبیاء کی تفسیر میں لکھی گئی ہے یا لفظ فِجَاجًا (الأنبیاء:۳۲) کے تعلق میں ضمناً فَجٍّ عَمِيْقٍ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۵)

نُكِسُوْا کے معنی ہیں لوٹائے گئے۔ ابو عبیدہؒ نے آیت ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ کے معنی قُلِبُوْا یعنی اُلٹائے گئے کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۵) یہ فقرہ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ اپنے سروں کے بل اُلٹائے گئے سے مراد یہ ہے کہ سر نیچے ڈال کر سوچ و بچار کرنے لگے اور اُنہیں اصل حقیقت معلوم ہوگئی۔ فرماتا ہے: فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ○ (الانبیاء: ۶۵، ۶۶) اس پر انہوں نے اپنے نفسوں کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ اصل میں تم ہی ظالم ہو اور اپنے سر نیچے ڈال دیئے (لاجواب ہوگئے اور کہنے لگے) تجھے یقیناً علم ہی ہے کہ یہ (بت) نہیں بولتے۔ (ہمیں ان سے پوچھنے کے لئے کیوں کہتے ہو)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین پر حجت قائم کرنے کی غرض سے ہی ان سے کہا کہ اگر وہ بول سکتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔ لفظ نَكَسَ کے استعمال میں کہتے ہیں نَكَسْتَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ-اِذَا قَهَرْتَهٗ: جب تو اپنے مد مقابل کو مغلوب کرلے تو کہتے ہیں اُسے سر کے بل گرا دیا۔ فراء ادیب کے نزدیک نُكِسُوْا کے معنی ہیں رَجَعُوْا اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دلیل میں مغلوب ہوگئے۔ طبریؒ نے اس معنی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی شے کا ذکر نہیں جس کی طرف ان کا رجوع مقصود ہو۔ لیکن ایجاز بلیغ میں کئی الفاظ مقدر اور محذوف ہوتے ہیں اور یہ اعتراض ناقابل التفات ہے۔ نُكِسُوْا جمہور کی قراءت ہے۔ ابن ابی عبلة کی قراءت نَكَسُوْا ہے اس میں اَنْفُسَهُمْ مقدر ہے۔ یعنی نَكَسُوْا اَنْفُسَهُمْ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۵)

الحَسِيْسُ، الحِسُّ، الجَرْسُ اور الهَمْسُ بلحاظ معنی ایک ہی ہیں، یعنی دھیمی آواز، آہٹ۔ سورۃ الانبیاء میں فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِيْ مَا

اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۲، ۱۰۳) یقیناً وہ لوگ جن کی نسبت اعلیٰ درجہ کے نیک سلوک کا وعدہ ہماری طرف سے ہو چکا ہے وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ اس کی آہٹ تک نہیں سنیں گے اور ان کی حالت یہ ہو گی کہ جیسے ان کے دل چاہتے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس آیت کے بعد اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ کا ذکر فرماتا ہے جو اسی سطح زمین پر قائم ہونے والی ہے۔ جس کے بعد بمطابق پیشگوئی اللہ کے بندے اس زمین کے وارث ہوں گے۔ پورا سیاق کلام یہ ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۴) اس آیت کی شرح بعد میں اپنے موقع پر آئے گی۔

اٰذَنّٰكَ کے معنی ہیں ہم نے تجھے علم دے دیا۔ اٰذَنْتُكُمْ سے مراد ہے میں نے تجھے مطلع کر دیا ہے۔ بلحاظ علم مَیں اور تو برابر ہیں۔ اٰذَنّٰكَ کے معنی ہیں تجھے آگاہ کر دیا ہے تا دھوکے میں نہ رہے۔ یہ قول ابوعبیدہؒ کا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۵) اٰذَنْتُكَ ایسے موقع پر کہا جاتا ہے جب دشمن کو آگاہ کرنا مقصود ہو تا وہ کسی قسم کی غلط فہمی میں نہ رہے۔ سورۃ ابراہیم کی آیت وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ (ابراھیم: ۸) کی تفسیر میں لفظ تَاَذَّنَ کا اشتقاق بیان کیا جا چکا ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ کے معنی ہیں تا کہ تم سمجھو۔ تُسْئَلُوْنَ کے معنی تُفْهَمُوْنَ اور تُفْقَهُوْنَ اوپرے ہیں۔ اوّل الذکر معنی فریابیؒ نے اور ثانی الذکر معنی ابن منذر نے مجاہدؒ سے نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۵) غالباً یہ مفہوم سیاق آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: لَا تَرْكُضُوْا وَ ارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَ مَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۴) یعنی دوڑو نہیں اور ان نعمتوں کی طرف جن کے ذریعے تم آرام کی زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے گھروں کی طرف واپس جاؤ تا کہ تم اپنے اعمال کی نسبت پوچھے جاؤ۔ مؤاخذہ اور گرفت پر ہی انسان کو سمجھ آتی ہے کہ وہ غلط کار تھا۔ غلط کاری کا انجام بد ہوتا ہے۔

ارْتَضٰى بمعنی رَضِيَ ہے یعنی پسند کیا۔ فرماتا ہے: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○ (الانبیاء: ۲۹) یعنی وہ جانتا ہے جو اُنہیں آئندہ پیش آنے والا ہے اور جو اُن کے پیچھے ہو چکا ہے اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کے لئے جسے اس نے پسند کر لیا ہے اور ان (معبودوں یعنی مسیح وغیرہ) کا اپنا یہ حال ہے کہ وہ اس (اللہ تعالیٰ) کی خشیت سے خوف زدہ ہیں۔ ارْتَضٰى کے یہ معنی فریابی ہی نے مجاہدؒ سے نقل کئے ہیں اور اسی طرح التَّمَاثِيْلُ بمعنی اَصْنَام بھی (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۶،۵۵۵) تِمْثَال کے معنی ہیں مجسمہ، بت۔ اس کی جمع تماثیل ہے۔ فرماتا ہے: اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ○ (الانبیاء: ۵۳) جب اس (ابراہیم) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیا مجسمے ہیں جن کے آگے تم بیٹھے رہتے ہو۔ عہد قدیم کی کتاب پیدائش میں کسدیوں کے شہر اُور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش و پرورش اور قوم کی مخالفت کی وجہ سے وہاں سے ہجرت وغیرہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔ (پیدائش ۱۱: ۳۱) لیکن اگر ذکر نہیں تو حضرت ابراہیمؑ کی صنم پرستی کے خلاف اور توحید کے حق میں ذکر بلند کرنے اور قوم کی مخالفت وغیرہ کا۔ قرآن مجید

نے اسی حصہ کو اہمیت دی ہے تا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان کا علم ہو۔ مذکورہ بالا آیت سے پہلے فرماتا ہے: وَ لَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۵۲) یعنی اور یقیناً ہم نے ابراہیم کو عقل کی پختگی اور صلاحیت و قابلیت پہلے سے عطا کی تھی اور ہم ہی اس سے خوب واقف تھے۔ بت پرستوں کی شدتِ مخالفت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آبائی مذہب سے ارتداد کی سزا سے بچانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ○ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ○ (الانبیاء: ۷۰،۷۱) یعنی ہم نے کہا اے آگ! ابراہیم کے لئے ٹھنڈی ہو جا اور اس کے لئے سلامتی کا باعث بن جا اور انہوں نے اس کے متعلق ہر تدبیر کی مگر ہم نے اُنہیں بُری طرح سے ناکام کر دیا۔ اس تعلق میں کتاب احادیث الأنبیاء تشریح باب ۱۰ بھی دیکھئے۔

السِّجِلّ کے معنی ہیں الصَّحِيْفَةُ یعنی ورق۔ یہ معنی طبری نے بسند علی بن ابی طلحہ حضرت ابنِ عباسؓ سے نقل کیے ہیں۔ كَطَيِّ السِّجِلِّ کے معنی ہیں عَلَى مَا فِيْهِ مِنَ الْكِتَابِ یعنی جیسے کاغذ مع ان الفاظ کے جو اس میں لکھے ہوتے ہیں لپیٹ دیا جاتا ہے اسی طرح زمین و آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے۔ یہ مفہوم علامہ طبری نے بیان کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۶) اسی تعلق میں اَلْفَزَعُ الْاَكْبَرُ کے معنی بہت بڑی گھبراہٹ کئے گئے ہیں۔ فرماتا ہے: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۵،۱۰۶) یعنی جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح بہیاں تحریر کو لپیٹ لیتی ہیں۔ جس طرح ہم نے تمہاری پیدائش کو پہلی بار شروع کیا تھا اسی طرح پھر اس کو دہرائیں گے (یعنی تباہی کے ساتھ نئی قومیں جنم لیں گی اور زندہ ہوں گی) یہ وعدہ ہم نے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے اور ہم نے ایسے کرنا ہی تھا (تا صفتِ ربوبیت کا تقاضا پورا ہو)۔ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت و پند کے بعد یہ لکھ دیا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ طَوْى السَّمَاءِ اور طَيُّ السِّجِلِّ سے ایک عظیم انقلاب بپا ہونے کی طرف اشارہ ہے جس سے یاجوجی قوموں کا ساختہ پرداختہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا اور اسلام کی برکت سے نیا نظام قائم ہونے والا ہے۔

بَاب ۲ :[۱] كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا (الانبیاء: ۱۰۵)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اسی طرح جس طرح کہ ہم نے پہلی پیدائش شروع کی تھی ہم تمہیں دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ وعدہ ہم نے اپنے اوپر لازم کیا ہے۔

٤٧٤٠ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ۴۷۴۰: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ

[۱] اس باب کا نمبر "۲" فتح الباری مطبوعہ سلفیہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ۸ حاشیہ صفحہ ۵۵۶) لیکن کسی نسخہ میں بھی اس سے قبل باب نمبر "۱" مذکور نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ شَيْخٌ مِّنَ النَّخَعِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ مَّحْشُورُونَ إِلَى اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ (الانبیاء:١٠٥) ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُّكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ ثُمَّ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي فَيُقَالُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ. فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ إِلَى قَوْلِهِ شَهِيْدٌ (المائدۃ:١١٨) فَيُقَالُ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ.

شعبہ نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے مغیرہ بن نعمان سے جو نخع قبیلے کے بوڑھے آدمی تھے، مغیرہ نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اللہ کے سامنے تمہیں اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ ہوگے۔ اسی طرح جس طرح کہ ہم نے پہلی پیدائش شروع کی تھی ہم تمہیں دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ وعدہ ہم نے اپنے اوپر لازم کیا ہے۔ ہم ضرور ایسا ہی کرنے والے ہیں۔ پھر جو شخص قیامت کے روز پہلے پہل پہنایا جائے گا ابراہیمؑ ہوں گے۔ دیکھو سنو میری اُمت میں سے بعض لوگ حاضر کئے جائیں گے۔ پھر اُنہیں پکڑ کر بائیں طرف لے جائیں گے۔ میں عرض کروں گا: اے میرے ربّ! یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ کہا جائے گا: تم نہیں جانتے اِنہوں نے تمہارے بعد کیا نئی نئی باتیں کیں تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح اس نیک بندے نے کہا تھا: وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا... یعنی اور جب تک میں اُن میں (موجود) رہا میں اُن کا نگران رہا مگر جب تو نے میری روح قبض کر لی تو تو ہی اُن پر نگران تھا (میں نہ تھا) اور تو ہر چیز پر نگران ہے۔ تب کہا جائے گا کہ یہ لوگ جب سے تم اِن سے جدا ہوئے ہو اپنی ایڑیوں کے بل ہی پھرے رہے۔

أطرافه: ٣٣٤٩، ٣٤٤٧، ٤٦٢٥، ٤٦٢٦، ٦٥٢٤، ٦٥٢٥، ٦٥٢٦۔

تشریح: **كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا:** جو روایت مذکورہ بالا آیت کے تحت نقل کی گئی ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اس وعدے کا تعلق روزِ قیامت سے ہے۔ لیکن روایت کے آخری حصے سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے مرتد لوگوں کی سزا کا نظارہ بذریعہ مکاشفہ یا رؤیا اسی دنیا میں دکھایا گیا تھا کہ آپؐ ان کے لئے سفارش کریں گے اور جواب میں آپؐ سے کہا جائے گا یہ بظاہر تو کلمہ گو مسلمان تھے مگر درحقیقت اسلام سے روگردان، اور میں یہ سن کر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح عرض کروں گا کہ جب تک میں ان کے درمیان رہا میں ان کا نگرانِ حال تھا لیکن جب تونے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان کا نگران تھا۔ یہ امر کہ آپؐ کو یہ آئندہ کا نظارہ اسی دنیا میں دکھایا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے اپنے اس مشاہدہ کی بنا پر صحابہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ ہوشیار رہیں۔ مذکورہ بالا روایت میں سورۂ مائدہ کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المائدۃ:۱۱۸، ۱۱۹) یعنی میں نے ان سے صرف وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا یعنی یہ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ جو میرا (بھی) ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے اور جب تک میں ان میں (موجود) رہا میں اُن کا نگران رہا۔ مگر جب تو نے میری روح قبض کر لی تو تُو ہی اُن پر نگران تھا (میں نہ تھا)، اور تُو ہر چیز پر نگران ہے۔ اس حصہ آیت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے متبعین کو توحید ہی کا سبق دیا تھا اور وہ ان کی زندگی میں اس پر عمل پیرا رہے لیکن ان کی وفات کے بعد وہ بگڑ گئے اور دین حق کو چھوڑ دیا۔ سورۃ الانبیاء سے اس روایت (نمبر ۴۷۴۰) کا تعلق ظاہر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار بھی واضح ہے۔ لیکن جس آیت سے اس باب کا عنوان قائم کیا گیا ہے اس کے سیاق وسباق کا تعلق زبور والی پیشگوئی سے ہے۔ جس کا تعلق خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کے غلبہ سے ہے جو اُنہیں اس زمین پر حاصل ہوگا اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کی قوموں کے لئے رحمت ثابت ہوں گے اور یہ بات کب پوری ہوگی؟ وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ○ (الأنبیاء: ۱۱۰)[۱] اللہ ہی کو علم ہے کہ یہ قریب ہے یا دور دراز زمانے کے بعد۔ یہ الفاظ آیات کے سیاق ومقصود کو واضح طور پر معین کرتے ہیں کہ ان میں غلبہ اسلام سے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے۔

☆☆☆

---

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور میں نہیں جانتا کہ جس کا تم وعدہ دیے جاتے ہو وہ قریب ہے یا دور۔

۲۲- سُورَةُ الْحَجِّ

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ الْمُخْبِتِيْنَ(الحج:۳۵) الْمُطْمَئِنِّينَ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي إِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ(الحج:۵۳) إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي حَدِيثِهِ فَيُبْطِلُ اللهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ آيَاتِهِ وَيُقَالُ اُمْنِيَّتِهٖ(الحج:۵۳) قِرَاءَتُهُ. اِلَّآ اَمَانِيَّ(البقرة:۷۹) يَقْرَءُونَ وَلَا يَكْتُبُونَ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَّشِيْدٍ(الحج:۴۶) بِالْقَصَّةِ، جِصٌّ. وَقَالَ غَيْرُهُ يَسْطُوْنَ(الحج:۷۳) يَفْرُطُونَ مِنَ السَّطْوَةِ وَيُقَالُ يَسْطُونَ يَبْطِشُونَ. وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ(الحج:۲۵) أُلْهِمُوا اِلَى الْقُرْآنِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ(الحج:۲۵) الْإِسْلَامِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِسَبَبٍ(الحج:۱۶) بِحَبْلٍ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ. ثَانِيَ عِطْفِهٖ(الحج:۱۰) مُسْتَكْبِرٌ. تَذْهَلُ(الحج:۳) تُشْغَلُ.

اور (سفیان) بن عیینہ نے کہا: اَلْمُخْبِتِيْنَ کے معنی ہیں تسلی یافتہ۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ کے متعلق کہا: جب بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں اپنی بات ڈال دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ شیطان کی ڈالی ہوئی بات باطل کر دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اور اُمْنِيَّتِهٖ کے معنی اس کی قراءت بھی کئے گئے ہیں۔ آیت اِلَّآ اَمَانِيَّ کے یہ معنی ہیں کہ وہ پڑھتے ہیں اور لکھتے نہیں۔ اور مجاہدؒ نے کہا: مَّشِيْدٍ کے معنی ہیں چونے اور سیمنٹ سے مضبوط کی ہوئی۔ اور مجاہد کے علاوہ نے يَسْطُوْنَ کے معنی "وہ حد سے بڑھتے ہیں" بتائے ہیں۔ یہ لفظ سَطْوَةٌ سے ہے اور يَسْطُوْنَ کے معنی يَبْطِشُونَ (بھی) بتائے گئے ہیں (یعنی پکڑتے ہیں، لپکتے ہیں۔) آیت وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی طرف بذریعہ الہام اُن کی راہنمائی کی گئی۔ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کی طرف ان کی راہنمائی کی گئی اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: بِسَبَبٍ کے معنی ہیں کہ رسی کا پھندا ڈال کر اپنے گھر کی چھت سے لٹک جائے۔ ثَانِيَ عِطْفِهٖ کے معنی ہیں تکبر سے کام لینے والا۔ تَذْهَلُ کے معنی ہیں مشغول ہو جاتی ہے۔

تشریح: اَلْمُخْبِتِيْنَ کے معنی جو الْمُطْمَئِنِّيْنَ یعنی تسلی یافتہ کئے گئے ہیں، یہ عبد اللہ بن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے نقل کئے ہیں اور اُنہی سے ایک راوی نے الْمُصَلِّيْنَ یعنی نمازی روایت کئے ہیں اور بذریعہ ضحاک متواضع یعنی منکسر المزاج بھی منقول ہیں۔ مُخْبِت إِخْبَات سے اسم فاعل ہے جو خَبَتٌ سے مشتق ہے، اس کے معنی ہیں ہموار زمین۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۷) سیاق آیت سے بھی یہی معنی واضح ہیں۔ فرماتا ہے: وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۝ (الحج: ۳۵) یعنی اور ہر قوم کے لئے ہم نے قربانی کا ایک طریق مقرر کیا ہے تا وہ اُن چارپایوں پر جو اللہ نے ان کو بخشے ہیں اللہ کا نام لیں۔ سو تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اسی کے کلیۃً فرمانبردار ہو جاؤ اور عجز و انکسار کرنے والوں کو بشارت دے اور اسی سورۃ میں فرماتا ہے: وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الحج: ۵۵) یعنی تا کہ وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے انہیں معلوم ہو کہ یہی (قرآن) تیرے ربّ سے کامل سچائی ہے اور وہ اس پر ایمان لے آئیں اور ان کے دل اس کے لئے عاجزی سے جھک جائیں اور یقیناً اللہ اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں ضرور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائے گا۔

اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ: اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو شیطان اس کی بات میں اپنی بات ملا دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مضبوط کر دیتا ہے۔ تَمَنّٰى بمعنی حَدَّثَ ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْۤ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (الحج: ۵۳) یعنی تجھ سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول بھیجا نہ نبی مگر جب بھی اس نے کسی بات کا ارادہ کیا تو ضرور شیطان نے اس کی خواہش کے رستہ میں مشکلات ڈال دیں۔ پھر جو شیطان ڈالتا ہے اللہ اُسے مٹا دیتا ہے اور اللہ اپنی آیات کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اللہ بہت ہی بڑے علم والا اور بہت ہی پختہ کار ہے۔ اور اُمْنِيَّتِهٖ کے معنی قراءت بھی کئے گئے ہیں، یعنی تلاوت اور اَمَانِيّ کے معنی ہیں وہ باتیں جو پڑھی جائیں۔ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ (البقرۃ: ۷۹) کے معنی ہیں يَقْرَءُوْنَ وَلَا يَكْتُبُوْنَ کہ وہ منہ سے کچھ پڑھتے ہیں مگر لکھتے نہیں۔ یہ قول فراء ادیب نحوی کا ہے۔ مشرک لوگوں کے کاہن اور پنڈت وغیرہ نے اِدھر اُدھر سے باتیں سن سنا کر کچھ منتر جنتر بنا رکھے ہیں جنہیں اُنہوں نے رٹا ہوا ہے اور اُنہیں وہ اس طرح پڑھتے ہیں جیسے کتاب اللہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ تَمَنّٰى کے معنی قراءت کے لیے ہیں۔ فراء ادیب نے اس تعلق میں ایک شعر کا حوالہ دیا ہے جو یہ ہے:

تَمَنّٰى كِتَابَ اللّٰهِ أَوَّلَ لَيْلَةٍ   تَمَنِّيَ دَاوُدَ الزَّبُوْرَ عَلٰى رِسْلٍ

یعنی اس نے رات کے پہلے حصے میں کتاب اللہ کی تلاوت کی جیسے داؤد زبور کی تلاوت آہستہ آہستہ کیا کرتے تھے اور فراء نے تَمَنّٰى کے معنی نفس کی آرزو بھی کئے ہیں۔ امام بخاریؒ کو لفظ اُمْنِيَّتِهٖ کی یہ شرح بیان کرنے کی ضرورت

اس لئے محسوس ہوئی ہے کہ کلبی نے جو متروک راوی ہے اور مسلمہ طور پر غیر معتبر ہے بواسطہ ابو صالح حضرت ابن عباسؓ سے تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی والی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سورۃ نجم کی آیات اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ○ وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی ○ (النجم: ۲۰، ۲۱) تلاوت فرما رہے تھے کہ شیطان نے آپؐ کی زبان سے تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْاُوْلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی کے الفاظ نکلوادیئے، جس پر کفار قریش یہ سمجھ کر سجدے میں گر گئے کہ ان کے بتوں کی بھی تعریف ہوئی ہے۔ نحاس نے ایک اور سند سے یہی روایت نقل کی ہے جس میں واقدی راوی ہیں۔ کلبی اور واقدی کی نسبت یہ ثابت ہے کہ ان میں سے کسی پر بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۷، ۵۵۸) علاوہ ازیں ابن مردویہ نے بھی اسی قسم کی کمزور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں کلبی کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ غرض یہ تینوں راوی (کلبی، ابن مردویہ اور واقدی) ناقابل اعتبار ہیں۔ امام ابن حجرؒ نے ان کمزور روایات کا ذکر تفصیل سے کرنے کے بعد ابو بکر بن عربی کا یہ قول نقل کیا ہے: ذَكَرَ الطَّبَرِيُّ فِي ذَلِكَ رِوَايَاتٌ كَثِيرَةٌ بَاطِلَةٌ لَا أَصْلَ لَهَا وَهُوَ إِطْلَاقٌ مَرْدُودٌ عَلَيْهِ۔ یعنی اس تعلق میں طبریؒ نے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں جو جھوٹی ہیں اور ان کی کوئی حقیقت نہیں اور علی الاطلاق قابل ردّ ہیں۔ اور اس طرح عیاض کا یہ قول بھی نقل کیا ہے: لَمْ يُخَرِّجْهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الصِّحَّةِ وَلَا رَوَاهُ ثِقَةٌ بِسَنَدٍ سَلِيمٍ مُتَّصِلٍ مَعَ ضَعْفِ نَقَلَتِهِ وَاضْطِرَابِ رِوَايَاتِهِ وَانْقِطَاعِ إِسْنَادِهِ وَكَذَا قَوْلُهُ وَمَنْ حُمِلَتْ عَنْهُ هَذِهِ الْقِصَّةُ مِنَ التَّابِعِينَ وَالْمُفَسِّرِينَ لَمْ يُسْنِدْهَا أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا رَفَعَهَا إِلَى صَاحِبٍ وَأَكْثَرُ الطُّرُقِ عَنْهُمْ فِي ذَلِكَ ضَعِيفَةٌ وَاهِيَةٌ۔ یعنی صحیح روایت کرنے والوں میں سے کسی نے یہ قول بیان نہیں کیا اور نہ کسی معتبر راوی نے اسے ایسی سند سے نقل کیا ہے جو صحیح سالم ہو اور متصل ہو۔ مزید برآں اس قول کے نقل کرنے والے کمزور ہیں اور اس کی روایتیں مضطرب ہیں اور اس کی سند بھی منقطع ہے۔ اور اسی طرح ان کا یہ قول بھی ہے کہ تابعین اور مفسرین میں سے جس سے بھی یہ قصہ بیان کیا گیا ہے ان میں سے کسی سے بھی اس کی سند بیان نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی صحابی تک یہ روایت پہنچائی ہے اور جن ذریعوں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے وہ نہایت ہی کمزور اور بودے ہیں۔ اور عیاض نے بزّار کا حوالہ بھی دیا ہے اور لکھا ہے وَقَدْ بَيَّنَ الْبَزَّارُ أَنَّهُ لَا يُعْرَفُ مِنْ طَرِيقٍ يَجُوزُ ذِكْرُهُ إِلَّا طَرِيقَ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ مَعَ الشَّكِّ الَّذِي وَقَعَ فِي وَصْلِهِ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۸) یعنی بزّار نے پورے طور پر وضاحت سے بیان کیا ہے کہ انہیں کوئی سند نہیں ملی جس کا ذکر کرنا جائز ہو، سوائے ابو بشر کی روایت کے جو انہوں نے سعید بن جبیر سے نقل شدہ بتائی ہے لیکن اس سند کے موصول ہونے میں شک ہوا ہے۔ امام ابن حجرؒ اس تعلق میں لکھتے ہیں کہ ایسی کمزور و غلط روایت کو شہرت کیسے حاصل ہوئی، کوئی نہ کوئی اس کی وجہ معلوم ہوتی ہے اور یہ قیاس کیا ہے کہ سورۂ نجم کی تلاوت کے دوران کفار قریش فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا (النجم: ۶۳) سنتے ہی بے اختیار سجدہ میں گرے اور بعد میں جب انہیں طعنہ دیا گیا تو انہوں نے یہ بات بنائی کہ مناۃ و عزیٰ کی بھی تعریف کی گئی تھی کہ یہ دیویاں بھی بہت بلند پایہ ہستیاں ہیں جن کی سفارش مطلوب و پُر امید ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۸) اس سے غلط روایات کا سلسلہ چل پڑا۔

مَّشِيْدٍ کے معنی ہیں سیمنٹ اور چونے سے تعمیر شدہ مضبوط عمارت۔ قتادہؒ سے قَصْرٍ مَّشِيْدٍ کے معنی مضبوط قلعے اور محفوظ پناہ گاہیں مروی ہیں۔ طبریؒ نے پہلے معنوں کے تعلق میں امراء القیس کا یہ شعر نقل کیا ہے:

وَتَيْمَاءَ لَمْ يَتْرُكْ بِهَا جِذْعَ نَخْلَةٍ وَلَا أُجُمًا إِلَّا مَشِيدًا بِجَنْدَلِ

اور تیماء میں کھجور کا تنا تک نہیں چھوڑا گیا اور نہ جنگل کا کوئی درخت۔ صاف میدان کر دیا گیا جہاں بڑے بڑے مضبوط بنے ہوئے محل کھڑے ہیں۔

مؤرخین نے شداد بن عاد کے قلعوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ باوجود نہایت پختہ تعمیر شدہ ہونے کے آخر برباد و ویران اور سنسان ہوگئے کہ وہاں جانے سے بھی ڈر لگتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہیں جنّوں کی کمین گاہیں ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۵۹، ۵۶۰)

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ سے مراد قرآن ہے جس کی طرف بذریعہ الہام مؤمنوں کی راہنمائی کی گئی۔

وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ سے مراد اسلام ہے جو خدائے حمید کا بتایا ہوا راستہ ہے۔ روایت زیر باب اسے پایا جاتا ہے کہ اس سورۃ کا تعلق بھی سابقہ سورتوں کے موضوع سے ہی ہے۔ جن میں دجال اور یاجوج ماجوج کی فتنہ پردازی کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا مفہوم حضرت ابن عباسؓ سے بواسطہ علی بن ابی طلحہ منقول ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۰) پوری آیت یہ ہے: وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ○ (الحج: ۲۵) اور انہیں پاکیزہ قول کی طرف راہنمائی کی گئی ہے اور خدائے حمید کے راستے کی طرف راہنمائی کی گئی (جو صراط مستقیم ہے اور ہر خوبی اس میں پائی جاتی ہے۔)

يَسْطُوْنَ: سَطْوَةٌ مصدر سے صیغہ مضارع غائب جمع مذکر سالم ہے۔ بمعنی افراط یعنی حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور يَسْطُوْنَ کے معنی يَبْطِشُوْنَ بھی کئے گئے ہیں یعنی پکڑتے ہیں۔ فرماتا ہے: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (الحج: ۷۳) اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں تو تُو منکروں کے چہروں میں ناپسندیدگی کا اثر معلوم کرتا ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو اُنہیں ہماری آیات پڑھ کر سنا رہے ہوتے ہیں۔ تو کہہ دے کیا میں تم کو اس حالت سے بھی ایک بُری حالت کی خبر دوں، آگ ہے۔ اللہ نے اس کا منکروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بہت ہی بُرا انجام ہے جس کی طرف اُنہیں اپنی بد اعمالی کی وجہ سے لوٹنا ہوگا۔ کفارِ قریش صحابہ کو آیات اللہ کی تلاوت کرتے سن پاتے تو مارے غصے کے اُن کی طرف لپکتے۔ ان کی اسی چیرہ دستی کا آیت میں ذکر ہے۔

بِسَبَبٍ: حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ سبب کے معنی ہیں رسی، اور بِسَبَبٍ سے مراد یہ ہے کہ رسی گلے میں ڈال کر چھت سے لٹک جائے۔ اس لفظ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ○ (الحج: ۱۶) یعنی جو

یہ سمجھتا ہے کہ اللہ اس کی دنیا و آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا تو چاہیئے کہ وہ ایک رسی آسمان تک لے جائے اور اس کے ذریعے سے وہاں جا کر اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے تدبیر کرے اور پھر دیکھے کہ آیا اس کی تدبیر اس کے غصے کو دور کر دے گی (یا نہیں)۔ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے مدد مل رہی ہے اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کے کام میں رکاوٹ ڈالے تو اسے آسمان پر جا کر کوئی تدبیر کرنی چاہیئے۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ: اس کے معنی ہیں کہ اپنے پہلو کو موڑتا ہے۔ یعنی تکبر سے کام لیتا ہے۔ فرماتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (الحج: ۹، ۱۰) یعنی اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں بغیر علم، اور بغیر ہدایت اور بغیر کسی ایسی کتاب کے جو روشنی بخشنے والی ہو۔ اپنے پہلو موڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ (یعنی متکبر) تا کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کریں اسی دنیا میں اُن کے لئے رسوائی ہوگی اور ہم قیامت کے روز اُنہیں عذاب حریق چکھائیں گے (یعنی بہت بڑی آگ کی سزا ہوگی۔) یہ معنی اور سابقہ لفظ کے معنی دونوں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہیں۔ سابقہ لفظ کے معنی عبد بن حمید کے ذریعہ سے بسند تمیمی اور دوسرے لفظ کے معنی ابن منذر سے بسند علی بن ابی طلحہ بیان ہوئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۶۰)

تَذْهَلُ کے معنی ہیں کہ مشغول ہونے کی وجہ سے (اپنے دودھ پیتے بچے سے) غافل ہو جائے گی۔ لفظ **ذُهُوْل** کا یہی مفہوم ہے جو ابو عبیدہؒ نے ایک مصرع کے حوالے سے نقل کیا ہے: **صَحَا قَلْبُهٗ يَا عَزُّ أَوْ كَادَ يَذْهَلُ۔** اے عزہ! اس کا دل محبت سے خالی ہو گیا ہے یا قریب ہے وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائے۔ **ذُهُوْل** کے اس مفہوم میں دہشت اور حیرت پائی جاتی ہے۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۶۰)

بَاب ۱ : وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى (الحج: ۳)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور تو دیکھے گا لوگوں کو کہ مدہوش ہیں

٤٧٤١ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ. فَيُنَادَى بِصَوْتٍ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ

۴۷۴۱: عمر بن حفص (بن غیاث) نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اعمش نے ہم سے بیان کہ ابو صالح نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم! وہ کہیں گے تیرے حضور حاضر ہوں اے ہمارے ربّ! اور تیری خدمت میں

تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ. قَالَ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ أُرَاهُ قَالَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ. فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الْحَامِلُ حَمْلَهَا وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ (الحج:٢) فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ. ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا. ثُمَّ قَالَ ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا. ثُمَّ قَالَ شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا. قَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (الحج:٢) قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ. وَقَالَ جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى.

أطرافه: ٣٣٤٨، ٦٥٣٠، ٧٤٨٣-

ہوں۔ بلند آواز سے پکار کر آدم سے کہا جائے گا کہ اللہ تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اپنی ذریت سے آگ میں جھونکنے کے لئے ایک گروہ نکال۔ آدم کہیں گے: میرے ربّ! آگ میں جھونکنے کے لئے گروہ کتنا ہو۔ فرمایا: ہر ہزار آدمیوں میں سے مَیں سمجھتا ہوں (حضرت ابوسعیدؓ نے) کہا: نو سو ننانوے۔ تو اس وقت حالت یہ ہوگی کہ حاملہ اپنا حمل گرا دے گی اور بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور تو لوگوں کو مدہوش دیکھے گا وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب نہایت سخت ہوگا۔ یہ بات سن کر لوگوں پر شاق گزرا یہاں تک کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے ہوں گے اور تم میں سے ایک۔ اور لوگوں میں تمہاری نسبت اتنی ہوگی جتنی کہ سفید بیل میں سیاہ بال ہوتا ہے یا فرمایا: سیاہ بیل میں سفید بال اور میں امید رکھتا ہوں کہ جنتیوں میں تم چوتھائی حصہ ہوگے۔ ہم نے یہ سن کر اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جنتیوں کا ایک تہائی حصہ۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: جنتیوں کا نصف حصہ۔ پھر ہم نے اللہ اکبر کہا۔ ابو اسامہ نے اعمش سے روایت کرتے ہوئے صرف اتنی ہی آیت پڑھی: تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى یعنی اور تو لوگوں کو مدہوش دیکھے گا بحالیکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے۔ اور کہا ہر ہزار میں نو سو ننانوے۔ اور جریر اور عیسیٰ بن یونس اور ابو معاویہ نے اس کو یوں نقل کیا ہے: سَكْرٰى وَ مَا هُمْ بِسَكْرٰى۔

تشریح: وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى: سورۃ الحج کے شروع میں فرماتا ہے کہ زلزلہ کی موعودہ ساعت اتنا بڑا دہشتناک واقعہ ہے کہ ایک ماں دودھ پیتے بچے کو مارے دہشت کے بھول جائے گی۔ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ○ (الحج: ۲، ۳) یعنی اے لوگو! اپنے ربّ کو سپر بناؤ۔ یقیناً اس گھڑی کا زلزلہ بہت ہی بڑی شے ہے۔ جس روز تم موعودہ ساعت کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے کو مارے دہشت کے بھول جائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہو گی اور ہر حاملہ عورت اپنے حمل کو گرا دے گی اور تو لوگوں کو بدمست و مدہوش دیکھے گا بحالیکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن درحقیقت اللہ کا عذاب ہی سخت ہو گا۔

بَاب ۲: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ (الحج: ۱۲)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت صرف بددِلی سے کرتے ہیں

شَكٍّ. فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ط اِلَى قَوْلِهِ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (الحج: ۱۲، ۱۳) أَتْرَفْنَاهُمْ وَسَّعْنَاهُمْ.

یعنی شک کی حالت میں۔ پس اگر اُن کو کوئی فائدہ پہنچ جائے تو وہ اس (عبادت) پر خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اُنہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اپنے منہ کی سیدھ لَوٹ جاتے ہیں۔ وہ دنیا میں بھی گھاٹے میں پڑ جاتے ہیں اور آخرت میں بھی، اور یہی کھلا کھلا گھاٹا ہے۔ وہ اللہ کے سوا اُس چیز کو بلاتے ہیں جو نہ ان کو نقصان پہنچاتی ہے اور نہ نفع دیتی ہے اور یہی انتہائی درجہ کی گمراہی ہے۔ أَتْرَفْنَاهُمْ کے معنی ہیں ہم نے اُنہیں وسعت دی۔

٤٧٤٢: حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

۴۷۴۲: ابراہیم بن حارث نے مجھے بتایا کہ یحيٰ بن ابی بُکیر نے ہم سے بیان کیا، (کہا) اسرائیل نے ہمیں بتایا، اُنہوں نے ابوحصین سے، ابوحصین نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما

قَالَ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ(الحج:١٢) قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِينَةَ فَإِنْ وَلَدَتِ امْرَأَتُهُ غُلَامًا وَنُتِجَتْ خَيْلُهُ قَالَ هَذَا دِينٌ صَالِحٌ وَإِنْ لَمْ تَلِدِ امْرَأَتُهُ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهُ قَالَ هَذَا دِينُ سُوءٍ.

سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص مدینہ میں آتا اور اگر اس کی بیوی لڑکا جنتی اور اس کی گھوڑی بچہ دیتی تب وہ کہتا یہ دین بہت اچھا ہے، اور اگر اس کی بیوی بچہ نہ جنتی اور نہ گھوڑی بچھیرا جنتی تو کہتا یہ بُرا دین ہے۔

تشریح: عَلٰى حَرْفٍ بمعنی شک ہے۔ یہ مجاہدؒ کی تفسیر ہے جو ابن ابی حاتم سے منقول ہے اور ابوعبیدہؒ نے کہا: کسی چیز میں شک کرنے والا ایک کنارے پر ہوتا ہے ثابت قدم نہیں رہتا نہ اسے دوام حاصل ہوتا ہے۔ جس آیت میں یہ لفظ آیا ہے اس کا سیاق ہی بتاتا ہے کہ اس کے معنی تردد اور شک کے ہیں۔ فرماتا ہے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○ (الحج: ١٢) یعنی اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی عبادت شک کی حالت میں کرتے ہیں اگر اُنہیں کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اپنی عبادت پر مطمئن ہو گئے اور اگر کوئی تکلیف پہنچی تو وہ اپنے منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں رہے اور یہی کھلا کھلا گھاٹا ہے۔ دنیا دیر پا رہنے والی نہیں جلدی ایسے لوگوں کو اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ دنیاداروں کے ایمان کی یہی حالت ہوتی ہے جو زیر باب مثال سے بیان کی گئی ہے اور دجالی زمانے میں آج کل یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ عیسائیت میں شامل ہونے سے دنیا کا مال ومتاع حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے قبول کیا جاتا ہے۔ ہر زمانے میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں مگر آج کل ان کی کثرت ہے۔ سورۃ الحج کے سیاق کے تعلق ہی میں یہ آیت برمحل اور بامعنی ہے۔

اَتْرَفْنٰهُمْ: عنوان باب میں اَتْرَفْنٰهُمْ کا جو حوالہ منقول ہے اس کا تعلق اگلی سورۃ سے ہے۔ تَرَفٌ کے معنی خوشحالی، آسودگی ہیں۔ فرماتا ہے: وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (المومنون: ٣٤) یعنی اور اُنہوں نے بعد الموت خدا سے ملنے کا انکار کیا تھا اور ہم نے اُنہیں اس دنیا کی زندگی میں بہت وسعت دی تھی۔

بَاب ٣: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الحج: ٢٠)

یہ دو جھگڑنے والے فریق ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کے بارے میں جھگڑا کیا

٤٧٤٣: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ عَنْ

۴۷۴۳: حجاج بن منہال نے ہمیں بتایا کہ ہشیم نے ہم سے بیان کیا، (کہا) ابوہاشم نے ہمیں بتایا،

أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُقْسِمُ فِيهَا قَسَمًا إِنَّ هَذِهِ الْآيَةَ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الحج: ٢٠) نَزَلَتْ فِي حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ يَوْمَ بَرَزُوا فِي يَوْمِ بَدْرٍ رَوَاهُ سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ. وَقَالَ عُثْمَانُ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَوْلَهُ.

أطرافه: ٣٩٦٦، ٣٩٦٨، ٣٩٦٩-

اُنہوں نے ابو مجلز (لاحق) سے، ابو مجلز نے قیس بن عباد سے،قیس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ آیت هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ کے بارے میں قسم کھا کر بیان کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ اور اُن کے دو ساتھیوں (حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہ بن حارثؓ) و عتبہ اور اس کے دو ساتھیوں (شیبہ اور ولید) کی نسبت اس دن نازل ہوئی کہ جس دن وہ جنگ بدر میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ سفیان (ثوری) نے بھی یہ بات ابوہاشم سے روایت کی۔ اور عثمان (بن ابی شیبہ) نے جریر سے، جریر نے منصور سے، منصور نے ابوہاشم سے، ابوہاشم نے ابو مجلز سے ان کا یہ قول (اس بارے میں) نقل کیا ہے۔

٤٧٤٤: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمَنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَيْسٌ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ (الحج: ٢٠) قَالَ هُمُ الَّذِينَ

۴۷۴۴: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ (سلیمان بن طرخان) سے سنا، وہ کہتے تھے: ابو مجلز نے ہمیں بتایا کہ قیس بن عباد سے روایت ہے۔قیس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے (سن کر) نقل کیا کہ اُنہوں نے کہا: میں سب سے پہلا ہوں گا جو قیامت کے روز رحمٰن کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنے کے لئے دو زانوں ہو کر بیٹھوں گا۔ قیس نے کہا: اور

بَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ.

آیت هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ اُنہوں نے کہا: یہ وہی لوگ ہیں جو جنگ بدر کے دن مقابلے کے لئے میدان میں نکلے تھے۔ (ایک طرف) حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ (دوسری طرف) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

أطرافه: ٣٩٦٥، ٣٩٦٧۔

تشریح: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ: دونوں روایتوں میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۫ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ (الحج: ۲۰ تا ۲۳) یعنی یہ دو مخالف فریق ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کے بارے میں جھگڑا کیا اور جو منکر ہیں اُن کے لئے آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے اور اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا جس کے ذریعہ سے اُن کے پیٹوں کی انتڑیاں اور اُن کے چمڑے پگھلائے جائیں گے اور اُن کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں (جن سے اُنہیں مارا جائے گا)۔ جب کبھی وہ غم کے مارے اس عذاب سے نکلنا چاہیں گے اس میں لوٹائے جائیں گے اور (اُن سے کہا جائے گا) یہ عذابِ حریق (جلانے والا) چکھو۔

سورۃ الحج کی یہ آیات سیاق کلام کی وضاحت و تعیین کرنے میں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور ان کی تطبیق سے پتہ لگ جاتا ہے کہ کس زمانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دو متخاصم فریق ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا گروہ اور اُن کے مدمقابل شیطانی گروہ۔ اِن دونوں کی جنگ کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے اور ان دونوں کے قضیئے کا آخر فیصلہ ہونا مقدر ہے۔ ہر زمانے میں ان آیات کی تطبیق اپنے اپنے ماحول کے مطابق ہوتی رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں بھی اور جوں جوں زمانہ گزرتا چلا گیا ہے، مقابلے کی صورت شدت اختیار کرتی گئی ہے۔ یہاں تک کہ آج اس دجالی زمانے میں اس نے انتہائی صورت اختیار کرلی ہے اور عذابِ الٰہی مذکورہ بالا آیات کے بیان کے مطابق اپنی پوری تفصیل کے ساتھ نمایاں ہوگیا ہے۔ موجودہ آتش بار جنگوں نے واقعی جہنم کی صورت اختیار کرلی ہے۔ تابکاری کے مہلک آلات و وسائل کی شدت ناقابل بیان ہے۔ جس سے نہ جسم کے

چمڑے محفوظ رہ سکتے ہیں اور نہ انتڑیاں۔ جو فضاء بالا سے انسانوں اور دیگر جانداروں اور عمارتوں پر بربادی افگن، ہلاکت خیز آگ برساتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اسی کو عَذَابَ الْحَرِيْقِ سے تعبیر کیا گیا ہے اور بم جو گرائے جاتے ہیں وہ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (الحج: ۲۲) کی صحیح تعبیر ہیں۔ اس عذابِ الٰہی سے متعلق آیات پہلے مبالغہ آمیز سمجھی جاتی ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن آج زمانے نے حرف بحرف ان کی شرح بیان کر دی ہے اور اس زمانے کے نذیر نے قبل از وقت اس عذاب کی نسبت تمام دنیا کو اِن الفاظ میں آگاہ کر دیا تھا۔ مذکورہ بالا عذاب الٰہی جسے زلزلۃ الساعۃ کہا گیا ہے جہاں اس کی شدت بیان کی گئی ہے وہاں اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہ مصیبت کی گھڑی اسی دنیا کی زندگی میں اور سطح زمین پر قائم ہونے والی ہے۔ جیسا کہ بعض علماء کے حوالے سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ الفاظ تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا (الحج: ۳)[۱] واضح طور پر بتاتے ہیں کہ قیامت کبریٰ سے اس کا تعلق نہیں کیونکہ وہاں حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والیوں کا تعلق نہیں۔ اس عذابِ الٰہی کی میعاد تک معین کی گئی ہے۔ فرماتا ہے: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ (الحج: ۴۸، ۴۹) یعنی اور یہ لوگ عذاب سے متعلق جلدی کا مطالبہ کرتے ہیں اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا اور ایک دن تیرے ربّ کے نزدیک تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے مہلت دی بحالیکہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے اُنہیں پکڑ لیا اور میری طرف رجوع ہوا۔ یہ ایک ہزار سالہ میعاد والی گھڑی تین ہجری صدیوں کے بعد شروع ہوتی ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون قرار دیا ہے اور ہماری چودھویں صدی میں اس کا ظہور مقدر ہے۔ کتاب احوال الآخرۃ مسلمانوں میں بہت شہرت رکھتی ہے وہ پڑھ کر دیکھ لی جائے کہ چودھویں صدی کی کیا کیا علامات اس میں بیان ہوئی ہیں۔ مذکورہ بالا آیات سے سورۃ الحج کا موضوع متعین ہوتا ہے۔ آیات کے سمجھنے میں سیاق کلام کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس تعلق میں قارئین کی توجہ دو باتوں کی طرف منعطف کی جاتی ہے۔ اول: اپنی تفسیر میں لفظی قراءت کا معنی، اختلاف کی اصلاح مد نظر ہے جو بحث بعض علماء میں ہوئی ہے۔ دوم: ابواب قائم کر کے ایسی آیات کو شرح کے لئے چنا ہے جن سے سورۃ کا سیاق متعین ہوتا ہے۔ مثلاً سورۃ الحج کا یہی باب دیکھئے جس میں وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى کی آیت نمایاں کی ہے اور عذاب الٰہی سے متعلق آیات کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا موضوع کفر و الحاد اور دہریت کا ابطال اور عالمگیر مؤاخذہ الٰہی کا بیان ہے۔ جسے زلزلۃ الساعۃ کے نام سے موسوم کیا ہے اور اس عذاب کے اسباب اور اس کی کیفیت اور مدت کے بارے میں نشاندہی کی گئی ہے۔ اس سیاق کو مد نظر رکھ کر یہ سورۃ پڑھی جائے۔

☆☆☆

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ہر دودھ پلانے والی اسے بھول جائے گی جسے وہ دودھ پلاتی تھی اور ہر حاملہ اپنا حمل گرا دے گی۔

٢٣- سُورَةُ الْمُؤْمِنُون

قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ سَبْعَ طَرَآئِقَ (المؤمنون:١٨) سَبْعُ سَمَوَاتٍ. لَهَا سٰبِقُوْنَ (المؤمنون:٦٢) سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ. قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (المؤمنون:٦١) خَائِفِينَ. وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ (المؤمنون:٣٧) بَعِيدٌ بَعِيدٌ. فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ (المؤمنون:١١٤) الْمَلَائِكَةَ. لَنٰكِبُوْنَ (المؤمنون:٧٥) لَعَادِلُونَ. كٰلِحُوْنَ (المؤمنون:١٠٥) عَابِسُونَ. وَقَالَ غَيْرُهُ مِنْ سُلٰلَةٍ (المؤمنون:١٣) الْوَلَدُ. وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ. وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُونُ وَاحِدٌ. وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ. يَجْـَٔرُوْنَ (المؤمنون:٦٥) يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ. عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (المؤمنون:٦٧) رَجَعَ عَلَى عَقِبَيْهِ. سٰمِرًا (المؤمنون:٦٨) مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمْعُ السُّمَّارُ وَالسَّامِرُ هَا هُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ. تُسْحَرُوْنَ (المؤمنون:٩٠) تَعْمَوْنَ مِنَ السِّحْرِ.

(سفیان) بن عیینہ نے کہا: سَبْعَ طَرَآئِقَ سے مراد سات بلندیاں ہیں۔ لَهَا سٰبِقُوْنَ سے یہ مراد ہے کہ اُن کے لئے سعادت پہلے سے مقدر ہو چکی ہے۔ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ کے معنی ہیں اُن کے دل ڈر رہے ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ کے معنی ہیں: بہت دُور بہت دُور۔ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ کے معنی ہیں شمار کرنے والوں سے پوچھو یعنی فرشتوں سے۔ لَنٰكِبُوْنَ کے معنی ہیں (سیدھی راہ چھوڑ کر) ایک طرف ہو جانے والے۔ كٰلِحُوْنَ کے معنی ہیں تیوری چڑھائے ہوئے، منہ بسورے ہوئے۔ اور حضرت ابنِ عباسؓ کے سوا اَوروں نے کہا: مِنْ سُلٰلَةٍ سے مراد بچہ اور نطفہ ہے۔ اور الْجِنَّة اور الْجُنُون ایک ہی ہیں۔ اور الْغُثَاءُ کے معنی ہیں جھاگ اور جو کوڑا کرکٹ اُٹھ کر پانی کے اوپر آجائے اور کسی کام نہ آئے۔ يَجْـَٔرُوْنَ سے مراد ہے ایسی آواز بلند کریں گے جیسے گائے تکلیف کے وقت نکالتی ہے یعنی پکاریں گے۔ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ کے معنی ہیں اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ گیا۔ سٰمِرًا سَمَر سے ہے اور اس کی جمع سُمَّارُ ہے۔ آیت میں وہ جگہ مراد ہے جہاں رات کو اکٹھے ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ تُسْحَرُوْنَ کے معنی ہیں تم جادو سے اندھے ہو رہے ہو۔

تشریح: سَبْعَ طَرَآئِقَ: سات آسمانوں یا بلندیوں کا ذکر اس آیت میں ہے: وَ لَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَ مَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ○ (المومنون: ۱۸) یعنی اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے ہیں اور ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں رہے۔ طَرَآئِقَ کی یہ تفسیر سفیان بن عیینہ کی ہے جو سعید بن عبد الرحمٰن مخزومی نے اُن سے نقل کی ہے۔ اُن کے علاوہ طبریؒ نے بھی بواسطہ ابن زید بن اسلم یہی معنی نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۶۵)

لَهَا سٰبِقُوْنَ: یعنی سعادت اُن کے لئے پہلے سے مقدر ہو چکی ہے۔ فرماتا ہے: أُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ (المومنون: ۶۲) یعنی یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہ اُن کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس سے ماقبل آیات میں کیا گیا ہے۔ آیت کا مذکورہ بالا مفہوم علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۶۵) یعنی جن نیکیوں میں وہ سبقت لے جاتے ہیں وہ اُن کے لئے سعادت کا موجب ہوتی ہیں۔

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ کے معنی ہیں خوف زدہ۔ فرماتا ہے: وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ (المومنون: ۶۱) اور وہ جو اللہ نے اُنہیں عطا کیا ہے دوسروں کو دیتے ہیں اور اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ دل خوفزدہ ہیں اس بات سے کہ وہ اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ وَجَلٌ کا یہ مفہوم بھی مذکورہ بالا سند سے حضرت ابن عباسؓ ہی سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۶۵)

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ کے معنی ہیں بہت دور کی بات ہے۔ یہ بھی اسی سند سے انہی کی شرح ہے۔ فرماتا ہے: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ○ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ○ (المومنون: ۳۶، ۳۷) یعنی کیا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے، تو تم پھر نکالے جاؤ گے۔ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ (وہ عقل سے) بہت ہی دور کی بات ہے، ناممکن ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ○ (المومنون: ۳۸) یعنی صرف اسی دنیا کی ہماری زندگی ہے۔ مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں دوبارہ ہرگز نہیں اُٹھایا جائے گا۔ اِن تینوں آیات سے نیز سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات سے اس سورۃ کا موضوع متعین ہوتا ہے۔ یعنی بعث مابعد الموت اور سلسلہ مجازات۔

فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ کے معنی ہیں شمار کرنے والوں سے پوچھ یعنی ملائکہ سے۔ اس بارے میں وہم ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے۔ ابوذر اور نسفی (کاتبِ صحیح بخاری) کی روایت کے مطابق یہ مجاہد کا قول ہے۔ عبد الرزاقؒ نے بواسطہ معمر قتادہؒ سے الْعَآدِّيْنَ کے معنی حساب کرنے والے بتائے ہیں۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۵۶۶) آیات کے سیاق سے بھی اس کا مفہوم متعین ہوتا ہے۔ فرماتا ہے: قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ○ (المومنون: ۱۱۳، ۱۱۴) (یعنی اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تم زمین میں کتنے سال رہے ہو۔

اُنہوں نے کہا: ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ ہی رہے ہیں تو شمار کرنے والوں سے پوچھ۔ مابعد کی آیت سے ظاہر ہے کہ دنیا کی زندگی کی مدت کی قلت اور بے ثباتی کے مفہوم میں آیات کا سیاق ہے۔

لَنٰکِبُوْنَ کے معنی ہیں کنارہ کش، راستے سے ایک طرف ہونے والے ہیں۔ فرماتا ہے: وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْنَ ○ (المومنون: ۷۵) یعنی اور وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، سیدھے راستے سے یقیناً ادھر اُدھر ہونے والے ہیں۔ یعنی محاسبہ پر یقین ہونے کی وجہ سے انسان کے اندر خشیت پیدا ہوتی ہے اور صراط مستقیم پر اپنے آپ کو قائم رکھتا ہے۔ طبریؒ نے آیت کا یہ مفہوم بسند علی بن ابی طلحہ، حضرت ابن عباسؓ سے ہی نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۶)

کٰلِحُوْنَ کے معنی ہیں تیوری چڑھائے ہوئے۔ فرماتا ہے: وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ○ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ○ (المومنون: ۱۰۴، ۱۰۵) یعنی اور (بوقت محاسبہ) جن کے وزن کم ہوئے اُن لوگوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈال دیا، ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ آگ اُن کے مونہوں کو جھلسے گی اور وہ اس میں روسیاہ ہوں گے، منہ بسورے ہوئے۔ کٰلِحُوْنَ کے معنی مذکورہ بالا سند سے حضرت ابن عباسؓ سے ہی مروی ہیں۔ لیکن بسند ابی الاحوص حضرت ابن مسعودؓ سے کُلُوْح کے معنی کُلُوْحُ الرَّأْسِ النَّضِيخِ وَكَشَّرَ عَنْ ثَغْرِهِ کئے گئے ہیں۔ یعنی پراگندہ سر، دانت نکلے ہوئے، ہونٹ ڈھلکے ہوئے۔ اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً تَشْوِيهِ النَّارُ فَتَقْلُصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا وَتَسْتَرْخِي السُّفْلَى نقل کئے ہیں (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۶) یعنی آگ سے منہ جھلسے ہوئے ہوں گے۔ اوپر کے ہونٹ سکڑے ہوئے نیچے کے ہونٹ ڈھلکے ہوئے اور دانت باہر نکلے ہوئے۔ آیت کا ترجمہ دونوں مفہوموں کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

وَقَالَ غَیْرُهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ: غَیْرُهٗ سے مراد حضرت ابن عباسؓ کے ماسوا ابوعبیدہؒ ہیں، جنہوں نے وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ میں سُلٰلَةٍ سے نطفہ اور نسل مراد لی ہے اور اس شعر کا حوالہ دیا ہے۔

وَهَلْ هِنْدُ إِلَّا مُهْرَةٌ عَرَبِيَّةٌ سُلَالَةُ أَفْرَاسٍ تَحَلَّلَهَا بَغْلُ

یعنی ہند خاتون نہیں ہے مگر ایک عربی بچھیری جو عمدہ گھوڑیوں کی نسل ہے۔ یعنی اس کی پیدائش عمدہ نسل کی ہے، پھر اس کا ملاپ خچر سے ہوا ہے۔ عبدالرزاق نے بواسطہ معمر قتادہؒ سے اس آیت کا یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ آدم مٹی کے خلاصہ در خلاصہ سے اور نطفہ کی کئی صورتوں میں منتقل ہونے کے بعد موجودہ انسانی شکل میں پیدا ہوئے۔ پوری آیت یہ ہے: وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ○ (المومنون: ۱۳، ۱۴)[۱] لفظ سُلٰلَةٍ کا اطلاق نطفہ پر اور اُن قوتوں اور قابلیتوں پر ہوتا ہے جو اس میں مرکوز ہیں اور جن کا ظہور مختلف حالتوں میں یکے بعد دیگرے نمایاں سے نمایاں تر ہوتا جاتا ہے۔ یہ لفظ سَلَّ سے مشتق ہے جس کے

---

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور یقیناً ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کے طور پر ایک ٹھہرنے کی محفوظ جگہ میں رکھا۔

معنی ہیں کشید کیا۔ مابعد کی آیات میں نطفے میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ آیت ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ○ (المومنون: ١٥)[1] میں اس کی نوعی پیدائش کے حسن اور کمال کا ذکر ہے۔

اَلْجِنَّةُ کے معنی ہیں جنون۔ فرماتا ہے: اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ ○ (المومنون: ٢٦) یعنی یہ ایک ایسا شخص ہے جسے جنون ہے۔ سو اس کے متعلق کچھ دیر انتظار کرو۔ (تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آیا یہ پاگل ہے یا عقلمند) ابو عبیدہؒ نے جِنَّةٌ کے معنی جنون کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٥٦٦)

الْغُثَاءُ کے معنی ہیں جھاگ اور جو میل کچیل سطح آب پر نمودار ہو اور کسی کام کی نہ ہو۔ فرماتا ہے: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (المومنون: ٤٢) یعنی پس ان کو ایک سخت عذاب نے اچانک پکڑ لیا جس کی پختہ خبر دی گئی تھی اور ہم نے اُنہیں کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ سو ظالم قوم کو اسی طرح نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔ معمر نے قتادہؒ سے غُثَآءً کے معنی بوسیدہ کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٥٦٧) یعنی نبی کی تکذیب کی گئی کہ موت کے بعد زندگی کا کوئی سلسلہ نہیں یہ سب افترا ہے۔ اس نے دعا کی: رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ○ (المومنون: ٢٧) یعنی اے میرے ربّ! میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس کی دعا سنی گئی اور وہ بدعملی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیئے گئے کہ وہ کار آمد وجود نہ تھے۔ بلکہ محاسبہ الٰہی سے لاپرواہ اور نڈر ہو کر ہر قسم کی معصیت وظلم کا ارتکاب کرتے تھے جس کی وجہ سے اُن کا دنیا سے دور کیا جانا ہی ضروری تھا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ○ (المومنون: ٤٣) یعنی پھر ہم نے اُن کے بعد کئی اور قومیں پیدا کیں۔ اس سیاق کلام سے سورۃ مومنون کا موضوع متعین ہوتا ہے۔

یَجْـَٔرُوْنَ کے معنی ہیں فریاد کرنے لگے۔ جیسے گائے فریاد کرتی ہے۔ لفظ جُوأَر گائے کی دردناک آواز کو کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری، شرح کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ البقر، جزء٩، صفحہ ٢٦) لفظ جُوأَر سے یہ آیت مراد ہے: حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ○ لَا تَجْـَٔرُوا الْیَوْمَ ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ○ (المؤمنون: ٦٥، ٦٦) یعنی یہاں تک کہ جب ہم نے اُن میں سے آسودہ حال لوگوں کو (بدعملی کی وجہ سے) سزا میں گرفتار کیا تو اچانک وہ فریاد کرنے لگے۔ آج فریاد نہ کرو۔ ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ کے معنی ہیں اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ فرماتا ہے: قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ○ مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖۗ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ○ (المومنون: ٦٧، ٦٨) یعنی میری آیتیں یقیناً تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں لیکن تم لاپرواہی سے بے ہودہ باتیں کرتے ہوئے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جایا کرتے تھے۔ سٰمِرًا سَمَرَ سے ہے اور یہاں جمع کے معنوں میں آیا ہے۔ سٰمِرًا کی جمع سَامِرُوْنَ اور سُمَّارٌ دونوں طرح ہوتی ہے۔ تَهْجُرُوْنَ کے معنی بکواس کرتے ہوئے۔

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: پھر ہم نے اسے ایک نئی خلقت کی صورت میں پروان چڑھایا پس ایک وہی اللہ برکت والا ثابت ہوا جو سب تخلیق کرنے والوں سے بہتر ہے۔

تُسۡحَرُوۡنَ: سحر سے ہے۔ تمہیں جادو کیا جاتا ہے۔ بوجہ جادو آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ فرماتا ہے: قُلۡ مَنۡۢ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّ ہُوَ یُجِیۡرُ وَ لَا یُجَارُ عَلَیۡہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ سَیَقُوۡلُوۡنَ لِلّٰہِ ؕ قُلۡ فَاَنّٰی تُسۡحَرُوۡنَ ○ (المومنون:۸۹، ۹۰) یعنی کہو کس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔ اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی دوسرا پناہ نہیں دے سکتا، اگر تمہیں علم ہو۔ وہ عنقریب کہیں گے اللہ ہی کا سب کچھ ہے۔ کہو تو پھر تمہیں کیسے نظر نہیں آتا۔

امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا آیات کے حوالے سے سورۃ المومنون کے نفس موضوع کی طرف قارئین کی توجہ منعطف کی ہے جس کا تعلق محاسبۂ الٰہی سے ہے جو اس دنیا میں قائم ہوتا ہے اور حیاۃ مابعد الموت سے متعلق یعنی اخروی زندگی کے بارے میں ہے۔ اس دنیاوی سلسلہ محاسبہ سے پتہ چلتا ہے کہ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ نے انسان مطلق العنان اور عبث پیدا نہیں کیا کہ اس کی زندگی کا صرف یہ مدعا ہو کہ کھائے پیے اور حدود کو توڑے اور بے باکی سے ظلم کا ارتکاب کرتا رہے اور کوئی اس سے گرفت نہ ہو۔ اس مفہوم اور معنوں سے اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ کے حسن خلق پر بڑا دھبہ آتا ہے۔

☆☆☆

٢٤_ سُوْرَةُ النُّوْرِ

مِنْ خِلٰلِهٖ (النور: ٤٤) مِنْ بَيْنِ أَضْعَافِ السَّحَابِ. سَنَا بَرْقِهٖ (النور: ٤٤) وَهُوَ الضِّيَاءُ. مُذْعِنِيْنَ (النور: ٥٠) يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِي مُذْعِنٌ. اَشْتَاتًا (النور: ٦٢) وَشَتَّى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا (النور: ٢) بَيَّنَّاهَا. وَقَالَ غَيْرُهُ سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ وَسُمِّيَتِ السُّورَةُ لِأَنَّهَا مَقْطُوعَةٌ مِّنَ الْأُخْرَى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْآنًا. وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ الْمِشْكَاةُ الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ وَ قَوْلُهُ تَعَالَى اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ (القيامة: ١٨) تَأْلِيفُ بَعْضِهِ إِلَى بَعْضٍ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (القيامة: ١٩) فَإِذَا جَمَعْنَاهُ وَأَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ أَيْ مَا جُمِعَ فِيهِ فَاعْمَلْ بِمَا أَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ وَيُقَالُ لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ أَيْ تَأْلِيفٌ وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ لِأَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَيُقَالُ لِلْمَرْأَةِ مَا قَرَأَتْ بِسَلًا قَطُّ أَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا. وَقَالَ

مِنْ خِلٰلِهٖ کے معنی ہیں بادل کی تہوں کے درمیان سے۔ سَنَا بَرْقِهٖ یعنی اس کی بجلی کی روشنی اور وہ چمک ہے۔ مُذْعِنِيْنَ عجز و انکساری سے جھکے رہنے والوں کو کہتے ہیں۔ اس کا مفرد مُذْعِنٌ ہے۔ اَشْتَاتًا، شَتّٰى، شَتَاتٌ اور شَتٌّ کے معنی ایک ہی ہیں یعنی الگ الگ۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا یعنی یہ ایک سورۃ ہے جو ہم نے کھول کر بیان کی ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کے سوا اوروں نے کہا: قرآن کا نام قرآن اس لئے ہے کہ وہ سورتوں کو اپنے اندر اکٹھا رکھتا ہے اور سورۃ اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ وہ دوسری سے الگ کی گئی ہے۔ جب اُن سورتوں کو ایک دوسرے سے اکٹھا کر دیا گیا تو اُن کا نام قرآن رکھا گیا۔ اور سعد بن عیاض ثمالی نے کہا: مِشْكَاة حبشی زبان میں طاقچے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ اس سے مراد اس کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے پیوستہ کرنا ہے۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ: جب ہم اس کو اکٹھا کر دیں اور اس کو ترتیب دے دیں تو پھر اس مجموعہ کی پیروی کر۔ یعنی وہ باتیں بجالا، اس نے جن کے کرنے کا تجھے حکم دیا ہے اور ان باتوں سے رُک جا جن سے اس نے تجھے روکا ہے۔ (عربی میں) کہتے ہیں: لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ یعنی

فَرَّضْنَاهَا أَنْزَلْنَا فِيهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً وَمَنْ قَرَأَ فَرَضْنٰهَا(النور:٢) يَقُولُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلَى مَنْ بَعْدَكُمْ. قَالَ مُجَاهِدٌ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا (النور:٣٢) لَمْ يَدْرُوا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ. وَقَالَ الشَّعْبِيُّ {غَيْرِ[١]} أُولِي الْاِرْبَةِ (النور:٣٢) مَنْ لَيْسَ لَهُ أَرَبٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يُهِمُّهُ إِلَّا بَطْنُهُ وَلَا يُخَافُ عَلَى النِّسَاءِ. وَقَالَ طَاوُسٌ هُوَ الْأَحْمَقُ الَّذِي لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ.

اس کے شعروں میں ایک دوسرے سے ربط نہیں اور قرآن مجید کا نام فرقان بھی ہے اس لئے کہ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے اور عورت کی نسبت کہتے ہیں: مَا قَرَأَتْ بِسَلًا قَطُّ۔ یعنی اس نے اپنے پیٹ میں بچہ کبھی سنبھال کر نہیں رکھا اور کہا: (یہ آیت یوں ہے: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَّضْنٰهَا۔ (فَرَّضْنٰهَا کی "ر" مشدد ہے) ہم نے اس میں مختلف فرائض یعنی ضروری احکام بتائے ہیں اور جس نے یہ آیت یوں پڑھی فَرَضْنٰهَا (یعنی "ر" مخففہ سے) تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جسے ہم نے تجھ پر فرض کیا ہے اور اُن لوگوں پر جو تیرے بعد ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا: اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا یعنی ایسے بچے جو بوجہ اپنی کم سنی کے کچھ جانتے بوجھتے نہیں۔ اور شعبیؒ نے کہا: غَيْرِ أُولِي الْاِرْبَةِ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو عورتوں کی خواہش نہیں۔ مجاہدؒ نے کہا اس سے وہ مراد ہیں جنہیں سوائے اپنے پیٹ کے کسی اور چیز کی فکر نہیں اور عورتوں کے بارے میں ان سے کوئی خوف نہ ہو۔ اور طاؤس نے کہا: وہ کم عقل جسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔

تشریح: مِنْ خِلٰلِهٖ کے معنی ہیں مِنْ بَيْنِ أَضْعَافِ السَّحَابِ یعنی بادل کی تہوں کے درمیان میں سے۔ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۗ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۞ (النور:٤٤) یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو آہستہ آہستہ اٹھا کر لاتا ہے۔ پھر

[١] لفظ "غَيْرِ" عمدۃ القاری کے مطابق ہے۔ (عمدۃ القاری جزء١٩ صفحہ٧٣) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ان کے درمیان اتصال پیدا کر دیتا ہے۔ پھر ان کو تہہ بہ تہہ کرتا ہے اور تو بارش کے قطروں کو دیکھتا ہے کہ وہ بادل کے اندر سے ٹپکنے لگتے ہیں اور بادل ہی میں سے بڑے بڑے تودے برف اور اولوں کے گراتا ہے اور جس کو چاہتا اسے پہنچا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے روک لیتا ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی کو ضائع کر دے۔

سَنَا بَرْقِهٖ کے معنی ہیں بجلی کی چمک یا روشنی۔ ابوعبیدہؒ کے نزدیک لفظ سَنَا آیت میں اگر الف مقصورہ سے ہے تو اس کے معنی روشنی اور چمک کے ہیں اور اگر الف ممدودہ سے ہے تو اس کے معنی ہیں حسب و نسب میں بلندی۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے سَنَا کے معنی ضَوْء (روشنی) مروی ہیں۔ ضِيَآء الف ممدودہ سے ابوعبیدہؒ نے معنی کئے ہیں اور قتادہؒ نے کہا سِنَا کے معنی ہیں لَمَعَانُ الْبَرْقِ یعنی بجلی کی چمک۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۷)

مُذْعِنِيْنَ: مُذْعِنٌ کے معنی ہیں اطاعت کا اظہار کرنے والا، عاجزی سے دب جانے والا۔ اِسْتِخْذَاء ایسی اطاعت کو کہتے ہیں جس میں ذلت اور عاجزی کا مفہوم پایا جاتا ہو۔ آیت کے سیاق کا بھی یہی مفہوم ہے فرماتا ہے: وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ (النور: ۴۹، ۵۰) یعنی اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تا اُن کے درمیان فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق روگرداں ہے اور اگر انہیں کوئی حق ملنے والا ہو تو وہ فوراً اس کے لئے اظہار اطاعت کرتے ہوئے آجائیں گے۔ طبریؒ نے مجاہدؒ سے مُذْعِنِيْنَ کے معنی سِرَاعًا (جلدی سے) نقل کئے ہیں۔ زجاج نے بھی إِذْعَان کے معنی الْاِسْرَاعُ فِي الطَّاعَةِ کئے ہیں۔ یعنی اطاعت میں جلدی کرنا۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۸) ذَعْن کے معنوں میں حرکت کرنے چلنے اور کوچ کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

اَشْتَاتًا، شَتّٰى، شَتَاتٌ اور شَتٌّ ابوعبیدہؒ کے نزدیک ایک ہی ہیں۔ اُن کے ماسوا دوسروں نے اَشْتَاتًا، شَتٌّ کی جمع بتائی ہے۔ کھانے پینے اور گھروں میں آنے جانے سے متعلق آداب کے ضمن میں فرماتا ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا (النور: ۶۲) یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم سب مل کر اکٹھے کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔ ہندوؤں میں الگ کھانے کا طریق ہے اور اُن میں چھوت چھات کا رواج ہے۔ عرب لوگ بھی اندھے کے ساتھ کھانا معیوب سمجھتے تھے اور یہود بھی۔ جیسا کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ (التفسیر الکبیر، لامام الرازی، سورۃ النور، زیر آیت لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ . . .، جزء ۲۴ صفحہ ۴۲۰، ۴۲۱)

سورۃ النور میں آداب معاشرہ اور تمدنی اُمور سے متعلق حقوق و واجبات بیان ہوئے ہیں اور اس میں بعض تعزیری احکام کا بھی ذکر ہے اس لئے الفاظ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا سے آغاز ہوا ہے اور سیاق کلام کے اعتبار سے لفظ اَنْزَلْنٰهَا سے مراد حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک بَيَّنَّاهَا ہے۔ یعنی اسے ہم نے بیان کیا ہے۔ عیاض نے یہی مفہوم بیان کیا ہے جو اس آیت سے واضح ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۸) فرماتا ہے: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النور: ۲) یعنی یہ ایک ایسی سورۃ ہے جسے ہم نے نازل یعنی بیان کیا ہے اور اسے فرض کیا ہے اور اس میں اپنے احکام کھول کر بیان کئے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

امام بخاریؒ نے لفظ سُوْرَةٌ کے معنی ابو عبیدہؒ سے مَقْطُوْعَةٌ بیان کئے ہیں یعنی سابقہ سورۃ سے منقطع، الگ تھلگ۔ بتایا جاچکا ہے کہ اس سے ماقبل پانچ سورتیں بلحاظ مضمون مسلسل ہیں اور یہ سورۃ اپنے مضمون کے لحاظ سے ان سورتوں سے علیحدہ ہے۔ سورتیں جب ایک دوسری سے ملیں تو وہ قرآن ہیں۔ آیات اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ[1] سورۃ القیامۃ کی آیات نمبر ۱۸، ۱۹ ہیں۔ یہاں ان آیات کا حوالہ اس غرض سے دیا گیا ہے کہ بتایا جائے کہ لفظ قرآن کے معنی ہی جمع شدہ ہیں۔ **لفظ قرآن کی شرح سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید اپنی موجودہ ترتیب و شکل میں حضرت عثمانؓ کی تالیف نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں قرآن مجید مع تسلسلِ آیات و ترتیبِ سُوَر وحیٔ الٰہی کے ذریعے سے مکمل ہو چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مصحف کی شکل میں لکھوایا ہے۔**

فَرَضْنٰهَا: اس میں فرائض بیان کیے ہیں۔ یعنی ایسے احکام جن کی تعمیل ضروری ہے۔ اس شرح سے عیاضؒ کے قول کی تائید ہوتی ہے (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۸) بلکہ سیاق کلام اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا سے بھی یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔

وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ الْمِشْكَاةُ ...: سعد نے کہا کہ اَلْمِشْكَاةُ حبشی زبان میں طاقچے کو کہتے ہیں جس میں چراغ رکھا جاتا ہے۔ حبشی زبان سے تعلق ہونے کا کچھ ذکر سورۃ النساء کی تفسیر میں لفظ اَلْجِبْت کی شرح میں گزر چکا ہے۔ یہ سعد ثمالہ قبیلہ سے تھے اور کوفی تابعی ہیں۔ صحیح بخاری میں ان کی یہی روایت ہے۔ رومیوں کی ایک جنگ میں شریک ہو کر روم ہی میں شہید ہوگئے تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی اَلْمِشْكَاة کے معنی اَلْكُوَّة منقول ہیں یعنی طاقچہ۔ امام بخاریؒ کو اس لفظ کی تحقیق کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی ہے کہ بعض نے حضرت ابنِ عباسؓ ہی سے مِشْكَاة کے معنی چراغ کا وہ آخری کنارہ کیا ہے جہاں بتی ہوتی ہے اور جل کر روشنی دیتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرنے والے طبریؒ ہیں، جنہوں نے بسند علی بن ابی طلحہ مذکورہ بالا مفہوم نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۸)

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ: یعنی جب ہم اُسے اکٹھا کر دیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ترتیب دے دیں۔ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (القیامۃ: ۱۹) یعنی جو باتیں ہم نے اس میں جمع کر دی ہیں اُن کے مطابق عمل کر اور جن باتوں سے روکا ہے اُن سے رُک۔ لفظ قُرْاٰن تالیف کے معنوں میں عربوں کے درمیان مستعمل تھا جس کی ایک مثال یہ دی ہے لَيْسَ لِشِعْرِهٖ قُرْآنٌ: اس کے شعروں میں تسلسل و ترتیب نہیں اور قَرَأَ بمعنی جَمَعَ ہے اس کا دوسرا حوالہ مَا قَرَأَتْ بِسَلًا قَطُّ ہے۔ یعنی اس عورت نے اپنے رحم میں کوئی شے محفوظ نہیں رکھی یعنی اسقاط کر دیا۔ یہ حوالے ابو عبیدہؒ سے مروی ہیں۔ قَرِءَ کے تعلق میں اُنہوں نے شاعر کے اس مصرعے کا بھی حوالہ دیا ہے: هِجَانُ اللَّوْنِ لَمْ يَقْرَأْ جَنِينًا۔ یعنی شاعر اپنی اصیل اونٹنی کی تعریف کرتا ہے کہ وہ سفید خوبصورت رنگ اور اصیل النسل ہے اور اس نے اپنے رِحم میں کسی بچے کو محفوظ نہیں رکھا یعنی نر کے ملاپ سے محفوظ ہے۔ غرض ابو عبیدہؒ کے نزدیک قُرْاٰن کا لفظ قراءت بمعنی تلاوت سے مشتق نہیں بلکہ قَرِءَ سے ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۸، ۵۶۹)

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہماری ذمہ داری ہے۔ پس جب ہم اُسے پڑھ چکیں تو تُو اس کی قراءت کی پیروی کر۔"

وَقَالَ فَرَّضْنٰهَا: فَرَّضَ راء مشددہ سے ہے یعنی ہم نے اس میں فرائض نازل کئے ہیں اور اگر یہ لفظ راء مخففہ سے پڑھا جائے تو اس کے معنی ہیں کہ ہم نے تم پر اور ان لوگوں پر جو بعد میں ہوں گے یہ سورۃ فرض کی ہے۔ فراء کے نزدیک تشدید کے ساتھ اس لفظ کی قراءت عمدہ ہے۔ ابوعبیدہؒ نے کہا کہ فَرَضْنٰهَا کے معنی ہیں کہ ہم نے حلال وحرام کی حدود بیان کر دی ہیں اور اس سے فریضہ مشتق ہے جس کی جمع فرائض ہے یعنی ضروری واجب العمل احکام۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۹)

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا: یعنی اور وہ بچے جو عورت کے خاص تعلقات سے بے خبر ہیں۔ سورۃ النور آیت نمبر۳۲ میں غضِ بصر، نگاہیں نیچی رکھنے، پاکدامن رہنے، زیب وزینت کے عدم اظہار، سینے اور چہرے اوڑھنیوں سے ڈھانکنے، برہنگی کی نگہداشت اور غیر مردوں سے پردہ کرنے کا حکم مومن عورتوں کو دیا گیا ہے اور اس حکم کے تعلق میں بعض قریبی رشتہ داروں کا استثناء کیا گیا ہے جن میں نابالغ بچے بھی شامل ہیں اور اس آیت میں معاشرے کی ان حدود کا ذکر ہے جن کے اندر رہتے ہوئے عورت آزاد ہے اور اسے اجازت ہے کہ مذکورہ رشتہ داروں کے ساتھ اختلاط کرے۔ اس حکم کی شرح کے لیے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴ زیر عنوان پاکدامن رہنے کے لیے پانچ علاج۔ مذکورہ بالا آیت میں اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے ایک اور استثناء کا ذکر کیا گیا ہے۔ جسم کے وہ کونسے حصے ہیں جن سے متعلق پردہ کا حکم عائد نہیں ہوتا۔ ہاتھ، پاؤں، آنکھیں اور قدوقامت کا تناسب، چال ڈھال۔ قدوقامت کی موزونیت میں اور طریقِ رفتار میں بھی ایک قسم کی رعنائی ہوتی ہے جو چھپائی نہیں جاسکتی۔ یہ سب باتیں اِلَّا مَا ظَهَرَ میں شامل ہیں۔

سورۃ النور آیت نمبر۳۲ جو پردہ سے متعلق ہے اس میں آٹھ قسم کے رشتہ دار نام بنام شمار کئے گئے ہیں جن سے پردہ نہیں اور ان کے علاوہ دوسرے مردوں میں سے تین اور طبقہ کے اشخاص چھوٹے بڑے شمار کئے گئے ہیں اور شریف غیر رشتہ دار عورتیں بھی اسی طبقہ میں شامل ہیں جن کی نسبت پردے کی پابندی نہیں۔ جیسا کہ الفاظ اَوْ نِسَآئِهِنَّ سے پایا جاتا ہے کہ ایسی عورتوں سے بھی پردہ کیا جائے گا جو اپنے طبقے کی نہ ہوں اور جن کے ساتھ میل جول کرنے سے گزند پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ قرآن مجید کی مذکورۃ الصدر تشریح سے معاشرہ میں عورت کی نقل وحرکت کا حلقہ کافی وسعت رکھتا ہے کہ جس میں اسے پردہ نہ کرنے کی آزادی دی گئی ہے اپنے اس حلقے سے باہر عورت کے لئے غیر مردوں سے بے روک ٹوک آزادانہ اختلاط کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے سوا اس کے کہ عیش وعشرت سے لطف اندوزی مقصود ہو۔ جس سے اسلام نے روکا ہے اور اس بارے میں کچھ پابندیاں عائد کی ہیں۔ شہوتِ جنسی کا جذبہ انسان میں طبعًا نہایت قوی اور شدید ہے کہ اس کی موجودگی میں اگر کوئی سمجھتا ہو کہ مرد وعورت کا آزادانہ خلاملا اور ایک دوسرے کو پاک نظر سے دیکھنا نقصان دہ نہیں اور ان دونوں پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنے کی ضرورت نہیں تو وہ غلطی خوردہ ہے۔ آج کل کی متمدن دنیا میں آزادانہ خلاملا کی وجہ سے جو افسوسناک نتائج بے راہ روی کے مشاہدے میں ہیں ان سے آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اپنے متعلق یہ خوش فہمی محض فریبِ نفس ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر اُمید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جنبش کر سکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ ان نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے۔ کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴)

خدائے رحمٰن نے انسان کو جو طاقتیں اور شہوتیں عطا فرمائی ہیں وہ بے پناہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک قوت و شہوت اپنے حدود سے تجاوز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بھوک کی شہوت کو دیکھ لیں اگر پیٹ کی چار دیواری محدود نہ ہوتی تو انسان کھاتا ہی چلا جاتا اور یہ شہوتِ جوع بس ہونے کو نہ آتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کے ساتھ وَلَا تُسْرِفُوْا (الأعراف: ۳۲) کا حکم دیا ہے کہ کھانے اور پینے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اس آیت کے ابتداء اور آخر میں اس کے بارے میں تناسب اور اعتدال ملحوظ رکھنے کو زینت قرار دیا ہے اور اس حکم کی فرمانبرداری کو اپنی محبت کے حصول کے موجبات میں سے شمار کیا ہے۔ صفت رحمانیت کا یہ سلوکِ بے پایاں صرف بھوک اور پیاس اور اشیاء خوردنی سے ہی محدود نہیں بلکہ تمام شہوات و قواء پر شامل و عام ہے۔ شہوت جنسی کا بھی یہی حال ہے اور پابندی عائد کرنے سے ہی وہ اپنی

حدود میں رہ کر متناسب و معتدل صورت اختیار کر سکتی ہے۔ اس لئے اسلام کی پہلی ہدایت میں مرد و عورت کی نقل و حرکت کا حلقہ متعین کیا گیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ جب مرد و عورت اپنے اپنے حلقے سے باہر دوسرے حلقے میں جائیں تو دونوں غضِ بصر سے کام لیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اسلامی اصطلاح کی شرح بیان کی ہے۔

یہ قطعاً غلط ہے کہ اسلام اِلَّا مَا ظَھَرَ کی پابندی سے معاشرہ کے ایک کارآمد وجود کو عضو معطل کی طرح رکھنا چاہتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت جو بالتفصیل عورت کے حلقہ کی وسعت بیان کرتی ہے وہ بنیادی حکم ہے اور اس حلقے سے باہر جانے کی اگر ضرورت ہو تو غضِ بصر کا حکم دے کر اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ (النور:۳۲)[1] کا حکم بطور استثناء ہے اور اسی حکم میں اس کی وجہ دو لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ (النور:۳۲) عورتیں جب اپنے دائرۂ عمل سے باہر جائیں تو وہ اپنی زینت کو نمایاں نہ کریں کیونکہ یہ نمائش شہوت جنسی کو اُبھارنے کا طبعی محرک ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ معترضین نے اصل اور مفصل حصہ ارشادِ باری تعالیٰ جو اصل اور اہم ہے نظر انداز کر کے بے جا اعتراض کیا ہے کہ اسلام عورت کو قید و بند میں جکڑتا ہے بحالیکہ استثنائی حکم میں بھی جو پابندی عائد کی ہے وہ نہایت ہی محدود ہے اور عورت کے لئے اپنے مخصوص دائرۂ زندگی سے باہر کی فضا میں بھی نقل و حرکت کی آزادی دی گئی ہے۔ وہ کھیتی باڑی میں اپنے خاوند اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ شریک عمل ہو سکتی ہے۔ مویشیوں کی پاسبانی کر سکتی ہے اور بازار سے سودا سلف لا سکتی ہے۔ یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی جو خالص مردوں کا دائرہ عمل ہے اس میں بھی شریک ہو کر زخمیوں کی مرہم پٹی کر سکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابیات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے اقرباء کی مرہم پٹی کی اور عورت اپنے بیماروں کا علاج معالجہ اور تیمارداری کر سکتی ہے۔ یہاں تک کہ دورانِ حج مردوں کے ساتھ طواف اور تمام ارکان حج پوری آزادی سے کرنے کی مجاز ہے اور اس اثناء میں حجاب کی پابندی میں تخفیف کی گئی ہے۔ (کتاب الحج باب ۶۴ روایت نمبر ۱۶۱۸) اور فی الواقع مسلم خاتون غضِ بصر اور پردے کا مخصوص حکم عملاً ملحوظ رکھتے ہوئے تمام ضروری کام کاج کرتی رہی ہے۔ واقعات سے اگر آنکھیں موند کر اعتراض کرنا ہی ہو تو اس کا کیا علاج؟ ہاں اعتراض کرنے والے اپنے اپنے معاشرے کی ناگفتہ بہ حالت سے عبرت حاصل کریں۔ حقائق اور واقعات کے پیشِ نظر یہ سوال قطعاً پیدا نہیں ہوتا کہ کسی وقت پردے کے حکم کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ لوگ فرشتے یا ہیجڑے ہو جائیں گے۔ فرشتوں یا ہیجڑوں کے لئے بھی غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ (النور:۳۲) کی استثناء اسی آیت میں موجود ہے کہ ایسے لوگوں سے بھی پردہ نہ کیا جائے جو شہوت جنسی سے محروم ہیں۔

غرض قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت اپنی تفصیلات میں کامل و مکمل ہے۔ رہا غیر قوموں کی تقلیدِ اعمیٰ کا شوق اور اس شوق میں اندھا دھند بہہ جانا، سو مسلمانوں کے لئے افسوس ہے۔ یہ بھی دجالی زمانے میں مقدر تھا اور اس کا ذکر

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”سوائے اس کے کہ جو اس میں سے از خود ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں۔“

اپنے موقع پر آئے گا۔ اس تعلق میں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ صرف عورت پر ہی پابندی عائد نہیں کی گئی بلکہ مرد کے لئے بھی پابندی عائد کی گئی ہے کہ اگر اسے اپنے دائرۂ عمل سے نکل کر عورت کے دائرۂ عمل میں جانے کی ضرورت ہو تو اُسے اجازت طلب کرنی چاہیے اور بغیر اجازت کسی کے گھر مت داخل ہو اور غضِ بصر کے حکم کے لئے وہ بھی مامور ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی پابندیاں ہیں جن کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

بغیر اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے کے بارہ میں اسی جگہ فرماتا ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ (النور: ۲۸، ۲۹) یعنی اے وے جو مومن ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو تا وقتیکہ تمہیں اُنس محسوس نہ ہو اور اجازت نہ لے لو اور ان گھر والوں کے لئے سلامتی کی دعا کرو یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر ان میں کوئی نہ پاؤ تو مت داخل ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ یہ بات تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ...: شعبی کا قول ہے کہ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ سے مراد وہ ہیں جو عورتوں کی خواہش سے محروم ہوں۔ یہ پردے کے متعلق تیسری استثناء ہے۔ یعنی عورتوں کے لئے ایسے لوگوں سے بھی پردہ ضروری نہیں ہے جو شہوتِ جنسی سے کلی طور پر محروم ہیں۔ اس حصہ آیت کی شرح مجاہدؒ نے اِن الفاظ سے کی ہے: لَا یُهِمُّهٗ اِلَّا بَطْنُهٗ جنہیں پیٹ کے دھندے کے سوا اور کوئی خواہش نہیں۔ اس تعلق میں طاؤس کا قول ہے کہ اس سے مراد ابلہ ہیں جنہیں عورتوں کی خواہش ہی نہیں ہوتی۔ شعبی کا قول طبریؒ سے بسند مغیرہ، طاؤس کا قول عبد الرزاق سے بسند معمر اور مجاہدؒ کا قول طبریؒ سے بسند ابن ابی نجیح موصولاً نقل کیا گیا ہے۔

(فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۶۹) (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۷۳)

بَاب ۱: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (النور: ۷)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہیں سوائے اپنے آپ کے تو ان میں سے ایک کی شہادت (اس طرح ہوگی) اللہ کو گواہ ٹھہرا کر وہ چار دفعہ قسم کھائے گا کہ وہ اپنے بیان میں یقیناً راستبازوں میں سے ہے۔

۴۷۴۵: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا

۴۷۴۵: اسحاق (بن منصور) نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن یوسف فریابی نے ہمیں بتایا، (کہا:)

الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ عُوَيْمِرًا أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ وَكَانَ سَيِّدَ بَنِي عَجْلَانَ فَقَالَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ سَلْ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ. فَأَتَى عَاصِمٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ. فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْزَلَ اللهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ. فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى اللهُ فِي كِتَابِهِ فَلَاعَنَهَا ثُمَّ قَالَ

اوزاعی نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: زُہری نے مجھے بتایا۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ عویمرؓ (بن حارث بن زید بن حارثہ عجلانی) عاصمؓ بن عدی کے پاس آئے اور وہ بنو عجلان قبیلے کے سردار تھے اور اُنہوں نے (عاصمؓ سے) پوچھا: تم ایسے شخص کی نسبت کیا کہتے ہو جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے۔ کیا وہ اسے مار ڈالے؟ اور پھر تم لوگ اس مارنے والے کو بھی قتل کر دو گے یا وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں میرے لئے پوچھو۔ عاصمؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! (پھر یہ واقعہ بتایا) تو رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سوالات ناپسند فرمائے۔ پھر عویمرؓ نے عاصمؓ سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ایسے سوالات ناپسند کئے ہیں اور ان کو معیوب سمجھا ہے۔ عویمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم میں رکوں گا نہیں جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت نہ کر لوں۔ چنانچہ عویمرؓ آئے اور انہوں نے کہا: یارسول اللہ! ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد کو پائے تو کیا وہ اس مرد کو مار ڈالے، تو پھر آپ لوگ اس قاتل کو مار ڈالیں گے یا وہ کیا کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے لئے قرآن نازل فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا فَطَلَّقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كَانَ بَعْدَهُمَا فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا. فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ.

نے ان دونوں کو لعان (لعنت کی بد دعا) کرنے کا وہی حکم دیا جو اللہ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے۔ عویمرؓ نے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ پھر کہنے لگے: یارسول اللہ! اگر میں اسے روکے رکھوں تو میں اس پر ظلم کروں گا۔ اس لئے انہوں نے اس کو طلاق دے دی۔ پھر ان دونوں (کے واقعہ) کے بعد جو بھی لعان کرنے والے ہوئے ان کے لئے یہی طریقہ ٹھہر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیکھتے رہو اگر وہ عورت ایسا بچہ جنے جو سانولے رنگ کا، سیاہ آنکھوں والا، بڑے سرین والا، موٹی پنڈلیوں والا ہو تو میں عویمرؓ کی نسبت یہی سمجھوں گا کہ اس نے اس عورت کی نسبت سچ ہی کہا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا بچہ جنے جو گہرے سرخ رنگ کا ہو جیسے چھوٹا گرگٹ ہوتا ہے تو میں عویمرؓ کی نسبت یہ سمجھوں گا کہ اس نے اس عورت کے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے ایسے حلیہ کے مطابق بچہ جنا جیسا رسول اللہ ﷺ نے عویمرؓ کو سچا سمجھنے کے لئے بیان فرمایا تھا۔ اس کے بعد وہ بچہ اپنی ماں ہی کی طرف منسوب ہوتا تھا۔

أطرافه: ٤٢٣، ٤٧٤٦، ٥٢٥٩، ٥٣٠٨، ٥٣٠٩، ٦٨٥٤، ٧١٦٥، ٧١٦٦، ٧٣٠٤۔

بَاب ٢ : وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ (النور: ٨)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور پانچویں قسم یہ ہوگی کہ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر اگر وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو

٤٧٤٦ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ

۴۷۴۶: سلیمان بن داؤد ابوالربیع نے مجھ سے بیان کیا کہ فلیح نے ہم سے بیان کیا اُنہوں نے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا رَأَى مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَأَنْزَلَ اللهُ فِيهِمَا مَا ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنَ التَّلَاعُنِ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قُضِيَ فِيكَ وَفِي امْرَأَتِكَ. قَالَ فَتَلَاعَنَا وَأَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَارَقَهَا فَكَانَتْ سُنَّةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ. وَكَانَتْ حَامِلًا فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا وَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا. ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللهُ لَهَا.

زہری سے، زہری نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کی کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! بھلا بتائیں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھے تو کیا وہ اسے مار ڈالے اور پھر آپ لوگ قاتل کو مار ڈالیں گے یا وہ کیا کرے۔ چنانچہ اللہ نے ان دونوں کی نسبت وحی نازل کی جو قرآن میں مذکور ہے یعنی لعان کرنے کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں فیصلہ ہو چکا ہے۔ حضرت سہلؓ کہتے تھے: ان دونوں نے لعان کیا اور میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا اور پھر وہ اس عورت سے الگ ہو گیا۔ اس کے بعد یہی طریق ہو گیا کہ لعان کرنے والوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا جاتا۔ اور وہ حاملہ تھی۔ اس شخص نے اس کے حمل سے انکار کر دیا (کہ یہ میرا نہیں) اور اس عورت کا بیٹا اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ پھر وراثت میں بھی یہی طریق جاری ہوا کہ بچہ ماں کا وارث ہوتا اور ماں اس کی جائیداد سے اتنے حصے کی وراثت ہوتی جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔

أطرافه: ٤٢٣، ٤٧٤٥، ٥٢٥٩، ٥٣٠٨، ٥٣٠٩، ٦٨٥٤، ٧١٦٥، ٧١٦٦، ٧٣٠٤۔

تشریح: وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ: عویمرؓ کی روایت پہلے باب میں مفصل اور دوسرے میں مختصر ہے۔ یہ روایت کتاب الطلاق روایت نمبر ۵۳۰۸ میں بھی آئے گی۔ خاوند اپنی عورت پر زنا کا الزام لگائے اور سوا اس کے کوئی اور شہادت نہ ہو تو خاوند کے لئے عورت کا قتل کرنا

جائز نہیں۔ کسی کے بارے میں قتل کا فیصلہ حکومت کا کام ہے جو شہادتوں کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ شہادت کی عدم موجودگی میں لعان کا طریق فریقین کے لئے شریعتِ اسلام میں جاری کیا گیا ہے۔ اس بارے میں صریح حکم سورۃ النور میں موجود ہے جس کا حوالہ دونوں ابواب کی آیات میں دیا گیا ہے۔ محولہ بالا آیات اور احادیثِ مندرجہ سے واضح ہے کہ ملاعنہ کے بعد وہ سزا عائد نہیں ہوگی جس کا ذکر سورۃ النور کی آیت نمبر ۵ میں کیا گیا ہے یعنی بغیر شہادت کسی عورت کی عفت پر جھوٹا الزام لگانے والوں کو اَسّی دُرّے لگائے جائیں گے۔ اس حکم کے ذریعے سے عورت کی عزت جو بڑی قیمتی شے ہے محفوظ کی گئی ہے۔ یہ سختی اس لئے برتی گئی ہے کہ لوگ ایسے الزامات عائد کرنے میں دلیر ہیں۔ محض ظن اور قیاس کی بناء پر الزام لگانے میں جلدی کرتے ہیں۔

بَاب ۳

وَ يَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (النور: ۹)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور اس عورت سے سزا کو یہ بات دور کر دے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار بار شہادت دے کہ یقیناً وہ شخص دروغ گو لوگوں میں سے ہے

٤٧٤٧: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ فَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ

۴۷۴۷: محمد بن بشار نے مجھ سے بیان کیا کہ (محمد) بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے ہشام بن حسان سے روایت کی کہ عکرمہ نے ہمیں بتایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ہلالؓ بن امیہ نے نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی بیوی پر شریک بن سحماء سے بدکاری کرنے کی تہمت لگائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ثبوت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگیں گے۔ یہ سن کر اُس نے کہا: یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس غیر مرد کو دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چلا جائے؟ نبی ﷺ یہی فرماتے رہے: شہادت لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے لگیں گے۔ ہلالؓ نے کہا: اسی ذات کی قسم ہے جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے میں یقیناً سچا ہوں اور اللہ ضرور

مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ. فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (النور: ۷-۱۰) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوهَا وَقَالُوا إِنَّهَا مُوجِبَةٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصِرُوهَا فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيكِ ابْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ.

أطرافه: ۲۶۷۱، ۵۳۰۷۔

ایسی وحی نازل کرے گا جو میری پیٹھ کو اس سزا سے بری کردے گی۔ پھر جبرائیل آئے اور آپؐ پر یہ آیات نازل کیں: وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ ... اور قراءت کرتے ہوئے اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ تک پہنچے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ لوٹے اور اس عورت کو بلوا بھیجا اور ہلالؓ بھی آ گئے اور انہوں نے قسم کھا کر شہادت دی اور نبی کریم ﷺ فرماتے رہے کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے۔ تو کیا تم میں سے کوئی (اپنی غلطی سے) توبہ کرتا ہے۔ پھر وہ اٹھی اور اس نے قسم کھا کر شہادت دی۔ جب وہ پانچویں قسم کھانے لگی تو لوگوں نے اس کو ٹھہرایا اور کہنے لگے: دیکھو یہ قسم یقیناً تجھے عذاب میں مبتلا کرے گی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: اس پر وہ جھجکی اور رُک گئی اور ہم سمجھے کہ وہ اپنی بات میں پلٹے گی۔ پھر اس نے خیال کیا کہ میں اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے رسوا نہیں کروں گی اور یہ خیال کر کے اس نے پانچویں قسم بھی کھالی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھتے رہو اگر یہ ایسا بچہ جنے جو سرمگیں آنکھوں والا، پُر گوشت بھرے سرین والا اور موٹی پنڈلیوں والا ہو تو وہ شریک بن سحماء کا ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی بچہ جنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی شریعت کا جو حکم ہے اگر وہ نہ ہو چکا ہوتا تو پھر میں اس سے ایسا سلوک کرتا کہ وہ یاد کرتی۔

تشریح: وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ... : روایت نمبر ۴۷۴۷ کتاب الطلاق روایت نمبر ۵۳۰۷ میں مذکور ہے لیکن قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ۔ اس میں آیت ملاعنہ (ایک دوسرے کو بددعا) کا شانِ نزول بتایا گیا ہے۔ ہلال بن امیہؓ کا واقعہ الگ ہے جو عویمر عجلانیؓ کی شکایت سے پہلے کا ہے۔ چنانچہ باب ۳ کی روایت میں ہے۔ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ یعنی جبرائیل نازل ہوئے اور ملاعنہ کا حکم وحی کیا اور باب ۱ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عویمرؓ سے فرمایا: قَدْ أَنْزَلَ اللهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ یعنی اللہ تمہارے اور تمہاری رفیقہ کے بارے میں قرآن نازل کر چکا ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اس تعلق میں لکھا ہے: وَلَا مَانِعَ أَنْ تَتَعَدَّدَ الْقِصَصُ وَيَتَّحِدَ النُّزُولُ کہ مانع نہیں کہ واقعات متعدد ہوں اور نزولِ وحی ایک دفعہ ہو۔ حضرت انسؓ کی روایت ابویعلیٰ کے نزدیک صحیح ہے اور اس امر کی تائید کرتی ہے کہ پہلا ملاعنہ شریک بن سحماء والے واقعہ سے ہی متعلق تھا۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۷۲) ہمیں اختلافِ روایات کے قضیے میں الجھنے کی چنداں ضرورت نہیں، ہمارا تعلق اصل حکم سے ہے جو واضح ہے۔

بَاب ٤ : وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (النور: ١٠)

پانچویں شہادت یہ ہوگی کہ اللہ کی لعنت اس (عورت) پر ہو اگر وہ شخص سچوں میں سے ہو

٤٧٤٨ : حَدَّثَنَا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَمِّي الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا رَمَى امْرَأَتَهُ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا كَمَا قَالَ اللهُ ثُمَّ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْمَرْأَةِ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ.

۴۷۴۸: مقدم بن محمد بن یحیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ میرے چچا قاسم بن یحیٰ نے ہمیں بتایا۔ عبید اللہ (عمری) سے مروی ہے اور قاسم نے عبید اللہ سے سنا۔ وہ نافع سے روایت کرتے تھے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی اور اس عورت کے بچے سے انکار کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا اور انہوں نے اسی طرح لعان کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ پھر آپؐ نے اس عورت کو بچہ دلانے کا فیصلہ کیا اور اُن دونوں لعان کرنے والوں کو جدا کر دیا۔

أطرافه: ٥٣٠٦، ٥٣١٣، ٥٣١٤، ٥٣١٥، ٦٧٤٨-

تشریح: وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ: زیرِ باب واقعہ طبرانی نے بھی ابو بکر بن صدقہ سے نقل کیا ہے جو مقدم بن محمد کے واسطے سے مروی ہے جس کی سند معنعن ہے۔ کتاب الطلاق باب اللعان میں یہ مضمون مفصل مذکور ہے۔

بَاب ۵: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النور: ۱۲)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) جن لوگوں نے بہتان طرازی کا ارتکاب کیا ہے وہ تم میں سے ایک ٹولی ہے۔ اسے تم اپنے لئے شر نہ سمجھو، بلکہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بہتان لگانے والوں میں سے ہر شخص کو اس کے گناہ کا بدلہ ملے گا جو اس نے کمایا ہے اور وہ شخص جس نے ان میں سے اس بہتان میں بڑا حصہ لیا ہے اسے بہت بڑا عذاب ہو گا۔

أَفَّاكٌ كَذَّابٌ.

اَفَّاكٌ کے معنی ہیں بکثرت جھوٹ بولنے والا۔

٤٧٤٩: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (النور: ١٢) قَالَتْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ.

۴۷۴۹: ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے معمر سے، معمر نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ بیان فرماتی تھیں: جس شخص نے اس بہتان طرازی میں بڑا حصہ لیا تھا وہ عبد اللہ بن اُبَیّ بن سلول تھا۔

أطرافه: ٢٥٩٣، ٢٦٣٧، ٢٦٦١، ٢٦٨٨، ٢٨٧٩، ٤٠٢٥، ٤١٤١، ٤٦٩٠، ٤٧٥٠، ٤٧٥٧، ٥٢١٢، ٦٦٦٢، ٦٦٧٩، ٧٣٦٩، ٧٣٧٠، ٧٥٠٠، ٧٥٤٥۔

تشریح: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ: عنوانِ باب میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النور:۱۲) یعنی جن لوگوں نے بہتان طرازی کا ارتکاب کیا ہے وہ تم میں سے ایک ٹولی ہے اسے تم اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بہتان لگانے والوں میں سے ہر شخص کو اس کے گناہ کا بدلہ ملے گا جو اس نے کمایا ہے اور وہ شخص جس نے اُن میں سے اس بہتان میں بڑا حصہ لیا ہے اُسے بہت بڑا عذاب ہو گا۔

اس بہتان کے بارے میں تفصیل خود حضرت عائشہؓ کی زبان سے اگلے باب میں مذکور ہے۔ یہاں جس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت علیؓ کی طرف بھی (بعض کمزور روایتوں میں) منسوب کیا گیا ہے کہ اُنہوں نے اس بہتان میں حصہ لیا تھا۔ یہ روایتیں اس زمانے کی ہیں جب بنی اُمیہ کے خاندان کا حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں اختلاف شروع ہو گیا تھا تو عبدالملک بن مروان کے حامیوں نے حضرت علیؓ کو بدنام کرنے کے لئے اِس قسم کی روایات گھڑیں۔

بَاب ٦: وَ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ (النور: ١٧)[1]

اور کیوں نہیں تم نے کہا جب تم نے یہ بات سنی تھی ہمیں زیبا نہیں کہ ہم اس کے متعلق کوئی بات کہیں پاک ذات ہے تو (اے اللہ) یہ بہت ہی بڑا بہتان ہے

لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ (النور: ١٤)

کیوں نہیں وہ اس بات پر چار گواہ لائے۔ اگر وہ گواہ نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔

٤٧٥٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ

۴۷۵۰: یحيٰ بن بُکَیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس (بن یزید) سے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: مجھے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی بابت بتایا۔ جب بہتان طرازوں نے اُن کے متعلق جو کہا، کہا اور اللہ نے ان کو اس بہتان سے بَری قرار دیا جو اُنہوں نے باندھا تھا۔ ان میں سے ہر ایک نے اس واقعہ

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق اس باب کا عنوان "لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا اِلٰى قَوْلِهِ الْكٰذِبُوْنَ" ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۷۴)

مِمَّا قَالُوا وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِّنَ الْحَدِيثِ وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ. الَّذِي حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ. فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي فَإِذَا

کا ایک حصہ مجھ سے بیان کیا اور ان کا یہ بیان ایک دوسرے کی تصدیق کرتا تھا۔ گو اُن میں سے بعض دوسروں کی نسبت اس واقعہ کو زیادہ یاد رکھتے تھے۔ عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے جو مجھ سے بیان کیا یہ ہے کہ نبی ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر میں جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ پھر اُن میں سے جس کا قرعہ نکلتا رسول اللہ ﷺ اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ آپؐ نے ایک غزوہ میں جانے کے لئے ہمارے درمیان قرعہ ڈالا تو میرا قرعہ نکلا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی۔ یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں باپردہ ہودج (ڈولی) میں ہی اٹھا کر سوار کی جاتی اور اسی میں اُتاری جاتی۔ ہم اسی طرح سفر میں چلتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس آتے ہوئے ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے ایک رات کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب انہوں نے کوچ کا اعلان کیا تو میں بھی اٹھی اور چل کر فوج سے آگے نکل گئی۔ جب میں اپنی حاجت سے فارغ ہوئی میں اپنے ٹھکانے پر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار جو ظفار کے نگینوں کا تھا ٹوٹ کر

عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ أَظْفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي وَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ. وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ. فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ. فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَأَدْلَجَ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ

کہیں گر گیا۔ میں اپنا ہار ڈھونڈنے لگی اور اس کی تلاش نے مجھے روک دیا اور وہ لوگ جو مجھے ہودج اُٹھا کر سوار کیا کرتے تھے آئے اور میرا ہودج اُٹھا کر میرے اونٹ پر اسے کَس دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی اور وہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہودج میں ہی ہوں۔ عورتیں ان دنوں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ اُن کے جسم پر اتنا گوشت نہ تھا کہ وہ بھاری ہوتیں۔ تھوڑا سا تو کھانا کھایا کرتی تھیں۔ اُن لوگوں نے جب ہودج کو اٹھایا اس کے ہلکا پن کو غیر معمولی نہ سمجھا اور میں کم سن لڑکی تھی۔ اُنہوں نے اونٹ کو اُٹھایا اور چل دیئے۔ جب ساری فوج گزر گئی تو میں نے اپنا ہار پالیا۔ میں لوگوں کے پڑاؤ کی جگہ پر آئی تو وہاں نہ کوئی بلانے والا تھا نہ جواب دینے والا۔ یہ دیکھ کر میں اپنے ٹھکانے کی طرف چلی گئی جہاں کہ میں تھی اور میں نے خیال کیا عنقریب وہ جب مجھے نہ پائیں گے میرے پاس لوٹ کر آئیں گے۔ اسی اثناء میں کہ میں اپنے ٹھکانے میں بیٹھی تھی چار وناچار میری آنکھ لگی اور میں سو گئی اور صفوانؓ بن معطل سلمی ذکوانی فوج کے پیچھے تھا (تا گری پڑی چیز اُٹھالے) وہ پچھلی رات کو چلا اور صبح میرے ٹھکانے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے ایک سوئے ہوئے شخص کا ہیولا دیکھا۔ میرے پاس آیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا پہچان لیا اور حجاب سے پہلے اس نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ مجھے پہچاننے پر

الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي وَاللهِ مَا كَلَّمَنِي كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ وَلَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذَلِكَ وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطَفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَذَاكَ الَّذِي يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتَّى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقَهْتُ فَخَرَجَتْ مَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھا، جس سے میں جاگ پڑی تو میں نے اپنی جلباب (اوپر کی چادر) سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے اس سے کوئی بات سنی سوائے اِنَّا لِلّٰهِ پڑھنے کے۔ اس نے آکر اپنی اونٹنی بٹھائی اور اس کے اگلے گھٹنے پر اپنا پاؤں رکھا اور میں اس پر سوار ہوگئی۔ مجھے سوار کرکے اونٹنی کو آگے سے پکڑ کر چل پڑا۔ یہاں تک کہ ہم لشکر میں ٹھیک دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے وہ اُترے ہوئے تھے۔ پھر ہلاک ہوگیا جس نے ہلاک ہونا تھا اور جو شخص اس بہتان کا بانی مبانی ہوا، وہ عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول تھا۔ ہم مدینہ میں آئے اور میں تو آنے پر ایک مہینہ بیمار رہی۔ اور لوگ بہتان طرازوں کے بہتان کی نسبت چہ مگوئیاں کرتے رہے۔ مجھے اس کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ اور میری بیماری میں جو بات مجھے پریشان کرتی تھی یہ تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے وہ شفقت محسوس نہ کرتی تھی جو شفقت آپؐ مجھ سے فرمایا کرتے تھے، جب میں بیمار ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس صرف یونہی آیا کرتے تھے اور السلام علیکم کہہ کر پوچھتے یہ کیسی ہے؟ اور پھر لوٹ جاتے۔ یہ بات تھی جو مجھے تشویش میں ڈالتی اور میں اس شر کو نہ سمجھتی تھی۔ آخر جب مجھے بیماری سے افاقہ ہوا اور حالتِ نقاہت ہی میں تھی

قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ تُتَّخَذَ الْكُنُفُ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ فَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي وَقَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ. فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ أَيْ هَنْتَاهْ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ قَالَتْ قُلْتُ وَمَا قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلَى مَرَضِي. فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ

تو باہر گئی میرے ساتھ مسطح کی ماں بھی گئی، مناصع کی طرف گئے۔ یہ ہمارے بول براز کرنے کی جگہ تھی اور ہم صرف رات ہی کو باہر (جنگل میں) جایا کرتی تھیں، پیشتر اس کے کہ ہمارے گھروں کے قریب بیوت الخلاء بنائے جاتے۔ اور اس وقت تک بول براز کرنے کے لئے ہمارا وہی رواج تھا جو پہلے عربوں کا تھا اور بیوت الخلاء سے ہمیں گھن محسوس ہوتی تھی کہ اپنے گھروں میں وہ بنائیں۔ میں اور مسطح کی ماں باہر چلی گئیں اور یہ ابورُحم بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خالہ تھی اور اُن کا بیٹا مسطح بن اثاثہ تھا۔ میں اور مسطح کی ماں اپنے گھر کی طرف آرہی تھیں ہم اپنی حاجت سے فارغ ہو گئی تھیں، اتنے میں مسطح کی ماں نے اپنی اوڑھنی میں اُلجھ کر ٹھوکر کھائی، بولیں مسطح کا ستیاناس ہو۔ میں نے اس سے کہا: کیا ہی بُرا کلمہ ہے جو تم نے کہا ہے۔ کیا تم اس شخص کو بُرا کہتی ہو جو بدر میں شریک ہوا تھا۔ کہنے لگیں: اری بھولی بھالی! کیا تو نے نہیں سنا جو اس نے کہا ہے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں: میں نے پوچھا: اس نے کیا کہا ہے؟ پھر مسطح کی ماں نے مجھے بہتان والوں کی بات بتائی۔ میں بیمار تھی اس پر اور زیادہ بیمار ہوگئی۔ جب میں اپنے گھر کو لوٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایسے آئے جیسا آتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ تھی کہ آپؐ نے سلام کیا اور پوچھا: یہ کیسی ہے؟ میں نے

قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا قَالَتْ فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهْ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا أَكْثَرْنَ عَلَيْهَا. قَالَتْ فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللهِ أَوَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهَذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتَّى أَصْبَحْتُ أَبْكِي. فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَأْمِرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ. قَالَتْ فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ فِي نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَهْلَكَ

کہا: آپؐ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے ماں باپ کے پاس چلی جاؤں۔ کہتی تھیں کہ میں اس وقت یہ چاہتی تھی کہ ان کے پاس جاکر اس خبر کی نسبت یقینی علم حاصل کروں۔ کہتی تھیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دی اور میں اپنے ماں باپ کے پاس آگئی۔ میں نے ماں سے کہا: ماں لوگ کیا باتیں کرتے ہیں۔ بولیں: بیٹی! اسے معمولی بات سمجھو پرواہ نہ کرو۔ بخدا کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کوئی خوبصورت عورت کسی شخص کے پاس ہو جس سے وہ محبت رکھتا ہو اُس کی سوکنیں بھی ہوں کہ وہ اس کے خلاف بہت باتیں نہ بنائیں۔ کہتی تھیں: میں نے (یہ سن کر) کہا: سبحان اللہ تعجب ہے کہ لوگ ایسی باتیں کرتے رہے ہیں۔ کہتی تھیں: میں اس رات روتی رہی یہاں تک کہ صبح ہوگئی نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ مجھے نیند آتی۔ صبح بھی روتی رہی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے جب وحی کے اُترنے میں دیر ہوئی تو علی بن ابی طالب اور اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بلایا تا اُن سے اپنی بیوی سے علیحدگی کے بارے میں مشورہ کریں۔ کہتی تھیں: اُسامہؓ بن زید نے تو رسول اللہ ﷺ کو وہ مشورہ دیا جو اُنہیں آپؐ کی بیوی کی طہارت و براءت کے متعلق علم تھا اور جو اس محبت کا تقاضا تھا جو اُنہیں ابوبکرؓ کے خاندان سے تھی، وہ کہنے لگے: یارسول اللہ! (عائشہؓ) آپؐ کی بیوی ہیں اور سوائے بھلائی کے ہمیں اور کچھ علم نہیں اور علی بن ابی طالبؓ بولے: یارسول اللہ! آپؐ پر اللہ نے

وَمَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا. وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ يُضَيِّقِ اللهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ. قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ قَالَتْ بَرِيرَةُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ. فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِّنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُبَيِّ ابْنِ سَلُولَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَّعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا. وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي. فَقَامَ

تنگی نہیں رکھی، عائشہؓ کے سوا اور بہت سی عورتیں ہیں اور اگر آپؐ اس لونڈی (بریرہؓ) سے پوچھیں گے تو وہ آپؐ سے سچ سچ کہے گی۔ کہتی تھیں: چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بریرہؓ کو بلایا اور فرمایا: بریرہؓ کیا تو نے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالتی ہو۔ بریرہؓ نے کہا: ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو راستی کے ساتھ بھیجا ہے میں نے اس کے برخلاف کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جسے میں نے عیب کی بات سمجھی ہو۔ ہاں وہ کمسن لڑکی ہے اپنے گھر والوں کا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے اور گھر کی بکری آتی ہے اور اس کو کھا جاتی ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول سے اپنی معذوری کا اظہار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور اس وقت آپؐ منبر پر تھے اے مسلمانوں کی جماعت! کون اس شخص سے میرا انصاف کرے گا، جس نے میری بیوی کی نسبت مجھے سخت تکلیف دی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کی نسبت سوائے بھلائی کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور ان لوگوں نے ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں بھی میں سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتا اور وہ میری بیوی کے پاس میری موجودگی میں ہی آیا کرتا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے کہا:

سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا أَعْذُرُكَ مِنْهُ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ. قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ قَبْلَ ذَلِكَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ. فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ. فَتَثَاوَرَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ. قَالَتْ فَمَكَثْتُ يَوْمِي ذَلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ. قَالَتْ فَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ بَكَيْتُ

یارسول اللہ! میں اس شخص سے نپٹوں گا۔ اگر وہ قبیلہ اوس میں سے ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر وہ ہمارے بھائیوں یعنی خزرج سے ہوا تو پھر جو آپؐ حکم دیں گے ہم آپؐ کا حکم بجالائیں گے۔ کہتی تھیں: یہ سن کر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور وہ قبیلہ خزرج کے سردار تھے، اس سے پہلے اچھے بھلے آدمی تھے مگر قومی غیرت نے ان کو اکسایا اور سعدؓ سے کہا: تم نے جھوٹ کہا ہے۔ بخدا تم اس کو نہیں مارو گے اور نہ اس کے مارنے کی تمہیں طاقت ہے۔ اس پر حضرت اُسید بن حضیرؓ اُٹھے اور وہ حضرت سعد بن معاذؓ کے چچازاد بھائی تھے حضرت سعد بن عبادہؓ سے کہنے لگے: تم نے جھوٹ کہا ہے۔ اللہ کی قسم ہم اسے ضرور مار ڈالیں گے۔ تم بھی منافق ہو جو منافقوں کی طرف سے جھگڑ رہے ہو۔ اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج ایک دوسرے کے برخلاف بھڑک اُٹھے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ وہ ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے بحالیکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابھی منبر پر ہی کھڑے تھے آپؐ اُن کا جوش دباتے رہے جس پر آخر وہ خاموش ہو گئے اور آپؐ بھی خاموش ہوئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں: میں اس دن بھی اس حالت میں رہی میرے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ کہتی تھیں: میرے والدین میرے پاس ہی تھے اور جب میں دو راتیں اور

لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَلَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي. قَالَتْ فَبَيْنَمَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ جَلَسَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ وَ إِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ إِلَى اللهِ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ. قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِأَبِي

ایک دن رو چکی مجھے نیند نہ آئی اور نہ میرے آنسو تھمے تو ماں باپ سمجھنے لگے کہ یہ رونا میرا جگر پارہ پارہ کردے گا۔ کہتی تھیں: اسی اثنا میں کہ دونوں میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ اتنے میں ایک انصاری عورت نے میرے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دی وہ بھی آکر بیٹھ گئی میرے ساتھ رونے لگی۔ کہتی تھیں: ہم اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ کہتی تھیں کہ جب سے کہ افترا کیا گیا اس سے پہلے آپؐ میرے پاس نہ بیٹھے تھے اور آپؐ ایک مہینہ تک منتظر رہے مگر میری نسبت کوئی وحی آپؐ کو نہ ہوئی۔ کہتی تھیں: جب رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے تو آپؐ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور فرمایا: اما بعد عائشہ! بات یہ ہے کہ تمہاری نسبت مجھے ایسی ایسی بات پہنچی ہے۔ سو اگر تم بَری ہو تو عنقریب اللہ تمہیں ضرور بَری کر دے گا اور اگر تم نے کوئی گناہ کر لیا ہے تو پھر اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ اُس پر رحم کرتا ہے۔ کہتی تھیں: جب رسول اللہ ﷺ یہ بات ختم کر چکے تو میرے آنسو یک دم رُک گئے۔ ایسے رُکے کہ میں آنسو کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ کرتی تھی۔ میں نے اپنے باپ سے کہا:

أَجِبْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ. قَالَ وَاللهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَقَدْ سَمِعْتُمْ هَذَا الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذَلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي. وَاللهِ مَا أَجِدُ لَكُمْ مَثَلًا إِلَّا قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۭ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (يوسف: ١٩) قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي. قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلَكِنْ وَاللهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي

رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا جواب دیں جو آپؐ نے فرمائی ہے۔ اُنہوں نے کہا: بخدا میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔ میں نے اپنی ماں سے کہا کہ آپ ہی رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔ وہ بولیں میں بھی نہیں جانتی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا کہوں۔ کہتی تھیں: بحالیکہ میں کمسن لڑکی تھی قرآن کا بھی مجھے زیادہ علم نہ تھا، میں نے کہا: اللہ کی قسم مجھے علم ہو چکا ہے کہ آپ نے یہ بات سنی ہے اور آپ کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے اور اسے سچا سمجھ لیا ہے۔ اس لئے اگر میں آپ سے کہوں کہ میں بَری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں بَری ہوں تو آپ مجھے اس میں بَری نہیں سمجھیں گے اور اگر میں آپ سے کسی بات کا اقرار کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بَری ہوں تو اسے آپ سچا سمجھیں گے۔ اللہ کی قسم میں آپ کے لئے کوئی مثال نہیں پاتی مگر وہی بات جو یوسفؑ کے باپ نے کہی تھی۔ اُنہوں نے کہا تھا: فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۭ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ یعنی صبر ہی اچھا ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگی جائے اس بات میں جو آپ لوگ بیان کر رہے ہیں۔ کہتی تھیں: یہ کہہ کر میں نے کروٹ بدل لی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ کہتی تھیں: میں اس وقت جانتی تھی کہ جیسا کہ میں بری ہوں ویسے ہی اللہ مجھے بَری کرے گا۔ لیکن بخدا میں یہ گمان نہ کرتی تھی کہ اللہ میرے بارے میں ایسی وحی نازل کرے گا جو پڑھی جایا کرے

وَحْيًا يُتْلَى وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كَانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا. قَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ وَهُوَ فِي يَوْمٍ شَاتٍ مِّنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي يُنْزَلُ عَلَيْهِ. قَالَتْ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَتْ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ. فَقَالَتْ أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ. قَالَتْ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ. وَأَنْزَلَ اللّٰهُ: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ (النور: ۱۲-۲۱) الْعَشْرَ الْآيَاتِ كُلَّهَا. فَلَمَّا أَنْزَلَ

گی۔ میری حیثیت میرے نزدیک اس سے ادنیٰ تھی کہ اللہ میری نسبت ایسا کلام فرمائے گا جو پڑھا جائے گا۔ البتہ یہ خواہش رکھتی تھی کہ رسول اللہ ﷺ (میری نسبت) کوئی خواب دیکھیں جس کے ذریعہ اللہ مجھے بَری قرار دے دے۔ کہتی تھیں: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ابھی اس جگہ سے ہٹے نہیں نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا کہ اللہ نے آپؐ پر وحی نازل کی اور اس سے آپؐ کو سخت تکلیف ہونے لگی جو بوقتِ وحی آپؐ کو ہوا کرتی تھی، یہاں تک کہ آپؐ سے موتیوں کی طرح پسینہ ٹپکنے لگتا بحالیکہ سردیوں کے دن ہوتے۔ یہ حالت اس کلام کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہوتی جو آپؐ پر نازل کیا جاتا تھا۔ کہتی تھیں: جب رسول اللہ ﷺ سے (وحی کی) وہ حالت جاتی رہی تو آپؐ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے کی یہ تھی۔ عائشہؓ! اللہ عزوجل نے تمہیں بَری کر دیا ہے۔ یہ سنتے ہی میری ماں بولیں: اُٹھو آنحضرت ﷺ کے پاس جاؤ۔ فرماتی تھیں میں نے کہا: بخدا میں تو آپؐ کے پاس اُٹھ کر نہیں جاؤں گی اور اللہ عزّوجل کے سوا کسی کا شکریہ نہیں کرتی اور اللہ نے دس آیات مکمل نازل کیں: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ ...۔ جب اللہ نے میری بریت میں یہ وحی نازل کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے اور

اللهُ فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثَاثَةَ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللهِ لَا أُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ مَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور:۲۳) قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لِي. فَرَجَعَ إِلَى {مِسْطَحٍ[۱]} النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ وَاللهِ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا. قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي فَقَالَ يَا زَيْنَبُ مَاذَا عَلِمْتِ أَوْ رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي، مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا.

وہ مسطحؓ بن اثاثہ کو اپنے رشتہ دار اور محتاج ہونے کی وجہ سے خرچ دیا کرتے تھے بخدا میں تو مسطحؓ کو کبھی کچھ خرچ نہیں دوں گا بعد اس بات کے جو اس نے عائشہؓ کی نسبت کہی ہے۔ تو اللہ نے یہ وحی نازل کی وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ... یعنی اور تم میں سے جو اہل فضل ہیں اور کشائش رکھتے ہیں وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں سے نیک سلوک میں کوتاہی نہ کریں، چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہارے قصوروں پر پردہ پوشی فرمائے اور تمہیں معاف کرے اور اللہ بہت ہی پردہ پوش اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ میری غلطیوں کی پردہ پوشی فرمائے اور مجھ سے درگزر فرمائے اور انہوں نے مسطحؓ کو وہی خرچ دینا شروع کر دیا جو وہ اسے دیا کرتے تھے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں اس خرچ کو اس سے کبھی نہیں چھینوں گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ جحش کی بیٹی زینبؓ سے میرے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔ فرماتے تھے: زینبؓ! تمہیں کیا علم ہے؟ یا فرماتے: تمہاری کیا رائے ہے؟ تو وہ کہتی یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ محفوظ رکھتی ہوں، سوائے

[۱] یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۵۷۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

قَالَتْ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْإِفْكِ.

بھلائی کے مجھے کوئی علم نہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں: اور یہ وہی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں سے اپنے آپ کو مجھ سے بڑا سمجھتی تھیں اور اللہ نے ان کو پرہیز گاری کی وجہ سے بچالیا اور ان کی بہن حمنہ ان کی خاطر مجھ سے لڑنے لگ جایا کرتی تھی اس لئے وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوگئی جو بہتان باندھنے والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئے۔

أطرافه: ٢٥٩٣، ٢٦٣٧، ٢٦٦١، ٢٦٨٨، ٢٨٧٩، ٤٠٢٥، ٤١٤١، ٤٦٩٠، ٤٧٤٩، ٤٧٥٧، ٥٢١٢، ٦٦٦٢، ٦٦٧٩، ٧٣٦٩، ٧٣٧٠، ٧٥٠٠، ٧٥٤٥۔

تشریح: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ ...: معنونہ آیت پوری یہ ہے جس کی شرح میں مذکورہ بالا مفصل روایت ذکر کی گئی ہے: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (النور: ۱۷) یعنی اور کیوں نہیں تم نے کہا جب تم نے یہ بات سنی تھی ہمیں زیبا نہیں کہ ہم اس کے متعلق کوئی بات کہیں پاک ذات ہے تو (اے اللہ) یہ بہت ہی بڑا بہتان ہے۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں عنوان باب اس آیت سے ہے: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ (النور: ۱۳) یعنی جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے متعلق نیک گمان کیا اور کہہ دیا یہ تو کھلی بناوٹی بات ہے جو جھوٹی بنائی گئی ہے۔ اور بعض نسخوں میں اس باب کا عنوان اس آیت سے ہے: لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (النور: ۱۴) یعنی کیوں نہیں وہ لوگ (الزام لگانے والے) اس بات پر چار گواہ لائے۔ چونکہ وہ گواہ نہیں لائے اس لئے وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۵۷۸)

ان تینوں عناوین کے تحت روایت نمبر ۴۷۵۰ ہی تفصیل سے نقل کی گئی ہے۔ یہ روایت اسی تفصیل سے کتاب الشہادات روایت نمبر ۲۶۶۱ میں فُلَیح بن سلیمان کی سند سے نقل کی گئی ہے اور کتاب المغازی روایت نمبر ۴۱۴۱ میں صالح بن کیسان کی سند سے۔ دونوں نے یہ روایت زہریؒ سے نقل کی ہے۔ ان کے علاوہ دوسری جگہوں میں بھی اختصار سے منقول ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد روایت نمبر ۲۸۷۹، کتاب التفسیر روایت نمبر ۴۶۹۰، کتاب الأیمان والنذور روایت نمبر ۶۶۷۹ و کتاب التوحید روایت نمبر ۷۵۴۵)

مذکورہ بالا روایت میں سورۃ النور کی آیت اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ

هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○(النور:۱۲) کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے یہ بہتان باندھا ہے تم میں سے ایک گروہ ہے تم اسے اپنے لئے شر نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لئے بہتری کا موجب ہے (کہ اس کے ذریعے سے احکام نازل ہو کر شریعت پایۂ تکمیل کو پہنچی) ان میں سے ہر شخص کے لئے جو گناہ اس نے کمایا اس کی سزا ملے گی اور جو اُن میں سے بڑے حصے کا متولی ہوا، اُس کے لئے بہت بڑی سزا مقدر ہے۔ اس آیت سے باب نمبر ۵ قائم کر کے بتایا گیا ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے اس بہتان میں بڑا حصہ لیا۔

امام بخاریؒ نے اس بہتان کے تعلق میں سورۃ النور کی متعلقہ آیات کی شرح بیان کرنے کے لئے الگ الگ آیات سے عنوان قائم کئے ہیں اور ہر عنوان کے تحت کوئی نہ کوئی روایت نقل کر کے آیت کا مفہوم واضح کیا ہے۔

بَاب ۷: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○(النور: ۱۵)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت دنیا و آخرت میں تم پر نہ ہوتی تو تمہیں اس بات کی وجہ سے جس میں تم پڑ گئے بہت بڑی سزا پہنچتی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَلَقَّوْنَهٗ (النور:۱۶) يَرْوِيهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ تُفِيضُونَ (يونس:٦٢) تَقُولُونَ.

اور مجاہد نے کہا: تَلَقَّوْنَهٗ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے بات سن کر نقل کرنے لگے۔ تُفِيضُونَ کے معنی ہیں کہ تم کہتے تھے۔

٤٧٥١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ أُمِّ رُومَانَ أُمِّ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا رُمِيَتْ عَائِشَةُ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا.

۴۷۵۱: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن کثیر نے ہمیں بتایا، انہوں نے حصین بن عبد الرحمٰن سے، حصین نے ابووائل سے، ابووائل نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہؓ کی ماں حضرت اُمِّ رومانؓ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں جب عائشہؓ متہم کی گئیں تو بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔

أطرافه: ٣٣٨٨، ٤١٤٣، ٤٦٩١۔

بَاب۸: اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّ تَحۡسَبُوۡنَهٗ هَیِّنًا ٭ۖ وَّ هُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِیۡمٌ ○ (النور: ١٦)

(تمہیں سزا اس لئے ملتی کہ) تم آپس میں ایک دوسرے کی زبان سے یہ جھوٹ سن کر قبول کرتے اور آگے پہنچاتے تھے اور اپنے مونہوں سے ایسی بات کہتے جس کا تمہیں کوئی علم نہیں تھا اور تم اسے معمولی بات سمجھتے تھے بحالیکہ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔

٤٧٥٢: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقْرَأُ إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ.

۴۷۵۲: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ان کو خبر دی کہ ابوملیکہ کے بیٹے نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو یہ آیت یوں پڑھتے سنا: إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ یعنی جب تم اپنی زبانوں سے یہ بات گھڑتے تھے۔

طرفه: ٤١٤٤۔

تشریح: اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِکُمۡ: اوپر قراءت کی مختلف صورتیں بیان کی جاچکی ہیں اعادے کی ضرورت نہیں۔ مجاہد کے حوالے سے تَلَقَّوۡنَهٗ اور تُفِیۡضُوۡنَ کا مفہوم بتایا گیا ہے۔ لفظ تَلَقَّوْنَ کی قراءت کے بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ مشہور قراءت تو یہی ہے جو ابوعبیدہؒ سے بالجزم مروی ہے اور ان کے سوا بعض (یعنی حضرت ابن مسعودؓ) نے تَتَلَقَّوْنَهُ پڑھا ہے اور حضرت عائشہؓ کی طرف تَلِقُونَهُ کی قراءت منسوب کی گئی ہے جو وَلْقٌ سے مشتق ہے۔ یعنی بمعنی جھوٹ۔ فراء ادیب کا قول ہے کہ وَلْقٌ کے معنی ہیں جھوٹ پر اصرار اور جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولے اسے أَلْق کہتے ہیں۔ خلیل ادیب کے نزدیک وَلْقٌ کے معنی ہیں جلد بازی۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۱۲) حضرت عائشہؓ کی قراءت کا ذکر غزوہ مریسیع میں گزر چکا ہے۔ (دیکھئے بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافك، روایت نمبر ۴۱۴۴) آیت کا سیاق کلام واضح ہے اور دونوں قراءتوں کی رو سے مفہوم یہی ہے کہ تم بغیر سوچے سمجھے سنی سنائی بات کو سچا سمجھ کر آگے پہنچانے کے لئے جلدی سے تیار ہو جاتے ہو اور ایسی مخرب الاخلاق باتوں کی اشاعت کرتے ہو جو جائز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مؤاخذہ گناہ ہے اور حکومت کے فرائض میں سے ہے کہ اس قسم کی فحش اشاعت کی روک تھام کرے اور سزا دے۔

بَاب

وَ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات کے متعلق کوئی گفتگو کریں۔ پاک ذات ہے تو، یہ تو بہت بڑا ابہتان ہے۔ (النور:۱۷)

٤٧٥٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبَيْلَ مَوْتِهَا عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ قَالَتْ أَخْشَى أَنْ يُثْنِيَ عَلَيَّ فَقِيلَ ابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ وُجُوهِ الْمُسْلِمِينَ قَالَتِ ائْذَنُوا لَهُ. فَقَالَ كَيْفَ تَجِدِينَكِ قَالَتْ بِخَيْرٍ إِنِ اتَّقَيْتُ. قَالَ فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى زَوْجَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ. وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ خِلَافَهُ فَقَالَتْ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَثْنَى عَلَيَّ وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ

۴۷۵۳: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ عمر بن سعید بن ابی حسین سے روایت ہے، اُنہوں نے کہا: ابوملیکہ کے بیٹے نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس ان کے فوت ہونے سے پہلے آنے کی اجازت طلب کی اور وہ نڈھال پڑی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ میری تعریف نہ کریں۔ ان سے کہا گیا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ہیں اور معزز مسلمانوں میں سے ہیں۔ فرمانے لگیں: اُنہیں اجازت دے دو۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: آپ اپنے آپ کو کیسا پاتی ہیں؟ فرمانے لگیں: اچھی ہوں اگر متقی ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: آپؓ انشاء اللہ اچھی ہی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ آنحضورؐ نے آپؓ کے سوا کسی کنواری سے نکاح نہیں کیا اور آپؓ کی بریت تو آسمان سے نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کے جانے کے بعد حضرت ابن زبیرؓ آئے تو کہنے لگیں: ابن عباسؓ

نَسْيًا مَنْسِيًّا.

أطرافه: ٣٧٧١، ٤٧٥٤۔

آئے تھے اور اُنہوں نے میری تعریف کی بحالیکہ میں نے آرزو کی تھی کہ کاش میں بھولی بسری رہتی (میری تعریف میں کوئی ذکر نہ ہوتا)

٤٧٥٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى عَائِشَةَ، نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ نَسْيًا مَنْسِيًّا.

أطرافه: ٣٧٧١، ٤٧٥٣۔

۴۷۵۴: محمد بن مثنیٰ نے ہمیں بتایا۔ عبدالوہاب بن عبدالمجید نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن عون نے ہمیں بتایا، قاسم (بن محمد بن ابی بکر) سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگی اور پھر اُنہوں نے یہی بات بیان کی (جو اوپر گزر چکی ہے) مگر اُنہوں نے بھولی بسری کے الفاظ ذکر نہیں کئے

تشریح: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا: عنوانِ باب کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مناقب سے نہیں بلکہ فضیلت سے قائم کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس باب کے تحت جن روایتوں کا ذکر ہے ان میں حضرت عائشہؓ کے فضائل کا ہی ذکر ہے۔ ایسا تصرف امام بخاریؒ نے بعض دوسروں کے متعلق بھی ملحوظ رکھا ہے۔ بہر حال جو روایتیں پہلے گزر چکی ہیں اور باب زیر شرح کی روایتوں میں ہیں وہ آپ کی غایت درجہ تقویٰ اور بہت بلند درجے پر دلالت کرتی ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ۔ ساری عمر نیکیاں بجالاتی رہیں نہ صرف عورتوں میں سلسلہ تعلیم جاری رکھا اور ان کی خیر خواہی میں شب و روز مشغول رہیں بلکہ مردوں نے بھی اُن سے اکتسابِ فیض کیا وہ مجتہد اور فقیہہ خاتون تھیں۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے اپنے دل میں اپنی کسی خوبی کا خیال تک نہیں آنے دیا اور پسند نہیں کیا کہ کوئی اُن کے سامنے اُن کی تعریف کرے۔ کیا ہی پاکیزہ نفس خاتون تھیں۔

بہتان طرازی کے متعلق جو ہدایت مذکورہ بالا آیت میں ہے وہ ایک قیمتی ہدایت ہے۔ عام طور پر لوگوں میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ اپنے لوگوں میں سے کسی کی نسبت کوئی بُری بات سنیں تو اس پر نہ صرف یقین کر لیتے ہیں بلکہ دوسروں تک پہنچانے میں مزہ لیتے ہیں۔ اس طرح اپنے اخلاق کو بھی خراب کرتے ہیں اور دوسروں کے بھی۔ اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس بارے میں پوری آیت یہ ہے: وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ (النور: ١٧) یعنی اور کیوں نہ جب تم نے یہ بات سنی تھی کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ شایاں نہیں کہ ہم ایسی بات کے متعلق گفتگو کریں۔ پاک ذات ہے تو، یہ بہت ہی بڑا بہتان ہے۔

سُبْحٰنَكَ سے یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بطور مزکی مبعوث ہوئی تھی اور آپؐ کے

ذریعہ سے جو تزکیۂ نفس صحابہ کرام کا ہوا اور دور و نزدیک رہنے والوں نے آپؐ کی تاثیر قدسی کی برکت سے جن پاکیزہ اخلاق کا جامہ زیب تن کیا، وہ آپؐ کے مزکی ہونے کی بہت بڑی شہادت ہے۔ ایسی صورت میں یہ ہو نہیں سکتا کہ قریب ترین اشخاص جن میں بیویوں سے بڑھ کر اور کوئی قریب ترین نہیں ہو سکتا فائدہ نہ اٹھاتے اور ایک ایسا فعل ان کی طرف منسوب کیا جاتا کہ جس سے ایک عام شریف انسان گھن کھاتا ہے۔ ایسی بات کو تسلیم کر لینا اور اس کا چرچا کرنا ایک نہایت ہی بڑا گناہ تھا جس کی وجہ سے مومنوں کو یہاں تنبیہ کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ مَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا (ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات کے متعلق کوئی گفتگو کریں) اور اس سے پہلے یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مومن مردوں اور عورتوں کو اپنے متعلق حسن ظن سے کام لینا چاہیے اس طرح یہ ہدایت اثبات و نفی کی رو سے ایک کامل ہدایت ہے۔

بَاب ۹ : يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا (النور: ۱۸) الْآيَةَ

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی بات کی طرف عود (نہ) کرو

٤٧٥٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا قُلْتُ أَتَأْذَنِينَ لِهَذَا قَالَتْ أَوَلَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ قَالَ سُفْيَانُ تَعْنِي ذَهَابَ بَصَرِهِ فَقَالَ:

۴۷۵۵: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ فرماتی تھیں: حسان بن ثابتؓ آئے ان کے پاس آنے کی اجازت مانگنے لگے (مسروق کہتے تھے کہ) میں نے کہا: کیا آپؓ اُنہیں اجازت دیں گی؟ فرمانے لگیں: کیا اُنہیں بڑا عذاب پہنچ نہیں گیا؟ سفیان کہتے تھے: (حضرت عائشہؓ کی) اس سے مراد حسانؓ کی بینائی کا چلا جانا تھا (حسان کو اجازت دی گئی) اُنہوں نے آکر شعر پڑھے (جن میں سے ایک شعر یہ ہے:)

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

یعنی نہایت پاکدامن ہیں، نہایت باوقار ہیں کسی عیب کا بھی شبہ اُن پر نہیں جاتا اور بے خبر عورتوں کے گوشت سے بھوکی رہتی ہیں (یعنی غیبت نہیں کرتیں)

قَالَتْ لَكِنْ أَنْتَ....

(یہ شعر سن کر حضرت عائشہؓ) فرمانے لگیں: مگر آپ تو ایسے نہیں۔

أطرافه: ٤١٤٦، ٤٧٥٦۔

تشریح: يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا: حضرت حسان بن ثابتؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بہتان کا چرچا کیا تھا اور حضرت عائشہؓ نے ان کی اس کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ نابینا ہو گئے تھے تو حضرت عائشہؓ نے ان کی بینائی کے جاتے رہنے کو سزا پر محمول کیا ہے جو اسی دنیا میں اُنہیں مل گئی اور ان سے درگزر فرمایا اور اندر آنے کی اجازت دی۔ یہ اجازت دینا بھی آپؓ کے بلند اخلاق پر دلالت کرتا ہے۔

بَاب ١٠: وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (النور: ١٩)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور اللہ تمہارے لئے ان آیات کو کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ علیم حکیم ہے

٤٧٥٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى عَائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقَالَ:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قَالَتْ عَائِشَةُ لَسْتَ كَذَاكَ. قُلْتُ تَدَعِينَ مِثْلَ هَذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ (النور: ١٢) فَقَالَتْ وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَى. وَقَالَتْ وَقَدْ كَانَ يَرُدُّ

٤٧٥٦: محمد بن بشار نے ہمیں بتایا۔ ابوعدی کے بیٹے نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں خبر دی۔ اُنہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے روایت کی کہ اُنہوں نے کہا: حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور ان کی تعریف میں شعر کہے اور کہا:

نہایت پاکدامن ہیں، نہایت باوقار ہیں کسی عیب کا بھی شبہ ان پر نہیں جاتا اور بے خبر عورتوں کے گوشت سے بھوکی رہتی ہیں (یعنی غیبت نہیں کرتیں)

حضرت عائشہؓ نے (یہ شعر سن کر) فرمایا: آپ تو ایسے نہیں۔ میں نے کہا: آپ ایسے شخص کو اپنے پاس آنے دیتی ہیں بحالیکہ اللہ نے یہ وحی نازل کی ہے: یعنی اور وہ شخص جس نے اُن میں سے اس بہتان میں بڑا حصہ لیا۔ فرمانے لگیں: اور اندھا پن سے زیادہ سخت اور کیا سزا ہو گی اور فرمایا کہ یہ (حسانؓ)

عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رسول اللہ ﷺ کی طرف سے (کفار کو) جواب دیا کرتے تھے۔

أطرافه: ٤١٤٦، ٤٧٥٥۔

تشریح: وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: سابقہ باب کی آیت کے مابعد اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت میں فرماتا ہے کہ وہ واقعات کی روشنی میں اپنے احکام کھول کھول کر بیان کر رہا ہے، تا کسی حکم کے سمجھنے میں کوئی ابہام و شبہ نہ رہے۔ یہی طریقِ تنزیل اس کی صفت علیم و حکیم کا تقاضا ہے۔ اس باب کے تحت سابقہ باب کی روایت ہی کا اعادہ ایک دوسری سند سے کیا گیا ہے۔ اس سے اس کی صحت کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس روایت میں حضرت حسان بن ثابتؓ کو اندر آنے کی اجازت دینے کے لئے یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ شعراء کفار کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کی سابقہ خدمت کا پاس ہے۔ لوگ بالعموم یہ بات بھول جاتے ہیں اور قدیم خدام کی عزت و قدر نہیں کرتے۔ حضرت عائشہؓ کے اس سلوک میں ہمارے لئے سبق ہے۔ اُنہوں نے حضرت حسانؓ کی سابقہ خدمت کے پیشِ نظر اپنے ذاتی رنج کے احساس کو نظر انداز کر دیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ ان کا اپنا ذاتی صدمہ لا شیئ ہے۔ کیا عمدہ اور سبق آموز جواب ہے۔ جو حضرت عائشہؓ کی پاکیزہ نفسیات کی ترجمانی کرتا ہے ورنہ اتنا سنگین الزام ہو اور پھر عورت ذات اُسے بھول جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں رنگین ہو چکی تھیں۔ فضائلِ عائشہؓ کے باب میں حضرت حسانؓ کا ذکر امام بخاریؒ بلاوجہ نہیں لائے۔

بَاب ۱۱: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور: ۲۰، ۲۱)

وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی باتیں مومنوں میں پھیلیں اُن کو دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم دکھ میں پڑ جاتے) اور یہ کہ اللہ بہت ہی نرمی کرنے والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔

{تَشِيْعَ تَظْهَرُ[1].} تَشِيْعَ کے معنی ہیں ظاہر ہو، کھلم کھلا اعلان کیا جائے۔

وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور تم میں سے اہلِ فضل اور کشائش والے قسم نہ کھائیں اور کوتاہی نہ کریں کہ

---

[1] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۶۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور: ۲۳)

اپنے رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی ہے دیں اور چاہیے کہ وہ عفو سے کام لیں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری پردہ پوشی فرمائے اور اللہ بہت ہی پردہ پوش اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

٤٧٥٧: وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهِ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيَّ خَطِيبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي وَايْمُ اللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ وَأَبَنُوهُمْ بِمَنْ وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ قَطُّ وَلَا يَدْخُلُ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ وَلَا غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِي. فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ ائْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ نَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ. وَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذَلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ كَذَبْتَ أَمَا وَاللهِ أَنْ لَوْ

۴۷۵۷: اور ابواُسامہ نے کہا: ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی تھیں: جب میری بابت چہ میگوئیاں ہوئیں اور مجھے اس کا علم بھی نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ میری نسبت (لوگوں سے) خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر اللہ کی وہ حمد و ثنا کی جس کا وہ اہل ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اما بعد ایسے لوگوں کے بارہ میں مجھے مشورہ دو جنہوں نے میری بیوی پر تہمت لگائی ہے، اور اللہ کی قسم مجھے اپنی بیوی کی نسبت کسی بُری بات کا علم نہیں اور ان لوگوں نے ایسے شخص سے متعلق اتہام باندھا ہے کہ جس کی بابت بخدا مجھے کبھی کوئی بُری بات معلوم نہیں ہوئی اور وہ میرے گھر میں کبھی داخل نہیں ہوا مگر اس وقت کہ میں موجود ہوتا اور جب بھی میں کسی سفر میں گیا ہوں وہ میرے ساتھ ضرور جاتا۔ یہ سن کر حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوگئے اور اُنہوں نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت

كَانُوا مِنَ الْأَوْسِ مَا أَحْبَبْتَ أَنْ تُضْرَبَ أَعْنَاقُهُمْ حَتَّى كَادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا عَلِمْتُ. فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذَلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي وَمَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ وَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ أَيْ أُمِّ تَسُبِّينَ ابْنَكِ وَسَكَتَتْ. ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا تَسُبِّينَ ابْنَكِ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا أَسُبُّهُ إِلَّا فِيكِ. فَقُلْتُ فِي أَيِّ شَأْنِي قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِي الْحَدِيثَ. فَقُلْتُ وَقَدْ كَانَ هَذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللَّهِ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي كَأَنَّ الَّذِي خَرَجْتُ لَهُ لَا أَجِدُ مِنْهُ قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا وَ وَعِكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْنِي إِلَى بَيْتِ أَبِي فَأَرْسَلَ مَعِي الْغُلَامَ. فَدَخَلْتُ الدَّارَ فَوَجَدْتُ أُمَّ رُومَانَ

دیں کہ ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں۔ اور بنو خزرج میں سے ایک شخص اُٹھا، اور حسان بن ثابتؓ کی ماں اس شخص کی قوم میں سے تھی۔ وہ (حضرت سعدؓ سے) کہنے لگا: تم نے غلط کہا ہے۔ دیکھو اللہ کی قسم! اگر وہ لوگ اوس میں سے ہوتے تو تم کبھی پسند نہ کرتے کہ اُن کی گردنیں اُڑائی جائیں۔ غرض (اس تُو تُو مَیں مَیں میں) نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریب تھا کہ مسجد میں ہی بنی اوس اور بنی خزرج کی آپس میں لڑائی ہو جاتی (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) اور مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ جب اس دن شام ہوئی میں اپنی کسی حاجت کے لئے باہر گئی اور میرے ساتھ مسطح کی ماں تھی اس نے ٹھوکر کھائی اور کہنے لگی: مسطح کا ستیاناس ہو۔ میں نے کہا: اماں تم اپنے بیٹے کو بُرا بھلا کہتی ہو۔ اس پر وہ خاموش ہو گئی پھر اس نے دوسری بار ٹھوکر کھائی اور کہنے لگی: مسطح کا ستیاناس ہو، میں نے اُس سے کہا: اماں تم اپنے بیٹے کو بُرا بھلا کہتی ہو۔ پھر اس نے تیسری بار ٹھوکر کھائی اور کہنے لگی: مسطح کا ستیاناس ہو۔ میں نے اسے جھڑکا۔ وہ کہنے لگی: بخدا میں تمہاری ہی وجہ سے اس کو گالی دیتی ہوں۔ میں نے پوچھا: میرے لئے کس وجہ سے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: مسطح کی ماں نے سارا قصہ مجھ سے کھول کر بیان کیا۔ میں نے کہا: کیا حقیقت میں یہ بات ہوئی ہے؟ کہنے لگی: ہاں، اللہ کی قسم۔ یہ سن کر میں اپنے گھر کو واپس ہو

فِي السُّفْلِ وَأَبَا بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ. فَقَالَتْ أُمِّي مَا جَاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ فَأَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الْحَدِيثَ وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ مَا بَلَغَ مِنِّي. فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ خَفِّضِي عَلَيْكِ الشَّأْنَ فَإِنَّهُ وَاللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا حَسَدْنَهَا وَقِيلَ فِيهَا. وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّي. قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِي قَالَتْ نَعَمْ. قُلْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ أَبُو بَكْرٍ صَوْتِي وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِأُمِّي مَا شَأْنُهَا قَالَتْ بَلَغَهَا الَّذِي ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ. قَالَ أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ أَيْ بُنَيَّةُ إِلَّا رَجَعْتِ إِلَى بَيْتِكِ فَرَجَعْتُ. وَلَقَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي فَسَأَلَ عَنِّي خَادِمَتِي فَقَالَتْ لَا وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ

گئی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس ضرورت کے لئے میں نکلی تھی وہ مجھے بالکل نہ رہی نہ تھوڑی نہ بہت اور مجھے بخار ہو گیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: مجھے میرے باپ کے گھر میں بھیج دیں۔ آپؐ نے میرے ساتھ ایک لڑکا بھیجا۔ میں گھر میں داخل ہوئی اور میں نے اُم رومان کو (مکان کے) نچلے حصے میں پایا اور حضرت ابو بکرؓ اس وقت گھر کے بالاخانہ میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ میری ماں بولی: بیٹی کیسے آئی ہو؟ میں نے اُنہیں بتایا اور وہ قصہ ان سے ذکر کیا، کیا دیکھتی ہوں کہ اس بات نے انہیں اتنی تکلیف نہ دی جتنی کہ مجھے اس سے تکلیف ہوئی تھی۔ وہ کہنے لگیں: بیٹی! یہ بات معمولی سمجھو، پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ اللہ کی قسم کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شخص کے پاس ہو جس سے وہ محبت رکھتا ہو اس کی سوکنیں بھی ہوں مگر وہ اس سے حسد نہ کرتی ہوں اور اس کے متعلق باتیں نہ بنائی گئی ہوں۔ مجھے تعجب ہوا کہ اس بات نے اُن پر اتنا اثر نہیں کیا جتنا کہ مجھ پر کیا تھا۔ میں نے کہا: کیا میرے باپ کو بھی اس بات کا علم ہو چکا ہے؟ اُنہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ کو بھی؟ اُنہوں نے کہا: ہاں رسول اللہ ﷺ کو بھی۔ میرے آنسو جاری ہو گئے اور میں رونے لگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے میری آواز سنی اور وہ گھر کے بالاخانہ میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ سن

تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيرَهَا أَوْ عَجِينَهَا. فَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اصْدُقِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَسْقَطُوا لَهَا بِهِ. فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللهِ وَاللهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تِبْرِ الذَّهَبِ الْأَحْمَرِ. وَبَلَغَ الْأَمْرُ إِلَى ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي قِيلَ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَاللهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ. قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُتِلَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللهِ. قَالَتْ وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي فَلَمْ يَزَالَا حَتَّى دَخَلَ {عَلَيَّ[۱]} رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِي أَبَوَايَ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ إِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوءًا أَوْ ظَلَمْتِ فَتُوبِي إِلَى اللهِ فَإِنَّ اللهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ قَالَتْ وَقَدْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ مِنَ

کر وہ اُترے اور میری ماں سے کہا: اسے کیا ہوا ہے؟ بولیں: جو اس کی نسبت چرچا ہوا ہے اس کی خبر اس کو پہنچ گئی ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگے: بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم ضرور اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔ میں لوٹ گئی اور رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں آئے اور میری خادمہ سے میری بابت پوچھا۔ اس نے کہا: ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! مجھے اس کے کسی عیب کا علم نہیں ہوا سوا اس کے کہ وہ سو جایا کرتی ہے اور بکری آکر اس کا خمیر یا آٹا کھا جاتی ہے اور آپؐ کے صحابہ میں سے کسی نے اس خادمہ کو ڈانٹا اور کہا: رسول اللہ ﷺ سے سچ سچ بیان کرو۔ یہاں تک کہ اس وجہ سے اس کے لئے بھی آفات بکنے لگے۔ وہ کہنے لگی: اللہ ہی کی ذات پاک ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے اس (حضرت عائشہؓ) میں کوئی عیب معلوم نہیں ہوا مگر اتنا ہی جو سنار خالص کندن کئے ہوئے سونے میں جانتا ہے اور یہ بات اس شخص کو بھی پہنچی کہ جس کی نسبت کہی گئی تھی۔ وہ سن کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے۔ بخدا! میں نے کبھی کسی عورت کا پہلو ننگا نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں: اور وہ اللہ کی راہ میں شہید ہوا۔ انہوں نے کہا: اور میرے ماں باپ میرے پاس صبح آئے اور وہیں رہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ میرے

[۱] یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۶۱۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الْأَنْصَارِ فَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ فَقُلْتُ أَلَا تَسْتَحْيِي مِنْ هَذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا. فَوَعَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتُّ إِلَى أَبِي فَقُلْتُ أَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا أَقُولُ فَالْتَفَتُّ إِلَى أُمِّي فَقُلْتُ أَجِيبِيهِ. فَقَالَتْ أَقُولُ مَاذَا فَلَمَّا لَمْ يُجِيبَاهُ تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللهَ وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قُلْتُ أَمَّا بَعْدُ فَوَاللهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ مَاذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوبُكُمْ. وَإِنْ قُلْتُ إِنِّي فَعَلْتُ وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ لَتَقُولُنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا. وَإِنِّي وَاللهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوبَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (يوسف: ١٩) وَأُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْسَاعَتِهِ

پاس آئے۔ آپؐ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے اور اس کے بعد آئے اور میرے ماں باپ میرے دونوں طرف دائیں بائیں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا: اما بعد! عائشہؓ اگر تو نے کسی بُرائی کا ارتکاب کیا ہے یا فرمایا: تو نے کوئی گناہ کر لیا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرو کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے۔ کہتی تھیں: اس وقت ایک انصاری عورت بھی آگئی تھی اور وہ دروازے پر بیٹھی تھی۔ میں نے کہا: کیا آپؐ اس عورت سے نہیں شرماتے کہ ایسی بات کا ذکر کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وعظ و نصیحت کی۔ میں نے اپنے باپ کی طرف مڑ کر دیکھا اور (ان سے) کہا: آپؐ انہیں جواب دیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا کہوں؟ پھر میں اپنی ماں کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے کہا: اُنہیں جواب دیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کیا جواب دوں؟ جب اُنہوں نے آپؐ کو جواب نہ دیا تو میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اللہ کی وہ حمد و ثنا کی جس کا وہ حق دار ہے اور میں نے کہا: اما بعد اللہ کی قسم! اگر میں آپ سے کہوں کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور اللہ عزوجل شاہد ہے کہ میں یقیناً سچی ہوں تو میری یہ بات آپ کے نزدیک مجھے کوئی نفع دینے کی نہیں۔ آپ نے جو کہنا تھا کہہ ہی دیا ہے۔ آپ کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے اور اگر میں کہوں کہ میں نے کیا اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کیا تو آپ ضرور کہیں گے

فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَبَيَّنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ وَ هُوَ يَمْسَحُ جَبِينَهُ وَيَقُولُ أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ فَقَدْ أَنْزَلَ اللهُ بَرَاءَتَكِ. قَالَتْ وَكُنْتُ أَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا. فَقَالَ لِي أَبَوَايَ قُومِي إِلَيْهِ. فَقُلْتُ وَاللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُهُ وَلَا أَحْمَدُكُمَا وَلَكِنْ أَحْمَدُ اللهَ الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي. لَقَدْ سَمِعْتُمُوهُ فَمَا أَنْكَرْتُمُوهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوهُ. وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ أَمَّا زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللهُ بِدِينِهَا فَلَمْ تَقُلْ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ. وَكَانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ وَهُوَ الَّذِي كَانَ يَسْتَوْشِيهِ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ. قَالَتْ فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ لَا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا. فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَالسَّعَةِ

کہ اس نے اپنے متعلق اقرار کر لیا ہے اور بخدا میں اپنی اور آپ کی مثال سوا اس کے نہیں پاتی اور میں نے حضرت یعقوبؑ کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر یاد نہ کر سکی آخر میں نے کہا: سوائے حضرت یوسفؑ کے باپ کے جب انہوں نے کہا تھا: صبر کرنا ہی اچھا ہے۔ اور اللہ ہی سے مدد مانگی جائے اس بات میں جو تم بیان کر رہے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی گھڑی وحی نازل ہونا شروع ہوئی اور ہم خاموش ہو گئے۔ جب آپؐ سے وحی کی حالت جاتی رہی اور میں آپؐ کے چہرے پر خوشی دیکھ رہی تھی اور آپؐ اپنی پیشانی پونچھ رہے تھے اور یہ فرمانے لگے: عائشہؓ! تمہیں بشارت ہو اللہ نے تمہاری بریت نازل کر دی ہے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں اور میں نہایت ہی غصے میں تھی جو کبھی ہوئی۔ میرے ماں باپ نے مجھ سے کہا: اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (اور شکریہ ادا کرو) میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کے پاس اٹھ کر نہیں جاؤں گی۔ اور نہ ان کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور نہ تمہارا شکریہ لیکن میں اس اللہ کی شکر گزار ہوں جس نے میری بریت نازل کی۔ تم نے ایسی بات سنی اور اس کا انکار نہیں کیا اور نہ اس کے خلاف کہا اور حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں: زینب بنت جحشؓ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ) جو تھیں اللہ نے ان کو دینداری کی وجہ سے بچا لیا اور اُنہوں نے سوا بھلی بات کے اور کچھ نہیں کہا اور جو اُن کی بہن حمنہ تھیں وہ ہلاک ہو گئی

اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ (النور:۲۳) يَعْنِي مِسْطَحًا إِلَى قَوْلِهِ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○(النور:۲۳) حَتَّى قَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلَى وَاللهِ يَا رَبَّنَا إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهُ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ.

اُن لوگوں کے ساتھ جو ہلاک ہوئے اور جو اس بات کا چرچا کرتے تھے، وہ مسطح، حسان بن ثابت اور منافق عبداللہ بن اُبَیّ تھے۔ اور یہ عبداللہ ہی وہ شخص تھا جو اس واقعہ کی نسبت کُرید کُرید کر پوچھا اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اس واقعہ کو بناتا تھا اور چرچا کرنے والے لوگوں میں سے اسی شخص نے اس بات میں بڑا حصہ لیا اور حمنہ بھی باتیں کرتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مسطح کو کبھی بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ اس لئے اللہ عزوجل نے یہ وحی نازل کی: وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ: اور تم میں سے فضل اور کشائش والے رشتہ داروں اور مسکینوں سے نیک سلوک کرنے میں کوتاہی نہ کریں... اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ سے مراد حضرت ابو بکرؓ ہیں اور اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ سے مسطح مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول تک کہ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں پردہ پوشی سے نوازے اور اللہ بہت ہی پردہ پوش اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ آخر حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت سن کر کہا: کیوں نہیں، اللہ کی قسم! اے ہمارے ربّ! ہم ضرور پسند کرتے ہیں کہ تو پردہ پوشی فرما کر ہم سے درگزر کر اور حضرت ابو بکرؓ نے جو احسان مسطح پر کیا کرتے تھے وہ دوبارہ شروع کر دیا (یعنی وہ وظیفہ خوراک وغیرہ جو وہ اسے دیا کرتے تھے۔)

أطرافه: ۲۵۹۳، ۲۶۳۷، ۲۶۶۱، ۲۶۸۸، ۲۸۷۹، ٤۰۲٥، ٤١٤١، ٤٦٩۰، ٤٧٤٩، ٤٧٥۰، ٥٢١٢، ٦٦٦٢، ٦٦٧٩، ٧٣٦٩، ٧٣٧۰، ٧٥۰۰، ٧٥٤٥۔

تشریح: وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ : یہ ارشاد پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اس میں کمزوروں پر رحم وشفقت اور اُن کی لغزشوں پر چشم پوشی کی تعلیم دی گئی ہے۔ لفظ يَأْتَلِ آلَى سے بھی مشتق ہے اور أَلَوْ سے بھی۔ أَلَا، يَأْلُوْ (أَلْوًا وَأُلُوًّا وَأَلِيًّا) فِي الْأَمْرِ: قَصَّرَ فِيْهِ وَأَبْطَأَ۔ یعنی کسی بات میں کوتاہی کی اور ڈھیل کی۔ کہتے ہیں مَا أَلَوْتُ جَهْدًا میں نے کوشش میں کمی نہیں کی اور آلَى، إِيْلَاءً وَتَأَلَّى وَائْتَلَى کے معنی ہیں حَلَفَ یعنی قسم کھائی۔ حضرت ابو بکرؓ مسطحؓ کو اس کے خاندان کے لئے گزارہ دیا کرتے تھے کیونکہ آپؓ کی بیٹی پر تہمت لگانے میں مسطح بھی شریک تھا اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ اسے کوئی وظیفہ نہیں دیں گے۔ جس پر یہ فہمائش نازل ہوئی۔ بہتان میں غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم عفو تعلقات استوار رکھنے کے لئے بہت مبارک ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ پہلے گزر چکی ہے۔

بَاب ۱۲ : وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ (النور:۳۲)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں

۴۷۵۸ : وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ (النور:۳۲) شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا.

طرفہ: ۴۷۵۹۔

۴۷۵۸: اور احمد بن شبیب نے کہا کہ میرے باپ (شبیب) نے ہمیں بتایا۔ یونس (بن یزید) سے مروی ہے کہ ابن شہاب سے روایت ہے۔ اُنہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: اللہ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم کرے۔ جب اللہ نے یہ حکم فرمایا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ تو اُنہوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر اُنہیں بطور اوڑھنیاں استعمال کیا۔

۴۷۵۹ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقُولُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَلْيَضْرِبْنَ

۴۷۵۹: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن نافع نے ہمیں بتایا۔ اُنہوں نے حسن بن مسلم سے، حسن نے صفیہ بنت شیبہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: جب آیت وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ نازل ہوئی تو

بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ (النور: ۳۲) أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الْحَوَاشِي فَاخْتَمَرْنَ بِهَا.

عورتوں نے اپنے تہ بند لئے اور انہیں کناروں سے پھاڑ کر بطور اوڑھنیاں استعمال کیا۔

طرفه: ٤٧٥٨۔

تشریح: **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ:** غضِ بصر سے متعلق اسلامی حکم پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ اسی تعلق میں متعلقہ آیت میں غیر مردوں پر اپنی زینت نمایاں نہ کرنے کا ارشاد ہے۔ اگر عورت کو باہر جانے کی ضرورت ہو تو اُسے اوڑھنی سے اپنے سینے کو ڈھانکنے کا حکم ہے جس کی وضاحت باب کی روایتوں سے کی گئی ہے۔ مِرْطٌ عربی زبان میں اَن سلے کپڑے کو کہتے ہیں۔ سوتی چادر ہو یا اونی کپڑا اوڑھنیوں اور ساڑھیوں پر بھی یہ لفظ اطلاق پا سکتا ہے۔ إِزَارٌ عربی میں تہ بند کو کہتے ہیں لفظ مِرْطٌ میں إِزَارٌ شامل ہے۔ مِرْط کا کپڑا فراخ ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے صحابیاتِ اوّل کی تعمیلِ حکم کے شوق کا ذکر کیا ہے کہ اُنہوں نے اپنی چادروں کی پرواہ نہیں کی اور ان کو پھاڑ کر اپنا سر منہ اور سینہ ڈھانپنے کی فوراً تدبیر کر لی۔ لیکن آج کل (افسوس ہے کہ) مسلمان کہلانے والی عورتوں کا عمل اس کے برعکس ہے۔ ان کی اوڑھنیاں اور ساڑھیاں ایسے باریک کپڑے کی ہوتی ہیں کہ جسم بجائے چھپنے کے اس کی خوبصورتی اور برہنگی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اوڑھنیوں کو بٹ کر باریک سی رسیاں بنادی جاتی ہیں۔ چہرے، سر اور سینے برہنہ ہوتے ہیں اور رسّی نما اوڑھنیاں کندھوں پر سے دائیں بائیں ایسے طور سے لٹکا دی جاتی ہیں جو اُن کی لٹوں سے ہم کنار ہو کر قابل ستر زینت کی نمائش دوبالا ہو جاتی ہے اور عریانی اور برہنگی کی اشاعت جو آج کل اخبارات کی تصویروں اور اعلانوں اور سینماؤں کے مناظر کے ذریعہ سے ہو رہی ہے وہ اس کے علاوہ ہے اور باب ۱۱ میں مندرجہ آیت کی ترجمانی کرتی ہے کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں عریانی اور فحش کسی نہ کسی طرح شائع ہو اور وہ انہی کی طرح بے حیا ہو جائیں۔ اسلام کے زمانے میں تو ایسے لوگوں کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تھی کہ اس پر نگرانی اور اس کی روک تھام کا انتظام تھا۔ لیکن اب ایسا انتظام نہیں۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ آیات اللہ کے منشاء کے مطابق انتظام کرے۔

☆☆☆

۲۵- سُوْرَةُ الْفُرْقَان

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان: ٢٤) مَا تَسْفِي بِهِ الرِّيحُ. مَدَّ الظِّلَّ (الفرقان: ٤٦) مَا بَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوْعِ الشَّمْسِ. سَاكِنًا (الفرقان: ٤٦) دَائِمًا. عَلَيْهِ دَلِيْلًا (الفرقان: ٤٦) طُلُوعُ الشَّمْسِ. خِلْفَةً (الفرقان: ٦٢) مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (الفرقان: ٧٥) فِي طَاعَةِ اللهِ وَمَا شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَّرَى حَبِيْبَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُبُوْرًا (الفرقان: ١٤) وَيْلًا. وَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ وَالتَّسْعِيْرُ وَالْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ. تُمْلٰى عَلَيْهِ (الفرقان: ٦) تُقْرَأُ عَلَيْهِ مِنْ أَمْلَيْتُ وَأَمْلَلْتُ. الرَّسِّ (الفرقان: ٣٨) الْمَعْدِنُ جَمْعُهُ رِسَاسٌ. مَا يَعْبَؤُا (الفرقان: ٧٨) يُقَالُ مَا عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: هَبَآءً مَّنْثُوْرًا سے مراد ہے (غبار، گرد وغیرہ) جو ہوا اُٹھا کر ادھر اُدھر لے جاتی ہے۔ مَدَّ الظِّلَّ سے مراد صبح ہونے سے سورج نکلنے تک کا وقت ہے۔ سَاكِنًا کے معنی ہیں ایک حالت پر ٹھہرنے والا۔ عَلَيْهِ دَلِيْلًا سے مراد ہے کہ طلوع آفتاب کو بطور دلیل بنایا ہے۔ خِلْفَةً یعنی جس سے رات کو کوئی کام رہ جائے وہ دن کو پورا کر سکتا ہے یا جس سے دن کو کوئی کام رہ جائے وہ رات کو پورا کر سکتا ہے۔ اور حسن (بصری) نے کہا: هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہے۔ مومن کی آنکھ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز ٹھنڈا کرنے والی نہیں کہ وہ اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں دیکھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ثُبُوْرًا کے معنی ہیں ہلاکت و بربادی۔ حضرت ابن عباسؓ کے ماسوا اوروں نے کہا کہ لفظ السَّعِيْرُ مذکر ہے اور التَّسْعِيْرُ اور الْاِضْطِرَامُ کے معنی ہیں: شدید شعلہ زنی۔ تُمْلٰى عَلَيْهِ یعنی اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ یہ لفظ أَمْلَيْتُ اور أَمْلَلْتُ سے ہے۔ الرَّسِّ کے معنی ہیں کان، اس کی جمع رِسَاسٌ ہے۔ مَا يَعْبَؤُا یعنی وہ کیا پرواہ کرتا ہے۔

لَا يُعْتَدُّ بِهِ. غَرَامًا (الفرقان:٦٦) هَلَاكًا. وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَعَتَوْا (الفرقان:٢٢) طَغَوْا. وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَاتِيَةٍ (الحاقة:٧) عَتَتْ عَنِ الْخَزَّانِ.

کہتے ہیں مَا عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا میں نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی، اس کو کچھ نہیں سمجھا۔ غَرَامًا کے معنی ہیں ہلاکت۔ اور مجاہد نے کہا: وَعَتَوْا کے معنی ہیں حد سے گزر گئے۔ اور ابن عیینہ نے کہا: عَاتِيَةٍ کے معنی ہیں وہ (آندھی) داروغوں کے قابو سے نکل گئی۔

تشریح: **قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا:** سورۃ الفرقان کے پہلے پانچ الفاظ کی تشریح حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: هَبَآءً مَّنْثُوْرًا: غبار، گرد وغیرہ جو ہوا اُٹھا کر ادھر اُدھر لے جاتی ہے۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: وَ قَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا○ (الفرقان: ۲۴) اور ہم نے ان کے ہر قسم کے عمل کی طرف توجہ کی جو انہوں نے کیا تھا اور اس کو ہوا میں بکھیر کر اڑائے ہوئے ذرات کی طرح کر دیا۔

مَدَّ الظِّلَّ سے مراد وہ وقت ہے جو پو پھوٹنے کا ہو، جب دن چڑھتا ہے۔ فرماتا ہے: اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا○ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا○ (الفرقان:۴۶، ۴۷) کیا تو نے اپنے رب کی شان نہیں دیکھی کہ کیسے اس نے سائے کو لمبا کیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ایک جگہ ٹھہرا ہوا بنا دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلالت کرنے والا (شاہد) بنایا ہے۔ پھر ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا ہے۔ یعنی رات صبح تک لمبی کی اور سورج نکلنے پر رات دن میں تمیز ہوئی۔ مظاہر اضداد سے ہی شعور پیدا ہوتا ہے۔ سیاق آیات کا یہی مضمون ہے جو امام بخاریؒ نے نمایاں کیا ہے۔

سَاكِنًا کے معنی ہیں ایک حالت پر ٹھہرنے والا یعنی رات۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا: یعنی طلوع آفتاب کو بطور دلیل بنایا ہے جس سے رات دن کا فرق معلوم ہوتا ہے اور انسان کو ان دونوں کے وجود کا علم ہو تو ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہی حال ضلالت و ہدایت کا ہے۔ انبیاء سے قبل دنیا تاریکی میں غافل پڑی ہوتی ہے اور ان کی بعثت سے نور ہدایت ان کو ضلالت و ہلاکت کے طریقوں سے آگاہ کرتا اور نجات دیتا ہے۔

خِلْفَةً سے مراد یہ آیت ہے: وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا○ (الفرقان: ۶۳) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہے۔ اس شخص کے فائدے کے لئے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا شکر گزار بندہ بننا چاہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس سے دن کو کوئی کام رہ جائے وہ رات کو پورا کر سکتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے جبکہ عبدالرزاق نے بسند معمر حسن بصری سے یہ مفہوم نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۲۳) لیکن آیت اپنے

سیاق سے واضح ہے اور رات دن کے ایک دوسرے کے آگے پیچھے آنے جانے اور دورانِ شمسی کے نظام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ نظام حرکت بہت سی برکات کا موجب ہے جن میں سے ایک وہ بھی ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے یعنی دنیا کا کاروبار۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ صرف اس سے یہی مراد ہے۔ فصلوں اور قسما قسم کے پھلوں کی پیداوار کا دارومدار اسی نظام شمسی پر ہے جس میں نظام قمری و دورانِ ارضی بھی شامل ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ...: حسن بصری نے قُرَّةَ اَعْيُنٍ (آنکھوں کی ٹھنڈک) سے مراد یہ لی ہے کہ ایسی بیویاں اور اولاد عطا ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعار ہو اور ہمارے لئے چراغِ چشم اور راحتِ قلب کا موجب بنے۔ جریر بن حازم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حسن بصری سے قُرَّةَ اَعْيُنٍ کے معنی دریافت کئے اور پوچھا: کیا اس سے مراد دنیا کی ٹھنڈک ہے یا آخرت کی؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ قُرَّةَ اَعْيُنٍ کی دعا کا تعلق اسی دنیا سے ہے۔ حزم قطعی سے بھی مذکورہ بالا روایت منقول ہے جو عبداللہ بن مبارک نے اپنی کتاب البرّ والصلة میں نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۲۳) حسن بصری کا قول ہے: وَمَا شَيْءٌ اَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اَنْ يَّرَى حَبِيْبَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ مومن کی آنکھ کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز ٹھنڈا کرنے والی نہیں کہ وہ اپنے محبوب کو اللہ کی فرمانبرداری میں دیکھے۔ پوری دعا یہ ہے: وَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○ (الفرقان: ۷۵) اور وہ جو (رحمٰن کے بندے ہیں) یہ کہتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا پیشوا بنا۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُبُوْرًا: حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ثُبُوْرًا کے معنی ہیں ہلاکت و بربادی۔ متعلقہ آیات یہ ہیں: بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ○ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ○ وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ○ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ○ (الفرقان: ۱۲ تا ۱۵) نہیں بلکہ انہوں نے اس گھڑی کو جھٹلایا ہے اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس گھڑی کو جھٹلایا ہے بھڑکنے والی آگ تیار کی ہے۔ جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کے جوش اور بھڑکنے کی شدید آواز کو سنیں گے اور جب اس دوزخ آتش کے ایک تنگ حصے میں پھینکے جائیں گے تو وہ اس وقت فنا ہو جانے کی آرزو کریں گے۔ (اور ان سے کہا جائے گا) آج تم ایک مصیبتِ موت کی آرزو نہ کرو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو دعوت دو۔

اس سورۃ کا موضوع عالمگیر عذاب ہے جو السَّاعَة کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جو اس کی شکل و صورت بیان کی گئی ہے وہ آگ کا کھولتا ہوا جہنم ہوگا جو بھاگنے کی فرصت نہیں دے گا۔ مکذبین رسل کو اپنی اپنی جگہ پر جکڑ کر برباد وہلاک کر دے گا۔ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اس عذاب الٰہی کے ساتھ ایک بربادی نہیں ہوگی بلکہ بہت سی بربادیاں ہوں گی۔

وَقَالَ غَيْرُهُ السَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ: حضرت ابن عباسؓ کے ماسوا اوروں نے کہا کہ لفظ السَّعِيْر مذکر ہے کیونکہ سَعْرٌ مصدر سے بروزن فَعِيْل مشتق ہے اور التَّسْعِيْر اور الْاِضْطِرَامُ کے معنی ہیں شدید شعلہ زنی کرنا اور آگ بھڑکانا۔ یہ قول ابوعبیدہ کا ہے۔ سورۃ الانعام کی تفسیر میں عذابوں کی نوعیت کے تعلق میں گزر چکا ہے کہ ہر عذاب درحقیقت ایک قسم کی جلن پیدا کرتا ہے کم ہو یا زیادہ۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الأنعام باب ۲) لیکن موت کے بعد یہی عذاب جہنم کی شکل میں بھڑکے گا اور دنیا میں بھی قیامت کے عذاب کا نمونہ دکھانے کا وعدہ ہے۔ جس کے بھڑکنے کا سبب خود انسانوں کی بدعملی اور بیباکی ہوگی۔ اس کا ذکر سورۃ الفرقان میں ہے اور السَّاعَة کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا ظہور دجال کے زمانے میں مقدر ہے اور اس زمانہ کے انسان العیاذ باللہ اس کے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں اور آج کل جو دنیا میں ہو رہا ہے اس سَعِيْر والے عذاب کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کے بیان میں کسی قسم کا مبالغہ نہیں۔

تُمْلٰى عَلَيْهِ یعنی اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ لفظ تُمْلٰى اِمْلَاء سے ہے، پڑھ کر سنایا جانا۔ أَمْلَيْتُ اور أَمْلَلْتُ دونوں طرح سے آیا ہے۔ یہ قول ابوعبیدہ ہی کا ہے۔ اس فقرے سے یہ آیت مراد ہے: وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ○ (الفرقان: ۶) اور انہوں نے کہا: یہ قرآن پہلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھوالی ہیں اور اب وہ صبح و شام اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ یہی اعتراض آج تک دہرایا جا رہا ہے اس کا جواب اس کے بعد کی آیت میں دیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الفرقان: ۷) کہہ اسے اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے رازوں سے واقف ہے۔ وہ بہت ہی پردہ پوش اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اس جواب سے ظاہر ہے کہ سورۂ فرقان کا موضوع بھی سابقہ سورتوں کی طرح آئندہ مہتم بالشان پیشگوئی سے ہے جو تمام اقوام عالم سے متعلق ہے۔ چنانچہ سورۂ فرقان کے شروع ہی میں فرماتا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○ (الفرقان:۲) بہت ہی برکتوں والی وہ ذات ہے جس نے فرقان اپنے بندے پر نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہان کی قوموں کے لئے نذیر ہو۔ اَلْفُرْقَانَ کے معنی ایسی کتاب جو حق و باطل میں فرق کر دینے والی ہے۔ اس صراحت کی وجہ سے ہی ہم نے کہا ہے کہ عَذَابُ السَّعِيْر والی گھڑی کا تعلق ابن اللہ پکارنے والی دجالی اقوام کی سزا سے ہے۔ جس سے امید کی جاتی ہے کہ یہ قومیں اپنے باطل عقیدہ کو چھوڑ کر رجوع باسلام ہوں گی جیسا کہ سورۂ فرقان کے آخری رکوع سے معلوم ہوتا ہے۔

امام بخاریؒ نے جہاں الفاظ سے اس سورۃ کے موضوع کی نشان دہی کی ہے وہاں مفردات کی تشریح بیان کرنے کے بعد چند ابواب آیات سے قائم کئے ہیں اور اس مضمون کو روایات سے واضح تر کیا ہے۔ قارئین کو چاہیے کہ جب یہ سورتیں پڑھیں تو ان کے موضوع کو مدنظر رکھیں۔ اس زمانے کے نذیر نے کھلے الفاظ میں اس انذار کو دہرایا ہے۔ فرماتے ہیں:

”آیت قرآنی وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے جو خلقت کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب اس کی تصدیق کے واسطے قہری نشانات ہوتے ہیں۔ اس وقت بھی خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہے۔ پس سوچو اور ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ“

(النداء من وحی السماء، مجموعہ اشتہارات جلد ۳ حاشیہ صفحہ ۵۳۰)

یہ امر یاد رہے کہ ہر زمانے میں مجددین مبعوث ہوتے رہے ہیں اور ان کی بعثت در حقیقت آنحضرت ﷺ کی بعثت کا ظہور اور تسلسل تھا اور دجالی زمانے کے لئے بھی ایک موعود کا آنا مقدر تھا جو مسیح کے نام سے ملقب کیا گیا۔ سو وہ اپنے وقت پر آیا اور اس نے آنحضرت ﷺ کے انذار کو قبل از وقت دہرایا اور لوگوں کو آگاہ کیا۔

الرَّسّ کے معنی ہیں کان۔ امام راغب نے الرَّس ایک وادی کا نام بتایا ہے اور اس کی تائید میں شاعر کا مصرعہ نقل کیا ہے۔ وَهُنَّ لِوَادِي الرَّسِّ كَالْيَدِ فِي الْفَمِ۔ (المفردات فی غریب القرآن، رَسَّ) سابقہ معنی اس کے خلاف نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم نے کان کنی اور آبپاشی کا انتظام خاطر خواہ کیا ہوا تھا۔ لسان العرب نے بھی ان معنوں کی تائید کی ہے۔ (لسان العرب، رسس) اور أَصْلُ الرَّسِّ: اَلْاَثَرُ الْقَلِيْلُ الْمَوْجُوْدُ فِي الشَّيْءِ (المفردات فی غریب القرآن، زیر لفظ رَسَّ) کسی شے کا تھوڑا سا باقی نشان۔ تباہی کے بعد ثمود کی ایک باقی شاخ دوسری جگہ منتقل ہوگئی۔ لفظ الرَّس اسم جمع ہے اس سے مراد وہ آیت ہے جس میں قدیم قوموں کی تباہی کا ذکر بطور عبرت کرتے ہوئے اصحاب الرس کا بھی نام لیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ○ (الفرقان: ۳۹) اور عاد، ثمود اور رس والوں کو اور بہت سی قوموں کو ہم نے تباہ کر دیا۔ قتادہ سے مروی ہے ان لوگوں نے یمامہ میں طاقت پکڑی اور حضرت ابن عباسؓ کا اس بارے میں ایک قول بھی مروی ہے کہ یہ ثمود قوم کا ہی حصہ تھی۔[1] ممکن ہے کہ اس سے علیحدہ ہو کر یمامہ کو اپنا مستقر بنایا ہو۔ جب برومند ہوئی تو الٰہی احکام کو پس پشت ڈال کر کمزور قبائل پر ظلم وستم ڈھانے لگی اور آخر اپنے ظلم کی وجہ سے پکڑی گئی۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے مؤاخذہ سے کوئی قوم بچ نہیں سکتی۔ دجالی اقوام کا بھی یہی حشر مقدر ہے خواہ آسمان تک پرواز کر لیں وہ عذاب سعیر سے پکڑی جائیں گی۔ یہی اٹل نوشتہ الٰہی ہے۔ انذار الٰہی کی وعید کا ایک حصہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ پوری متعلقہ آیات مع ترجمہ نقل کی جا چکی ہیں۔

مَا يَعْبَؤُا کے معنی ہیں وہ کیا پرواہ کرتا ہے۔ کہتے ہیں: مَا عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا میں نے اس کی کچھ پرواہ نہیں کی،

---

[1] (جامع البیان للطبری، سورۃ الفرقان، آیت وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ . . .)

اس کو کچھ نہیں سمجھا۔ فرماتا ہے: قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْ لَا دُعَآؤُکُمْ ۚ فَقَدْ کَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ یَکُوْنُ لِزَامًا ○ (الفرقان: ٧٨) کہہ میرا رب تمہاری کیا پرواہ کرتا ہے اگر تمہاری دعا نہ ہو۔ تم جھٹلا ہی چکے ہو عنقریب سزا اٹل ہو گی۔ اس سے پہلے مومنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ وہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں: وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ○ (الفرقان: ٦٦، ٦٧) اور وہ (رحمٰن کے بندے) کہتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب ٹلا دے۔ اس کا عذاب ایک بہت بڑی تباہی ہے۔ وہ (دوزخ) عارضی ٹھکانے کے طور پر بھی بُری ہے اور مستقل ٹھکانے کے طور پر بھی (بُری ہے۔) غَرَامًا کے معنی ہیں ایسی ہلاکت جو اٹل ہو اور پیچھا نہ چھوڑے۔ غَرَامًا کے یہ معنی ابو عبیدہؒ سے منقول ہیں۔ اسی سے ہے: رَجُلٌ مُغْرَمٌ بِالْحُبِّ یعنی ایسا شخص جو گرویدۂ محبت ہو۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٦٢٤)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَ عَتَوْا: طَغَوْا یعنی حد سے گزر گئے۔ فرماتا ہے: وَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا ○ (الفرقان: ٢٢) اور ان لوگوں نے جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے یا ہم اپنے رب کو آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھتے۔ یقیناً انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا ہے اور سرکشی میں بہت آگے نکل گئے ہیں۔ ایمان باللہ اور حیات آخرت کا انکار ہی انسان کو ہر قسم کے محاسبے سے بیباک کر دیتا ہے اور نڈر ہو کر وہ ہر قسم کے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور بنی نوع انسان کے کمزور طبقے پر ظلم توڑنے لگتا ہے اور اس دنیا میں ملائکۃ اللہ کا تصرف ایسے انسان کے تباہ کرنے کے لئے بروئے کار آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وجود کا ثبوت دیتا ہے۔ ہمیشہ سے یہی سنت اللہ جاری ہے کہ جب بھی کوئی قوم اپنے رب منعم کا کفران کرتی اور حدود سے گزرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ بروئے کار آتی اور ظالم قوم کو پکڑ لیتی ہے۔ یہ سیاق کلام ہے مذکورہ بالا آیت اور ما بعد کی آیت کا۔

وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ عَاتِیَةٌ: ابن عیینہ کے قول کا حوالہ ضمناً دیا گیا ہے اور اس سے مراد سورۃ الحاقہ کی آیات ہیں: كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ○ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِیَةِ ○ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ○ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰی ۙ (الحاقۃ: ٥ تا ٨) ثمود اور عاد نے قارعہ کو جھٹلایا چنانچہ ثمود تو (اس کھلے انذار کے مطابق) ایک ایسے عذاب سے ہلاک کئے گئے جو اپنی شدت میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور عاد بھی ایک ایسی باد تند کے ذریعے سے ہلاک کئے گئے جو نہایت ہی سخت تھی۔ اس (اللہ) نے ہوا کو متواتر سات راتیں اور آٹھ دن ان کی تباہی کے لیے مقرر کر چھوڑا تھا، سو اس کا نتیجہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ قوم بالکل گر گئی۔ قَارِعَة کے معنی ایسی خبر جو ٹھونک بجا کر بڑے اعلان کے ساتھ دی جائے۔ یہ آیات سورۃ الحاقہ کی ہیں۔ اَلْحَاقَّةُ کے معنی بھی ایسی سزا جو سچ مچ واقع ہونے والی ہو۔ لفظ طَاغِیَة اور عتوا سے ان آیات میں قوموں کی انتہائی سرکشی کے بالمقابل سزائے الٰہی کی انتہائی سختی کا ذکر کیا گیا ہے کہ متکبر اور سرکش انسان اس کے سامنے بالکل بے بس ہو گیا۔ ان قوموں کی تباہی کے ذکر سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دجالی اقوام کے زمانے میں

عالمگیر انذار کا تعلق بھی نہایت ہی سخت سزا سے ہے۔ جس کا ذکر سورۂ فرقان میں کیا گیا ہے۔ کاش کوئی سمجھنے والا ہو۔ موجودہ زمانہ کے نذیر نے بھی عالمگیر انذار کا اعلان ٹھونک بجا کر کیا ہے۔

وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو — سُست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کوکنار
تم نہیں لوہے کے کیوں ڈرتے نہیں اس وقت سے — جس سے پڑ جائے گی اک دم میں پہاڑوں میں بُغار
وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر — جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار
ایک دم میں غم کدے ہو جائیں گے عشرت کدے — شادیاں کرتے تھے جو پیٹیں گے ہو کر سوگوار
وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصر بریں — پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اِک جائے غار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر — جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار
یاد کر فرقاں سے لفظ زُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا — ایک دن ہوگا وہی جو غیب سے پایا قرار
سخت ماتم کے وہ دن ہوں گے مصیبت کی گھڑی — لیک وہ دن ہوں گے نیکوں کے لئے شیریں ثمار
آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے — جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

(درثمین اردو، پیشگوئی جنگ عظیم صفحہ ۱۸۸، ۱۸۹)

یہ چند اشعار انذار عظیم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم سے نقل کئے گئے ہیں۔ جس میں آپ نے قیامت نما ساعت کا نقشہ کھینچا ہے اور نثر میں بھی اس کی ہولناکی کی نسبت آگاہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ وحی الٰہی میں جو آپؑ پر نازل ہوئی لفظ زلزلہ ہے لیکن اس سے مراد نہایت ہی ہیبت ناک تباہی ہے جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوگی۔ نیز نظم میں فرماتے ہیں:

اب تو نرمی کے گئے دن اب خدائے خشمگیں — کام وہ دکھلائے گا جیسے ہتھوڑے سے لوہار
تم سے غائب ہے مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی — پھرتا ہے آنکھوں کے آگے وہ زماں وہ روزگار
گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں — تم تو خود بنتے ہو قہرِ ذوالمنن کے خواستگار

(درثمین اردو، پیشگوئی جنگِ عظیم صفحہ ۱۹۰)

انبیاء کے انذارات سے درحقیقت مقصود اصلاح ہے نہ کہ سزا۔ لفظ لوہار کے تحت حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

”اگرچہ بظاہر وہ زلزلہ ہے اور ظاہر الفاظ یہی بتاتے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا... ورنہ کوئی اور جانگداز اور فوق العادت عذاب ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔“

(درثمین اردو، پیشگوئی جنگِ عظیم صفحہ ۱۹۰)

بَاب ۱ : اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ اِلٰی جَہَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِکَ شَرٌّ مَّکَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ○ (الفرقان: ۳۵)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) وہ لوگ جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ وہی بلحاظ اپنے مقام کے بدترین مخلوق ہیں اور سیدھی راہ سے سب سے بڑھ کر بھٹکے ہوئے ہیں

٤٧٦٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ قَتَادَةُ بَلَى وَعِزَّةِ رَبِّنَا.

۴۷۶۰: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے ہمیں بتایا۔ یونس بن محمد بغدادی نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان (بن عبدالرحمٰن) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی، (قتادہ نے کہا:) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: یا نبی اللہ! کیا روز قیامت کافر اپنے منہ کے بل لے جایا جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: کیا وہ جس نے اس کو دنیا میں ٹانگوں پر چلایا ہے قادر نہیں ہے کہ قیامت کے روز اسے منہ کے بل چلائے۔ قتادہ نے کہا: کیوں نہیں ضرور (وہ قادر ہے) ہمارے رب کی عزت کی قسم۔

طرفه: ٦٥٢٣۔

تشریح: اَلَّذِیۡنَ یُحۡشَرُوۡنَ عَلٰی وُجُوۡہِہِمۡ اِلٰی جَہَنَّمَ: لفظ وَجۡهٌ بطور استعارہ اور کنایہ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ وُجُوْهُ الْقَوْمِ قوموں کے سرداروں کو بھی کہتے ہیں لیکن لفظ وُجُوْه آیت میں اس مفہوم میں آیا ہے کہ وہ نہایت ذلیل اور بے بس ہوں گے۔ مَشٰی عَلٰی وَجْهِهٖ کا مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جہالت و حماقت کی وجہ سے حد سے گزر گیا اور بہک گیا اور استقامت کا طریق چھوڑ دیا۔ امام راغب نے بھی ان معانی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غرض ایک مفہوم ذلت و بے بسی کے معنوں میں ہے اور دوسرا مفہوم جہالت و حماقت اور عدم استقامت ہے۔ (المفردات فی غریب القرآن زیر لفظ وجہ) آیت کریمہ وَیَخۡلُدۡ فِیۡہٖ مُہَانًا (الفرقان:۷۰) بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہے۔ روایت زیر باب میں آیت کو ظاہری الفاظ پر محمول کیا ہے اور تعجب سے پوچھا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی منہ کے بل چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت پر شبہ کی وجہ سے اسے جواب دیا ہے اور اس شبہ کا ازالہ کیا ہے کہ خدا ہر بات پر قادر ہے۔

بَاب ٢ : وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (الفرقان: ٦٩)

اور وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی جان کو جسے اللہ نے حفاظت بخشی ہو قتل کرتے ہیں سوائے (شرعی) حق کے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی جزا کو دیکھ لے گا

الْعُقُوبَةَ.

(يَلْقَ اَثَامًا کے معنی ہیں کہ وہ اپنے) گناہ کی سزا (پائے گا۔)

٤٧٦١ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ {قَالَ وَحَدَّثَنِي وَاصِلٌ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ[1]} قَالَ سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ أَكْبَرُ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ قَالَ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ تَصْدِيْقًا لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

۴۷۶۱: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: منصور (بن معتمر) اور سلیمان (اعمش) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے ابومیسرہ (عمرو بن شرحبیل) سے، ابومیسرہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ (دوسری سند میں سفیان ثوری نے) کہا اور واصل (بن حیان اسدی کوفی) نے بھی مجھے بتایا۔ انہوں نے ابووائل (شقیق بن سلمہ) سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے پوچھا یا (کہا کہ) رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اللہ کے نزدیک کونسا گناہ بہت بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کا شریک بناؤ بحالیکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: پھر یہ

[1] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۶۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ (الفرقان: ٦٩)

کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے پوچھا: پھر (اس کے بعد) کونسا؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے قول کی تصدیق میں نازل ہوئی ہے: اور وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی جان کو جسے اللہ نے حفاظت بخشی ہو قتل کرتے ہیں سوائے (شرعی) حق کے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں۔

أطرافه: ٤٤٧٧، ٦٠٠١، ٦٨١١، ٦٨٦١، ٧٥٢٠، ٧٥٣٢-

٤٧٦٢: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الفرقان: ٦٩) فَقَالَ سَعِيدٌ قَرَأْتُهَا عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ فَقَالَ هَذِهِ مَكِّيَّةٌ نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ الَّتِي فِي سُورَةِ النِّسَاءِ.

۴۷۶۲: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے ان کو خبر دی، کہا: قاسم بن ابی بزہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ کیا اس شخص کی بھی کوئی توبہ ہے جس نے مومن کو عمداً مار ڈالا۔ میں نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ[1] تو سعید نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ کے سامنے یہی آیت پڑھی تھی جس طرح آپ نے میرے سامنے پڑھی ہے تو انہوں نے کہا یہ مکی آیت ہے۔ ایک مدنی آیت نے یہ آیت منسوخ کر دی ہے۔ یعنی وہ آیت جو سورۃ النساء میں ہے (یعنی وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ ...)

أطرافه: ٣٨٥٥، ٤٥٩٠، ٤٧٦٣، ٤٧٦٤، ٤٧٦٥، ٤٧٦٦-

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہو ناحق قتل نہیں کرتے۔“

٤٧٦٣ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوْفَةِ فِي قَتْلِ الْمُؤْمِنِ فَدَخَلْتُ[1] فِيْهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا نَزَلَ وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ.

۴۷۶۳: محمد بن بشار نے مجھے بتایا۔ غندر (محمد بن جعفر) نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ بن نعمان سے، مغیرہ نے سعید بن جبیر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: کوفہ والوں نے مومن کے قتل کی نسبت اختلاف کیا ہے اس لئے میں اس بارے میں دریافت کرنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ کے پاس سفر کر کے گیا۔ انہوں نے کہا کہ آیت (وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا) آخر میں نازل ہوئی تھی اور اسے کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

أطرافه: ٣٨٥٥، ٤٥٩٠، ٤٧٦٢، ٤٧٦٤، ٤٧٦٥، ٤٧٦٦۔

٤٧٦٤ : حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (النساء:٩٤) قَالَ لَا تَوْبَةَ لَهُ. وَعَنْ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الفرقان:٦٩) قَالَ كَانَتْ هَذِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

۴۷۶۴: ہمیں آدم (بن ابی ایاس) نے بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ منصور نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ[2] کی بابت پوچھا۔ انہوں نے کہا: اس کی کوئی توبہ نہیں۔ اور اللہ عزوجل کے قول لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ[3] کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ آیت زمانہ جاہلیت سے متعلق ہے۔

أطرافه ٣٨٥٥ ، ٤٥٩٠ ، ٤٧٦٢ ، ٤٧٦٣ ، ٤٧٦٥ ، ٤٧٦٦۔

---

[1] فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ لفظ فَرَحَلْتُ ہے۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۶۲۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
[2] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "تو اس کی جزا جہنم ہے۔"
[3] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔"

تشریح: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ : اس باب کے تحت تین آیتیں ہیں اور سورۂ فرقان کی آیت وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (الفرقان:۶۹) میں اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (الفرقان:۷۱) کی استثناء سے یہ دھوکہ لگتا ہے کہ قاتل نفس اور زانی وغیرہ اگر توبہ کریں تو وہ سزا سے بچ جائیں گے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے جو کئی سندوں سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ آیت زمانہ جاہلیت سے متعلق ہے۔ جب کفار نے اپنے سابقہ عقیدہ اور اعمال سے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا تو ان کے سابقہ گناہوں پر شرعی تعزیر عائد نہیں ہو گی۔ لیکن شرعی تعزیر کا تعلق اس کے بعد کے عقائد و اعمال سے ہے۔ شرعی تعزیر اپنی شرائط کے ساتھ ضرور نافذ ہو گی۔ توبہ اور اخروی سزا کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے جو عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے۔

سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں عِبَادُ الرَّحْمٰنِ کی کئی ایک علامتیں بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ایک محولہ بالا آیت ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ (الفرقان: ۶۹) یعنی وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسرا معبود نہیں پکارتے اور اس نفس کو قتل نہیں کرتے جس کی حرمت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مگر (شرعی) حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کرے گا اپنے گناہ کی سزا پائے گا۔

ان تینوں گناہوں کا ارتکاب اس دجالی زمانے میں کھلم کھلا ہو رہا ہے اور ان کے انسداد میں تمام مسیحی ممالک بغیر استثناء بے بس ہیں۔ ہر جگہ ادارۂ پولیس اتنا کمزور ثابت ہو رہا ہے کہ یہ جرائم روز بروز افزون ہیں، کم ہونے کا ذکر کیا۔ صرف خودکشی کے واقعات ایک مسیحی ملک انگلستان اور ویلز میں مطابق ان کی سالانہ شائع شدہ رپورٹ (بابت ۱۹۶۱ء) کم و بیش پانچ ہزار سالانہ تک پہنچ گئے ہیں اور عیسائی ممالک میں ایسی تعداد سینتیس ہزار (۳۷۰۰۰) سالانہ ہے۔ جس کی بڑی وجہ عیاشی اور شراب نوشی بتائی گئی ہے۔ دوسروں کو قتل کرنے اور اسقاط کے واردات کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ زنا و فحاشی اور برہنگی بر سر عام ہے۔

بَابٌ ۳ : يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان: ۷۰)

قیامت کے دن اس کے لیے عذاب زیادہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت کے ساتھ رہتا چلا جائے گا

٤٧٦٥ : حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ مَّنْصُورٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ أَبْزَى سُئِلَ

۴۷۶۵: سعد بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں

ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (النساء: ٩٤) وَقَوْلُهُ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ حَتّٰى بَلَغَ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ (الفرقان: ٦٩-٧١) فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَهْلُ مَكَّةَ فَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا إِلَى قَوْلِهِ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الفرقان: ٧١)

نے کہا: (عبدالرحمٰن) بن ابزیٰ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے قول وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ [1] اور اس کے قول وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ... [2] کی بابت پوچھا گیا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل مکہ نے کہا: ہم نے اللہ کے شریک بھی ٹھہرائے ہیں اور ناحق اس نفس کو بھی قتل کیا ہے جس کو اللہ نے حرام یعنی قابل عزت ٹھہرایا ہے اور بے حیائی کے کام بھی کئے ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ وحی کی۔ یعنی مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور (ایمان کے مطابق) نیک عمل کئے تو اللہ تعالیٰ ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی پردہ پوش معاف کرنے والا اور نیکی کا بدلہ رحمت سے دینے والا ہے۔

أطرافه: ٣٨٥٥، ٤٥٩٠، ٤٧٦٢، ٤٧٦٣، ٤٧٦٤، ٤٧٦٦-

تشریح: يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا: بدکاریوں کی سزا ظالم قوم کو بڑھ چڑھ کر دی جائے گی۔ یعنی بہت سخت سزا لیکن يُضٰعَفْ لَهُ سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعمال سے دوگنی سزا دی جائے گی جو قانون مجازات کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ بدی کی سزا اتنی ہی دیتا ہے جتنی کہ وہ

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "اور جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے۔"

[2] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا نہیں کرتے۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا گناہ (کی سزا) پائے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب بڑھایا جائے گا اور وہ اس میں لمبے عرصہ تک ذلیل و خوار حالت میں رہے گا۔ سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے۔"

ہوتی ہے۔ الٰہی مملکت میں پورا پورا انصاف ہے۔ اندھا دھند کارروائی نہیں ہوتی۔ دجالی اقوام کی بدکاریاں صرف ایک رنگ میں نہیں بلکہ کئی رنگوں میں صادر ہوتی ہیں۔ دجل کا کوئی پہلو نہیں جو انہوں نے دوسری قوموں پر ظلم کرنے اور انہیں گمراہ کرنے میں چھوڑا ہے۔ ایک ان کے اپنے گناہ ہیں دوسرے ان لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہے جن کو انہوں نے بدراہ کیا۔ اس لئے لفظ یُضٰعَفْ اختیار کیا گیا ہے اور انہیں سزا بڑھ چڑھ کر ملے گی۔

اس آیت کی قراءت میں اختلاف ہوا ہے۔ جمہور کی قراءت میں یُضْعَفْ اور یَخْلُدْ مجزوم ہیں۔ جس کا جواب یَلْقَ اَثَامًا ہے یعنی اپنی بدکاری کی سزا پائے گا: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ يَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان:۶۹، ۷۰) اور جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی جزا کو دیکھ لے گا۔ قیامت کے دن اس کے لیے عذاب زیادہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت کے ساتھ رہتا چلا جائے گا۔

یَلْقَ اصل میں یَلْقٰی ہے اور یاء حالت جزم میں ساقط ہو جاتی ہے اور بعد کی عبارت جواب ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ کا۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو فعل مَنْ سے مشروط ہو اس کے نتیجے میں جو فعل صادر ہو وہ بھی مجزوم ہوتا ہے۔ اس لئے جمہور کی قراءت قاعدے کے لحاظ سے صحیح ہے اور وہی امام بخاریؒ نے اختیار کی ہے۔ لیکن جمہور کے خلاف ابن عامر اور ابوبکر نے عاصم کے حوالے سے یُضٰعَفُ اور یَخْلُدُ پڑھا ہے اور اسے جملہ مستعنفہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۲۸) یعنی الگ جملہ ہے۔ استعناف کی صورت میں فعل کو مجزوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

بَاب ٤ : اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الفرقان: ٧١)

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور ایمان کے مطابق نیک عمل کئے تو اللہ تعالیٰ ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی پردہ پوش معاف کرنے والا اور نیکی کا بدلہ رحمت سے دینے والا ہے

٤٧٦٦ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزَى أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

۴۷۶۶: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ (عثمان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے منصور سے، منصور نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ نے مجھے کہا کہ میں حضرت ابن عباسؓ

(النساء: ٩٤) فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ. وَعَنْ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (الفرقان: ٦٩) قَالَ نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ.

سے ان دو آیتوں کی بابت پوچھوں۔ یعنی (ایک یہ آیت) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا[1] اور میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: اس آیت کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔ (دونوں آیتیں اپنی اپنی جگہ پر برقرار ہیں۔) دوسری آیت یہ ہے: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ[2]۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت مشرکوں کی نسبت نازل ہوئی تھی۔

أطرافه: ٣٨٥٥، ٤٥٩٠، ٤٧٦٢، ٤٧٦٣، ٤٧٦٤، ٤٧٦٥۔

تشریح: اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا: حضرت ابن عباسؓ کے قول سے ظاہر ہے کہ محولہ بالا آیات میں سے کسی نے دوسری کو منسوخ نہیں کیا۔ زمانہ جاہلیت میں کفار کے بارے میں اور قانون ہے اور ان کے لئے اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کھلا ہے۔ لیکن جب کوئی اسلام میں داخل ہو جائے تو وہ اسلام کی شریعت کے تابع ہے اور اس کے مطابق جوابدہ ہوگا اور اسلامی احکام نافذ کئے جائیں گے۔ موجودہ زمانے میں جو حالت ہے وہ زمانہ جاہلیت کی حالت سے بدتر ہے اور اسلام نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ جیسا کہ سابقہ باب میں بھی واضح کیا جا چکا ہے۔

بَاب ٥: فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝ (الفرقان: ٧٨)

عنقریب یہ ہلاکت کا موجب ہوگا

هَلَكَةً.

(لِزَامًا کے معنی ہیں) ہلاکت۔

٤٧٦٧: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ مَّسْرُوقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ

۴۷۶۷: عمر بن حفص بن غیاث نے ہمیں بتایا۔ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ مسلم (بن صبیح) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”اور جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے۔“

[2] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے۔“

وَالْقَمَرُ وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ وَاللِّزَامُ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (الفرقان: ۷۸) کہا: حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کہتے تھے: پانچ نشانیاں تو گزر چکی ہیں: دھواں، چاند کا پھٹنا، رومیوں کا مغلوب ہونا، سخت گرفت اور ہلاکت۔ یعنی آیت فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا (میں جو ہلاکت کی پیشگوئی ہے۔)

أطرافه: ۱۰۰۷، ۱۰۲۰، ۴۶۹۳، ۴۷۷٤، ٤٨٠٩، ٤٨٢٠، ٤٨٢١، ٤٨٢٢، ٤٨٢٣، ٤٨٢٤، ٤٨٢٥-

تشریح: فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا: ان مہتم بالشان پیشگوئیوں کی تشریح اپنے موقع اور محل پر ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول کہ یہ پانچوں علامتیں گزر چکی ہیں ان کا اپنا قیاس ہے۔ انہوں نے کھول کر نہیں بتایا کہ وہ کس شکل وصورت میں ظہور پذیر ہوئیں اور امام ابن حجرؒ نے یا کسی اور شارح نے کوئی تسلی بخش شرح بیان نہیں کی۔ جس ہلاکت خیز اٹل گھڑی کا سورۂ فرقان میں ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق ان قوموں سے ہے جو مشرک ہیں اور ابن اللہ کے عقیدہ کے ماننے والے ہیں۔ جن کا حدیث میں دجال اعور کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ فرقان کو الفرقان اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ الْفَارِقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان کھلا کھلا فرق بیان کرنے والی سورۃ ہے اور اس سورۃ کے آغاز میں تنزیل فرقان کی غرض یہ بتائی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ سارے جہان کی قوموں کے لئے نذیر ہیں اور آپؐ کی بعثت کی غرض و غایت شرک کا ابطال اور عقیدہ ولد اللہ کی نفی میں بیّن دلائل کا اظہار ہے جو دیگر الفاظ کسر صلیب کی پیشگوئی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس تعلق میں لِزَامًا کی پیشگوئی بھی ہے۔ جس کے معنی اٹل اور ہلاکت کے ہیں جیسا کہ مفردات کی شرح میں گزر چکا ہے اور وہ معنی بھی درست ہیں جو ابوعبیدہ نے کئے ہیں یعنی ہر عمل کی جزا اس کے عمل کے مطابق ہوگی۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۳۰)

باب کے تحت مندرجہ روایت میں عذاب الٰہی کی جن علامتوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے بعض کا تعلق بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عہد مبارک سے ہے۔ مثلاً شق القمر اور رومیوں کی مغلوبیت کے واقعات جن کا ذکر الگ الگ سورتوں میں ہوا ہے اور باقی کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عہد بعید سے ہے جن میں دجالی اقوام نے اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے لئے حملہ آور ہونا تھا اور نزول مسیح موعود کی پیشگوئی کا ظہور مقدر ہے اور اس کی بعثت بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا ہی ایک تسلسل ہے۔ ان مہتم بالشان متعلقہ علامات کی تشریح اپنے اپنے موقع پر ہوگی۔ شق القمر کی پیشگوئی کے تعلق میں دیکھئے کتاب المناقب باب ۲۷۔

اس تعلق میں یہ ذکر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ذہن میں مذکورہ بالا پانچوں علامات کے ظہور کی نسبت کوئی نہ کوئی تصور ضرور ہوگا اور وہ تصور ایک محدود شکل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں

عالمگیر عذاب ظاہر نہیں ہوا اور ولد اللہ پکارنے والی قوموں سے تباہ کن مؤاخذہ نہیں ہوا۔ جن سے مؤاخذہ ہوا ہے وہ ایک محدود قطعہ میں بسنے والی رومانی قوم تھی جس کے بارے میں الگ سورۃ میں پیشگوئی کا ذکر ہے۔ سورۂ دخان میں جس بَطْشَةُ الْكُبْرٰى اور ہلاکت خیز تباہی کا ذکر ہے وہ یقیناً ایک ایسی تباہی ہے جو بہت ہی بڑے وسیع پیمانے پر ظاہر ہونے والی ہے اور ابھی تک وہ ظہور پذیر نہیں ہوئی۔ لیکن اب ہم اس کے دروازے پر ہیں جیسا کہ اس زمانے کے نذیر نے کھول کھول کر ڈنکے کی چوٹ سے مختلف پیرائیوں میں اسے بیان کیا اور سارے جہان کی اقوام کو اس سے ڈرایا ہے۔ وہ عذاب عالمگیر ہے۔ کسی ایک قطعۂ زمین سے محدود نہیں، نہ ایک قوم سے مخصوص۔ اس کے عالمگیر ظہور سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ نوشتہ پورا ہوگا لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ○ (الفرقان: ۲)

☆☆☆

٢٦- سُوْرَةُ الشُّعَرَاء

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ (الشعراء:١٢٩) تَبْنُوْنَ. هَضِيْمٌ (الشعراء:١٤٩) يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ. مُسَحَّرِيْنَ مَسْحُوْرِيْنَ. اللَّيْكَةُ وَالْأَيْكَةُ جَمْعُ أَيْكَةٍ وَهِيَ جَمْعُ الشَّجَرِ. يَوْمِ الظُّلَّةِ (الشعراء:١٩٠) إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ. مَوْزُوْن(الحجر:٢٠) مَعْلُوْمٍ. كَالطَّوْدِ (الشعراء:٦٤) كَالْجَبَلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ لَشِرْذِمَةٌ(الشعراء:٥٥) الشِّرْذِمَةُ طَائِفَةٌ قَلِيْلَةٌ. فِي السّٰجِدِيْنَ (الشعراء:٢٢٠) الْمُصَلِّيْنَ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (الشعراء:١٣٠) كَأَنَّكُمْ. الرِّيْعُ: الْأَيْفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَأَرْيَاعٌ وَاحِدُهُ الرَّيَعَةُ. مَصَانِعَ (الشعراء:١٣٠) كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ. فَرِهِيْنَ مَرِحِيْنَ، فٰرِهِيْنَ بِمَعْنَاهُ، وَيُقَالُ فٰرِهِيْنَ (الشعراء:١٥٠) حَاذِقِيْنَ. تَعْثَوْا (الشعراء:١٨٤) هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ وَعَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا. الْجِبِلَّةَ (الشعراء:١٨٥) الْخَلْقُ جُبِلَ

اور مجاہد نے کہا: تَعْبَثُوْنَ کے معنی ہیں عمارتیں بناتے ہو۔ هَضِيْمٌ یعنی چھونے سے ہی (کھجوروں کا) پھل ٹوٹ جائے۔ مُسَحَّرِيْنَ یعنی جادو کئے گئے۔ اللَّيْكَةُ اور الْأَيْكَةُ، أَيْكَة کی جمع ہے اور درختوں کی کثرت پر دلالت کرتا ہے (یعنی گھنے جنگل) يَوْمِ الظُّلَّةِ سے مراد عذاب کا سایہ کرنا ہے۔ مَوْزُوْن کے معنی ہیں معین۔ كَالطَّوْدِ یعنی پہاڑ کی مانند۔ (مجاہد کے سوا) اوروں نے کہا: لَشِرْذِمَةٌ یعنی چھوٹی جماعت۔ فِي السّٰجِدِيْنَ سے مراد ہے نماز پڑھنے والوں میں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ کے معنی ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ الرِّيْعُ زمین سے بلند (یعنی ٹیلہ)۔ الرَّيَعَةُ واحد ہے اور اس کی جمع رِيَعَةٌ اور أَرْيَاعٌ ہے۔ مَصَانِعَ: ہر عمارت مَصْنَعَةٌ کہلاتی ہے۔ فَرِهِيْنَ کے معنی ہیں اترانے والے۔ فٰرِهِيْنَ بھی اسی معنی میں ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ فٰرِهِيْنَ سے مراد ہیں تجربہ کار۔ تَعْثَوْا سے مراد ہے سخت فساد پھیلانا اور یہ عَاثَ يَعِيْثُ عَيْثًا سے ہے۔ الْجِبِلَّةَ یعنی مخلوق۔ جُبِلَ یعنی پیدا کیا

خُلِقَ وَمِنْهُ جُبُلًا وَجِبِلًا وَجُبْلًا يَعْنِي الْخَلْقَ، قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ.	گیا۔ اور اسی سے جُبُلًا، جِبِلًا اور جُبْلًا ہے یعنی خلقت۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس کو بیان کیا ہے۔

تشریح: وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَعْبَثُوْنَ یعنی عمارتیں بناتے ہو۔ لفظ تَعْبَثُوْنَ کے یہ معنی فریابیؒ نے ان سے نقل کئے ہیں اور آیت متعلقہ کے سیاق کی رو سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔ فرماتا ہے: اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ○ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ○ (الشعراء: ۱۲۹، ۱۳۰) کیا تم شاہراہ میں واقع ہر ٹیلے پر بڑے بڑے بلند وبالا برج بناتے ہو جو ایک عبث کام ہے اور بڑے بڑے قلعہ نما محل بناتے ہو تا کہ تم ہمیشہ قائم رہو۔ بظاہر یہ برج راستوں کی سمت متعین کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ یہی کام ستاروں کی نقل و حرکت سے بآسانی معلوم ہو سکتا تھا جیسا کہ سورۂ نحل آیت نمبر ۱۷ میں بیان فرمایا ہے: وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ○ کہ وہ ستارے کے ذریعہ سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے لفظ تَعْبَثُوْنَ میں عبث کا یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ عَبِثَ بِالنُّفُوْسِ وَالْاَمْوَال یعنی جانوں کو ہلاک کیا اور اموال لوٹے۔ ان معنوں کی رو سے انہیں توبیخ کی گئی ہے کہ جو برج نما بلند عمارتیں بنائی گئی تھیں اور ان کی غرض بطور حفاظتی چوکیاں اور راستوں کی تعیین تھی، بجائے اس کے وہ ڈاکوؤں کی کمین گاہیں بن گئی ہیں۔ لفظ تَعْبَثُوْنَ سے انہیں توبیخ کی گئی ہے اور اس سیاق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ○ (الشعراء: ۱۳۱، ۱۳۲) اور جب تم (کسی کو) پکڑتے ہو تو تم ظالموں کی طرح پکڑتے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

هَضِيْمٌ سے مراد ہے جھڑنے والے یعنی چھونے سے ہی کھجوروں کا پھل ٹوٹ جائے۔ یہ معنی بھی مجاہدؒ سے ہی بحوالہ فریابی مروی ہیں۔ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيْنَ ○ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ○ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ○ وَلَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ○ (الشعراء: ۱۴۷ تا ۱۵۳) کیا تم اس دنیا میں امن سے چھوڑے جاؤ گے؟ باغات اور (بہتے) چشموں اور (لہلہاتی) کھیتیوں اور نخلستانوں میں جن کے پھل بوجھ کی وجہ سے ٹوٹے جا رہے ہیں اور پہاڑوں میں تم کھود کر گھر بناتے ہو جن پر تم اتراتے اور خوش و خرم ہو۔ اللہ کی گرفت سے بچو۔ اس کا تقویٰ اور میری اطاعت اختیار کرو۔ ان لوگوں کے مسلک کی اطاعت نہ کرو جو حد سے بڑھنے والے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ مذکورہ بالا مفردات کی شرح اور آیات کے حوالے سے سورۃ الشعراء کا مضمون متعین کیا گیا ہے۔ لفظ هَضِيْمٌ کے معنی عکرمہ نے الرُّطَبُ اللَّيِّنُ کئے ہیں یعنی تروتازہ اور نرم پھل۔

(فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۶۳۱)

مُسَحَّرِيْنَ کے معنی ہیں جادو کئے گئے۔ اس لفظ کے تلفظ اور معنوں میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض نے سَحَر

سے مشتق سمجھا ہے۔ سَحَر یعنی صبح کو ناشتہ کیا۔ ابوعبیدہؒ کے نزدیک سَحِرَ سے نہیں بلکہ سَحر سے اس کا اشتقاق ہے اور اس کے معنی ہیں كُلٌّ مَنْ اَكَلَ فَهُوَ مُسَحَّرٌ: ہر کھانے پینے والا مُسَحَّر کہلاتا ہے۔ فراء ادیب نے آیت متعلقہ سے یہی سمجھا ہے کہ کفار رسول اللہ ﷺ کو طعنہ دیتے تھے کہ تو نبی کیسے ہوسکتا ہے۔ اِنَّکَ تَأْكُلُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تو کھانا کھاتا ہے اور پیتا ہے۔ وَتَسَحَّرُ بِهِ کے معنی ہیں تم کھاتے پیتے ہو۔ تَسَحَّرُ اصل میں تَتَسَحَّرُ ہے یعنی تم ہماری طرح کھانے پینے والے انسان ہو۔ لَا تَفْضُلُنَا فِيْ شَيْئٍ کسی بات میں بھی ہم سے افضل نہیں ہو۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٦٣١) یہ لفظ سورۃ الشعراء میں دو دفعہ آیا ہے۔ ایک جگہ اس کا مفہوم کھاؤ پیو اور دوسری جگہ جادو شدہ ہے اور دونوں جگہ میں سیاق کلام کے مطابق جواب دیا گیا ہے۔ پہلی جگہ فرماتا ہے: قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ○ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (الشعراء: ١٥٤، ١٥٥) قوم ثمود نے صالح نبی سے کہا کہ تم صرف کھانے پینے والوں میں سے ہو۔ ہماری طرح کے ایک بشر کے سوا تم اور کچھ نہیں۔ اگر تم صادق ہو تو کوئی نشان لاؤ۔ اس کے بعد اس نشان کا ذکر کیا گیا ہے جو انہیں دکھایا گیا اور وہ عذاب عظیم کی شکل میں ظاہر ہوا۔ دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ان سے کہتی ہے: قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ○ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (الشعراء: ١٨٦ تا ١٨٨) انہوں نے کہا: تم تو صرف ایسے لوگوں میں سے ہو جو جادو کے اثر کے ماتحت ہیں اور تم صرف ہماری طرح ہی ایک بشر ہو اور ہم یقیناً تمہیں جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو ہم پر کوئی بادل کا ٹکڑا گراؤ۔ چنانچہ ان کی بھی منہ مانگی خواہش پوری ہوئی۔ کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ سے دونوں ہی باتیں کیں اور سورۃ الشعراء میں آیت وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ (الشعراء: ١٠، ٦٩، ١٠٥، ١٢٣، ١٤١، ١٦٠، ١٧٦، ١٩٢) بار بار دہرائی گئی ہے یعنی یقیناً تیرا رب ہی عزیز یعنی اپنی صفات میں غالب اور رحیم یعنی بار بار تیری محنت کا بدلہ رحمت سے دینے والا ہے۔ اس تکرار سے ظاہر ہے آپؐ کی بعثت کی غرض ہر زمانے میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر پوری ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت غالب ہو کر رہے گی خواہ کتنی ہی آپؐ کی مخالفت کی جائے۔ اس سلوک ایزدی سے واضح ہے کہ آپؐ پر جو الزامات عائد کئے جاتے ہیں وہ ہیچ ثابت ہوں گے۔ کھاؤ پیو لوگوں اور جادوگروں کی کارستانی ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس سلوک کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے اور سورۃ الشعراء میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ کی بعثت کی غرض و غایت صفت عزیزیت و رحیمیت کے تحت مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ روشن سے روشن تر ہوتی جائے گی یہاں تک کہ آخر وہ زمانہ آجائے گا جس میں سارے جہان کی قوموں کو علم ہوگا وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ○ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الشعراء: ١٩٣ تا ١٩٧) اور یقیناً یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اس امانت کو روح امین (جبریلؑ) لے کر تیرے دل پر نازل ہوا ہے تاکہ تو ہوشیار کرنے والی جماعت میں ہو۔ اس امانت دار فرشتے نے اسے ایسی زبان میں نازل کیا ہے جو عربی ہے،

کھول کر بیان کرنے والی ہے اور یہ بات یقیناً پہلوں کے نوشتوں میں موجود ہے۔ یہ اشارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یسعیاہ نبی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں کے متعلق ہے۔ جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ (دیکھئے کتاب المناقب تشریح باب ۲۶) سورۃ الشعراء کا یہ موضوع کتنا عظیم الشان ہے اور اس سے ماقبل سورتوں کے تسلسل ہی میں اس کا سیاق کلام ہے۔

اللَّيْكَةُ وَالْأَيْكَةُ: أَيْكَة کی جمع ہے اور اسم جمع ہے جو درختوں کی کثرت پر دلالت کرتا ہے یعنی گھنے جنگل جن میں قوم شعیب کی بودوباش تھی۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب احادیث الانبیاء باب ۳۴۔

بَاب ۱ : وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ○ (الشعراء: ۸۸)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں

٤٧٦٨ : وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرَى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ، وَالْغَبَرَةُ هِيَ الْقَتَرَةُ.

أطرافه: ٣٣٥٠، ٤٧٦٩۔

۴۷۶۸: اور ابراہیم بن طہمان نے ابن ابی ذئب سے کہا۔ انہوں نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، سعید نے اپنے باپ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا کہ) آپؐ نے فرمایا: ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کے روز اپنے باپ کو دیکھا کہ وہ گرد آلود ہے اور سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ غَبَرَة ہی قَتَرَة کو کہتے ہیں (جس کے معنی سیاہی ہیں۔)

٤٧٦٩ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا أَخِي عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ

۴۷۶۹: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا کہ میرے بھائی (عبدالحمید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ذئب سے، انہوں نے سعید مقبری سے، سعید مقبری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ○ (الشعراء: ٨٨) فَيَقُولُ اللهُ إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ.

ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے ملیں گے پھر کہیں گے: اے میرے رب! تونے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے اس روز رسوا نہیں کرے گا جب لوگ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔

أطرافه: ٣٣٥٠، ٤٧٦٨۔

تشریح: وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ: انبیاء بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بھائیوں (بنی اسماعیل) کے درمیان سے اپنی مانند ایک نبیٔ شارع کے برپا ہونے کی پیشگوئی کی ہے۔ خداوند نے ان سے فرمایا کہ

”میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں اُن کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔“ (استثناء باب ١٨ آیت ١٨ تا ٢٠)

یہ پیشگوئی بنی اسرائیل میں اتنی مشہور تھی کہ یہ مبعوث ہونے والا موعود مثیل موسیٰ اور صاحب شریعت رسول وہ نبی، عہد کا رسول، کامل رسول، شفیع ومددگار، تمام سچائی کی راہ بتانے والا، روح حق وغیرہ ناموں سے صحف سابقہ میں معروف ہے۔ یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) نے جب اپنی رسالت کا اعلان بنی اسرائیل میں کیا تو ان لوگوں نے ان سے یہی سوال کیا:

”اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ (الیاس نبی) نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔“

(یوحنا باب ١ آیت ٢٥)

اعمال باب ٣ آیت ٢٠ تا ٢٥ سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس مسیح علیہ السلام کے بعد اس موعود نبی کے منتظر تھے جس کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں اوپر کیا جا چکا ہے بلکہ خود حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے بھی بایں الفاظ پیشگوئی فرمائی ہے:

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر

سکتے لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا۔" (یوحنا باب١٦: ١٢تا١٤)

عربی کی انجیل میں فقرہ سَیُمَجِّدُنِیْ ہے۔ (یوحنا باب١٦: ١٤) یعنی میری بزرگی قائم کرے گا۔ چنانچہ یہود اور نصاریٰ اسے مصلوب سمجھ کر یقین کئے بیٹھے ہیں کہ وہ لعنتی موت مرا لیکن قرآن مجید میں اس کی نفی کی گئی ہے۔ فرمایا: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ (النساء:١٥٨) نہ قتل کیا اور نہ صلیب دیا اور حضرت مسیحؑ کا پاکیزہ الفاظ میں کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ خود پولوس کو جس نے عقیدۂ توحید کو بگاڑا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم میں بہت سارا ردّوبدل کرکے اسے مسخ کردیا، یہ اقرار کرنا پڑا کہ

"ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناتمام۔ لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔" (کرنتھیوں اول باب١٣: ٩، ١٠)

یہ چند حوالے عہد جدید کے صحیفوں میں سے دیئے جاتے ہیں لیکن عہد قدیم کے صحیفوں میں بھی عہد والے کامل رسول کے مبعوث ہونے کی پیشگوئیاں اب تک موجود ہیں۔ یسعیاہ نبی فرماتے ہیں:

"دیکھو میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔ وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔ وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا۔ اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی۔ وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ وہ راستی سے عدالت کرے گا۔ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔"

(یسعیاہ باب٤٢: ١تا٤)

"اے سمندر پر گزرنے والو اور اس میں بسنے والو، اے جزیرو اور ان کے باشندو خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ۔ زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثناخوانی کریں۔ خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا۔ ہاں وہ للکارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں

پر غالب آئے گا۔" (یسعیاہ باب ۴۲: ۱۰ تا ۱۳)

"میں ان کو ان راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا۔ میں ان کے آگے تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کر دوں گا۔ میں ان سے یہ سلوک کروں گا اور ان کو ترک نہ کروں گا۔ جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسا کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے۔" (یسعیاہ باب ۴۲: ۱۶، ۱۷)

اس پیشگوئی کا ایک ایک فقرہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذات مبارک پر چسپاں ہوتا ہے۔ یہ بیابان کی بستیاں اور قیدار کے آباد گاؤں اور سلع پہاڑ کے بسنے والے اور نیا گیت گانے والے اور خدا کی حمد کرنے والے ثناخواں سوائے قریش مکہ اور انصار مدینہ کے عرب لوگوں کے سوا اور کون ہوسکتے ہیں۔ عہد قدیم کے انبیاء میں سے ملاکی نبی بھی اس عہد کے رسول کی پیشگوئی کرتے اور بنی اسرائیل سے کہتے ہیں:

"تم نے اپنی باتوں سے خداوند کو بیزار کر دیا تو بھی تم کہتے ہو کس بات میں ہم نے اسے بیزار کیا؟ اسی میں جو کہتے ہو کہ ہر شخص جو برائی کرتا ہے خداوند کی نظر میں نیک ہے اور وہ اس سے خوش ہے اور یہ کہ عدل کا خدا کہاں ہے؟"

(ملاکی باب ۲: ۱۷)

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہان اپنی ہیکل میں آموجود ہو گا۔ ہاں عہد کا رسول جس کے تم آرزومند ہو، آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ پر اُس کے آنے کے دن کی کس میں تاب ہے؟ اور جب اس کا ظہور ہو گا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سنار کی آگ اور دھوبی کے صابون کی مانند ہے۔ اور وہ چاندی کو تانے اور پاک صاف کرنے والے کی مانند بیٹھے گا اور بنی لاوی کو سونے اور چاندی کی مانند پاک صاف کرے گا تاکہ وہ راستبازی سے خداوند کے حضور ہدیے گذرانیں۔" (ملاکی باب ۳: ۱ تا ۳)

اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ سے متعلق مضمون نہایت ہی اہمیت رکھتا اور تفصیل چاہتا ہے۔ اس کے لئے دیکھئے معرکۃ الآراء کتاب "فصل الخطاب لمقدمۃ اھل الکتاب" تصنیف حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ، حصہ دوم۔ قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی عہد کے کامل نبی برحق کی مذکورہ علامتوں

کا حوالہ دے کر یہودیوں اور عیسائیوں کو بار بار توجہ دلائی ہے کہ آپؐ کی دعوت حقہ کو قبول کیا جائے۔ ان میں سے جنہوں نے قبول کیا وہ چاندی کی طرح پاک صاف کئے گئے اور جنہوں نے قبول نہ کرنا تھا نہ کیا اور اب تک وہ تزکیہ نفس سے محروم ہیں۔ لیکن اب خداوند تعالیٰ اس کی سچائی زور آور آسمانی حملوں سے ظاہر کرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بتایا گیا تھا کہ جو کلام اس پر نازل ہوگا وہ خداوند کے نام پر جو کچھ اسے کہا جائے گا وہ سب لوگوں کو سنائے گا۔ (استثناء باب ۱۸:۱۸)

قرآن مجید کی ہر چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کا عنوان بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع ہوتا ہے۔ آپؐ کی نسبت بتایا گیا تھا کہ وہ قتل نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ آپؐ سے بذریعہ وحی الٰہی وعدہ ہوا: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ: ۶۸) اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ چنانچہ آپؐ کے دشمنوں نے ہر چند آپؐ کے قتل کی کوشش کی مگر ناکام رہے اور آپؐ نے الٰہی فرمان کے مطابق تبلیغ کا حق ادا کیا۔ آپؐ کی نسبت بتایا گیا تھا کہ وہ نبی دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا اور اس کے داہنے ہاتھ آتشی شریعت ان کے لئے ہوگی (جو گناہوں کو جلائے گی اور چاندی کی طرح روحوں کو کندن کرے گی) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپؐ کے ذریعہ سے تطہیر نفس اور تزکیہ نفس کا معجز نما نمونہ دکھایا گیا جس کے معترف مخالف بھی ہیں اور کہا گیا تھا کہ خداوند کوہِ فاران سے اور دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔ (کتاب مقدس مطبوعہ ۱۹۲۲ء، استثناء باب ۳۳: ۲) چنانچہ وادی مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام فاران ہے۔ اور سچ مچ فتح مکہ کے روز دس ہزار قدوسی آپؐ کے ساتھ تھے اور مکہ کی وادیاں اور اس کے پہاڑ اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھے۔ (دیکھئے کِتَابُ الْمَغَازِی روایت نمبر ۴۲۷۶) یسعیاہ نبی علیہ السلام نے عربستان کو بانجھ قرار دے کر اس کی نسبت پیشگوئی کی کہ وہ جو جنتی نہ تھی اب جنے گی اور شوہر والی کی اولاد سے اس کی اولاد زیادہ ہوگی اور وہ بہت برومند ابدی حکمت اور قوموں کی وارث ٹھہرے گی۔ (یسعیاہ باب ۵۴) یہ پیشگوئی تمثیلی اسلوب میں ہے اور اس میں اس امر کی صراحت ہے۔

> ”تیرا خالق تیرا شوہر ہے۔ اس کا نام رب الافواج ہے اور تیرا فدیہ دینے والا اسرائیل کا قدوس ہے۔ وہ تمام روئے زمین کا خدا کہلائے گا۔“
>
> (یسعیاہ باب ۵۴: ۵)

یعنی توحید آخر ساری قوموں کا دین ہوگا۔

بَاب ۲ : وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ۝ (الشعراء: ۲۱۵)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور تو (سب سے پہلے) اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ (الشعراء: ۲۱۶) أَلِنْ جَانِبَكَ.

اپنے بازو کو جھکا یعنی نرمی سے پیش آ۔

٤٧٧٠ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ (الشعراء: ۲۱۵) صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بَنِي عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَّخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ أَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ

۴۷۷۰: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن مرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ نازل ہوئی تو نبی ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارنے لگے: اے بنی فہر! اے بنی عدی! اسی طرح آپؐ نے قریش کے چند خاندانوں کا نام لیا اور وہ جمع ہو گئے، جو آدمی خود نہ آسکتا تھا وہ اپنی جگہ دوسرا آدمی بھیج دیتا کہ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔ ابولہب اور قریش آئے۔ آپؐ نے فرمایا: بھلا بتلاؤ تو سہی اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ کچھ سوار اس وادی میں ہیں جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتے ہیں کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، آپؐ کی نسبت ہمارا تجربہ یہی ہے کہ آپؐ راستباز ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر میں ایک سخت عذاب آنے سے قبل تمہیں آگاہ کرتا ہوں۔ ابولہب نے یہ سن کر کہا: سارا

أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ○ (اللهب: ٢، ٣)

دن تمہیں گھاٹا ہی رہے، کیا اس غرض کے لئے تم نے ہمیں اکٹھا کیا ہے۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ تباہ ہوں اور وہ خود بھی تباہ ہو، نہ اس کا مال اسے کاری آیا نہ وہ جو اس نے کمایا۔

أطرافه: ١٣٩٤، ٣٥٢٥، ٣٥٢٦، ٤٨٠١، ٤٩٧١، ٤٩٧٢، ٤٩٧٣۔

٤٧٧١ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَنْزَلَ اللهُ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (الشعراء: ٢١٥) قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلِيْنِي مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ

۴۷۷۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی، کہا: سعید بن مسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: جب اللہ نے وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ کا ارشاد نازل فرمایا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! یا کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا: اللہ سے اپنی جانوں کا سودا کر لو۔ اللہ کے حضور میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے بنی عبد مناف! اللہ کے حضور میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے عباس بن عبد المطلب! اللہ کے حضور میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اے صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں اللہ کے حضور تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اور اے فاطمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! تم جو چاہو میرے مال میں سے لے لو مگر اللہ کے حضور میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔

اللهِ شَيْئًا. تَابَعَهُ أَصْبَغُ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ.

اور ابوالیمان کے سوا اصبغ (بن فرج) نے (عبداللہ) بن وہب سے، انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے یہی حدیث روایت کی۔

أطرافه: ۳۵۲۷، ۲۷۵۳۔

تشریح: وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ: باب ۲ کی معنونہ آیت کا سیاق و سباق پورا یہ ہے: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ○ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ○ پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار، ورنہ تو مبتلائے عذاب لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ اور تو (سب سے پہلے) اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔ اور جو تیرے پاس مومن ہو کر آئیں اُن کے لیے محبت کے بازو جھکا دے۔ پھر اگر کسی وقت وہ تیری نافرمانی کر بیٹھیں، تو کہہ دے میں تمہارے عمل سے بیزار ہوں۔ اور غالب (اور) بار بار رحم کرنے والی ہستی پر توکل کر۔

روایات زیر باب سے ظاہر ہے کہ انذار کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد کی تعمیل میں سب سے پہلے اپنے اعزہ و اقرباء کو مخاطب کیا۔ باب کی پہلی روایت میں ہے کہ آپؐ کا ایک چچا عبدالعزیٰ (اس کے معنی عزیٰ دیوی کا پرستار ہیں) جس کی کنیت ابولہب ہے، اس نے آپؐ کی دعوت کو ٹھکرایا اور بڑی گستاخی سے پیش آیا۔ سورۃ اللھب کی تاریخ نزول کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے۔ یہ شخص جو آپؐ کے دادا عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور اس کی بیوی امّ جمیل ابوسفیان کی بہن تھی، دونوں نے آپؐ کے خلاف اشتعال انگیزی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جس کی وجہ سے ابولہب بانی اشتعال انگیزی کے نام سے اس سورۃ میں ملقب کیا گیا ہے اور اس کی بیوی کو حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ایندھن اٹھانے والی کہا گیا ہے۔ اس شخص کی دینی و دنیوی کوششوں کے رائیگاں جانے کی یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر میں جب کفار قریش کو شکست فاش ہوئی اور اس کی اطلاع عبدالعزیٰ کو ملی تو اس کو شدید صدمہ ہوا اور اس صدمے کی وجہ سے سات دن نہیں گزرنے پائے تھے کہ وہ راہی ملک عدم ہو گیا اور اس کی ساری کوششیں خاک میں مل گئیں۔

یہ مفہوم ہے سورۃ کے موقع نزول کا۔ لیکن سورتوں کی جو ترتیب وحی الٰہی کے ذریعہ سے قائم ہوئی ہے اس کے لحاظ سے اس سورۃ کا مفہوم مذکورہ بالا مفہوم سے وسیع تر ہے جو اپنے موقع پر بیان ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ۔

☆☆☆

٢٧۔سُوْرَةُ النَّمْلِ

الْخَبْءَ (النمل:٢٦) مَا خَبَأْتَ. لَا قِبَلَ (النمل:٣٨) لَا طَاقَةَ. الصَّرْحُ (النمل:٤٥) كُلُّ مَلَاطٍ اتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيرِ، وَ الصَّرْحُ الْقَصْرُ وَجَمَاعَتُهُ صُرُوحٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ لَهَا عَرْشٌ (النمل:٢٣) سَرِيرٌ كَرِيمٌ، حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ. {يَأْتُونِي[١]} مُسْلِمِيْنَ (النمل:٣٩) طَائِعِيْنَ. رَدِفَ (النمل:٧٢) اقْتَرَبَ. جَامِدَةً (النمل:٨٨) قَائِمَةً. أَوْزِعْنِي (النمل:١٩) اجْعَلْنِي. وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَكِّرُوا (النمل:٤١) غَيِّرُوا. وَ الْقَبَسُ مَا اقْتَبَسْتَ مِنْهُ النَّارَ. وَأُوتِيْنَا الْعِلْمَ (النمل:٤٢) يَقُوْلُهُ سُلَيْمَانُ. الصَّرْحُ (النمل:٤٤) بِرْكَةُ مَاءٍ ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيرَ أَلْبَسَهَا إِيَّاهُ.

الْخَبْءَ کے معنی ہیں وہ شے جو تو چھپائے۔ لَا قِبَلَ سے مراد ہے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ الصَّرْحُ کا مطلب ہے پلاستر جو کانچ سے بنایا جاوے اور الصَّرْحُ کے معنی ہیں محل۔ اور اس کی جمع صُرُوْحٌ ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے فرمایا: وَ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ یعنی اس کا ایک ایسا عمدہ تخت تھا جس کی صنعت کاری عجیب تھی اور وہ گراں قیمت تھا۔ يَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ: فرمانبردار ہوکر میرے پاس آئیں گے۔ رَدِفَ یعنی قریب آ گیا۔ جَامِدَةً کے معنی ہیں ٹھہرے ہوئے۔ اَوْزِعْنِيْ یعنی مجھے ایسا بنا۔ اور مجاہد نے کہا: نَكِّرُوْا یعنی اس کی شکل تبدیل کر دو۔ اور الْقَبَس کے معنی ہیں جس سے تو آگ حاصل کرے۔ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ اور ہمیں علم دیا گیا ہے، یہ قول حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا ہے۔ الصَّرْحُ کے معنی ہیں پانی کا تالاب۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس (پانی) پر شیشے کی سلیں ایسی عمدہ تدبیر سے لگوا دی تھیں کہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ آبدار پانی ہے۔

---

[١] یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء٨ حاشیہ صفحہ ٦٣٩) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: لفظ اَلْخَبْءَ سے سورۃ النمل کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۝ (النمل: ۲۶) (وہ مصر ہیں کہ) اس اللہ کو سجدہ نہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ تقدیر کو ظاہر کرتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو وہ بھی جانتا ہے اور جس کا تم اعلان کرتے ہو وہ بھی اس کے علم میں ہے۔ اس سے قبل کی آیت میں قوم سباء اور ان کی ملکہ کے مشرکانہ عقیدے اور سورج پرستی کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آخر انہیں کواکب پرستی کے شرک سے روکنے میں کامیاب ہوگئے اور ربّ عرشِ عظیم کی طرف انہیں راہنمائی کی۔ اس سے قبل کی آیات میں وَادِ النَّمْلِ کا ذکر ہے جس کی نسبت تفسیر صغیر میں بالتحقیق اس وادی کا جائے وقوع بتایا گیا ہے کہ وہ ساحل سمندر پر یروشلم کے مقابل یا اس کے قریب دمشق سے حجاز کی طرف آنے والے راستے پر واقع ہے اور یہ وادی اسی نام سے مشہور ہے اس جہت کے علاقوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ تک عرب اور مدین کے بہت سے قبائل بستے تھے اور ان قبائل میں سے نملہ نام کا ایک بہت بڑا قبیلہ بھی تھا۔ (ماخوذ از حاشیہ تفسیر صغیر سورۃ النمل زیر آیت ۱۹)

آیت ۲۷ میں فرماتا ہے: اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی بہت بڑی حکومت کا مالک ہے۔ اس ذکر سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی بعثت کی غرض میں کامیاب ہوئے، ان کا ذکر بطور قصہ و کہانی نہیں بلکہ ان کے ذکر میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے کواکب پرست قومیں بھی ہدایت پائیں گی اور یہ پیشگوئی واقعہ میں ظہور میں آئی اور آئندہ بھی یہ سلسلہ چلے گا۔ یہاں تک کہ روئے زمین کی ساری قوموں کا دین توحید قرار پائے گا۔ جیسا کہ نہ صرف قرآن مجید کی زیر شرح سورتوں میں بلکہ صحف سابقہ کی پیشگوئیوں میں صراحت کی گئی ہے۔

لَا قِبَلَ سے یہ آیت مراد ہے: اِرْجِعْ اِلَیْهِمْ فَلَنَاْتِیَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (النمل: ۳۸) (اے ہدہد) تو ان کی طرف لوٹ جا (اور ان سے کہہ دے کہ) میں ایک لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوں گا۔ ایسا لشکر کہ اس کے مقابلہ کی انہیں طاقت نہ ہوگی اور میں ان کو (فلسطین سے) ضرور نکالوں گا۔ ایسی حالت میں کہ وہ پسپا ہوں گے اور بادشاہت کی عزت کھو چکے ہوں گے۔ لَا قِبَلَ لَهُمْ کا مفہوم ابو عبیدہؒ سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۰)

یَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ سے یہ آیت مراد ہے: قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۝ (النمل: ۳۹) (سلیمان نے اپنے درباریوں سے مخاطب ہو کر) کہا: اے سردارو! تم میں سے کون اس کے تخت کو میرے پاس لے آئے گا پیشتر اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آئیں۔ مُسْلِمِیْنَ کے معنی طَائِعِیْنَ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور ابن جریج سے مروی ہے کہ وہ دین توحید کو قبول کرنے والے ہوں۔

(فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۱)

رَدِفَ بمعنی اِقْتَرَبَ کہ قریب ہوا۔ اس سے یہ آیات مراد ہیں: وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ○ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَشْكُرُوْنَ ○ (النمل: ۷۲ تا ۷۴) اور وہ کہتے ہیں (مجرموں کے عذاب کا) یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ کہ ہو سکتا ہے کہ جس کو تم جلدی طلب کر رہے ہو اس کا ایک حصہ تمہارے پیچھے پیچھے قریب چلا آرہا ہو اور یقیناً تیرا رب لوگوں پر بہت فضل کرنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر ناشکر گزار ہیں۔

جَامِدَةً بمعنی قَائِمَةً۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ○ (النمل: ۸۹) اور تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے ایسی حالت میں کہ تو سمجھتا ہے کہ وہ ٹھہرے ہوئے ہیں بحالیکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔ یہ اس اللہ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔ یقیناً وہ جو فعل تم کر رہے ہو اس سے خوب واقف ہے۔

اَوْزِعْنِیْۤ اِجْعَلْنِیْ: مجھے بنا، مجھے صحیح طور پر توفیق دے۔ پہلا مفہوم حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ دوسرا مفہوم ابو عبیدہؒ سے اور انہوں نے اَوْزِعْنِیْۤ کے معنی أَلْهِمْنِیْ بھی کئے ہیں یعنی مجھے الہام کر۔ فراء ادیب نے بھی اس مفہوم کی پورے طور پر تائید کی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۱) اس سے یہ آیت مراد ہے: فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (النمل: ۲۰) سلیمان نملہ قوم کے ایک شخص کی بات معلوم کر کے کھلکھلا کر ہنسے، خوش ہوئے اور کہا: اے میرے رب! مجھے پورے طور پر صحیح رنگ میں توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والد پر کی ہے اور ایسا نیک عمل بجا لاؤں جسے تو پسند فرمائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔ اس دعا سے جیسا کہ ابھی بتایا جائے گا، معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کے باپ حضرت داوٗدؑ اپنی بعثت کی غرض میں پورے طور پر کامیاب ہوئے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ نَكِّرُوْا: یعنی غَيِّرُوْا، اس کی شکل تبدیل کر دو۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ○ (النمل: ۴۲) (سلیمانؑ نے) کہا اس کے تخت کی شکل و صورت تبدیل کر دو تا کہ ہم دیکھیں کہ آیا وہ ہدایت پاتی ہے یا انہی لوگوں میں سے رہے گی جو ہدایت نہیں پاتے۔ اس سے مراد ملکہ سباء کا تخت ہے۔ جس پر چڑھائی کرنے کا حکم آپ نے ایک بہت بڑے سردار کو ارشاد کیا جس کا ذکر ما قبل کی آیات میں ہے۔ سباء کا علاقہ جزیرہ عرب کے جنوب غربی حصے یمن میں واقع تھا۔ اس حکومت کا ذکر کتب عہد قدیم اور عرب، یونانی اور رومانی مؤلفات میں ہے۔ اس حکومت کا تمدن بہت ترقی یافتہ تھا اور یہاں کے باشندے سونے چاندی اور قیمتی پتھروں کی تجارت کرتے تھے۔ عرب لوگ ملکہ سباء کا نام بلقیس بتاتے ہیں جو حضرت سلیمانؑ کے حضور فرمانبردار ہو کر آئی۔ اس سے ما قبل کی آیات میں جب حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں

سے کہا کہ کون اس کا عجیب و غریب تخت لائے گا۔ اس سے ان کی مراد صرف تخت ہی لانا نہیں تھا بلکہ اس حکومت کو فتح کرنا مقصود تھا تا کہ سباء کے لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دی جاسکے۔ فرماتا ہے: قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ (النمل: ۴۰، ۴۱) پیشتر اس کے کہ ان آیات کا ترجمہ کیا جائے۔ بعض الفاظ کی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے۔ عِفْرِيْتٌ کا لفظ نہایت قوی شخص اور شیر ببر پر اطلاق پاتا ہے۔ کہتے ہیں: رَجُلٌ عِفْرِيْتٌ اور اَسَدٌ عِفْرِيْتٌ اَیْ شَدِيْدٌ۔ اسی طرح عِفْرِيْتٌ کے معنی وہ شخص جو نہایت ہوشیار اور اپنے کام کو نافذ کرنے والا ہو۔ اقرب الموارد میں لکھا ہے: وَيُقَالُ الْعِفْرِيْتُ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ: اَلْفَائِقُ الْمُبَالِغُ الرَّئِيْسُ۔ (اقرب الموارد- عفر) عربی میں اَلْاِنْس سے مراد متمدن لوگ ہیں اور اس کے مقابل لفظ الجِنّ سے غیر متمدن، وحشی، پہاڑی یا بدوی قوم مراد ہے اور الشَّيَاطِيْن سے سرکش، ظالم اور جابر لوگ۔ تاریخ قدیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر متمدن اور سرکش قومیں کچھ تو حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اور باقی حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں سر ہو چکی تھیں اور انہوں نے اطاعت کر لی تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ان مفتوح قوموں کے سرداروں کا اجتماع رہتا تھا۔ آپ نے ان سے کہا کہ ملکہ سباء نے ابھی تک اطاعت نہیں کی۔ اس پر کون چڑھائی کرے گا۔ طَرف کے معنی ہیں جاسوس اور شریف نوجوان۔

(اقرب الموارد- طرف)

اب آیات کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ایک بدوی قوم کے بہت بڑے سردار نے سلیمانؑ کے مطالبہ پر اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس اس کا عرش لے آؤں گا پیشتر اس کے کہ آپ اپنے اس مقام سے کوچ کریں اور یقیناً میں اس امر پر نہایت ہی قدرت رکھتا ہوں اور امین ہوں یعنی مفوضہ فرض کو پوری دیانت داری سے ادا کروں گا۔ اس شخص نے جسے کتاب الٰہی کا علم تھا (یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا) کہا: میں اس تخت کو آپ کے پاس لاؤں گا پیشتر اس کے کہ آپ کے جاسوس (اس ملک کی خبر لے کر) آپ کے پاس واپس لوٹیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جو تاریخ قدیم اور تورات وانجیل سے خوب واقف تھے اور بلاشبہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے وہ اس آیت کا یہی ترجمہ کیا کرتے تھے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر صغیر کے حاشیے میں اس آیت کے تعلق میں لکھا ہے چونکہ ملک یہود کا تھا اس لیے عبرانی عالم کو یقین تھا کہ یہودی میرے لئے بہت جلد کام کریں گے اس لئے اس نے بدوی قوم کے سردار سے پہلے عرش لانے کا وعدہ کیا یعنی وہ اس ملک کو بہت جلد فتح کر لے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے طَرف کے معنی آنکھ جھپکنے کے کئے ہیں اور بتایا ہے کہ بہت جلد میں اس مہم کو سر کر لوں گا۔ مختلف زبانوں میں آنکھ جھپکنے کا محاورہ جلدی پر دلالت کرتا ہے اور اسے لفظی نہیں قرار دیا جاتا۔ یہاں بھی انہی معنوں میں یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔

(تفسیر صغیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، سورۃ النمل حاشیہ زیر آیت قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ...)

اَلْقَبَسُ مَا اقْتَبَسْتَ مِنْهُ النَّارَ: یعنی اَلْقَبَس کے معنی ہیں جس سے تو آگ حاصل کرے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ○ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ (النمل: ۷،۸) اور تو یقیناً حکیم علیم کی طرف سے یہ قرآن دیا جا رہا ہے۔ یاد کر جب موسیٰ نے اپنے اہل سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی اور محسوس کی ہے۔ میں عنقریب تمہارے پاس اس سے ایک عظیم الشان خبر لاؤں گا یا تمہارے پاس چمکتا ہوا روشن انگارہ لاؤں گا تا کہ تم اس سے آگ حاصل کرو۔ سورۃ النمل کے شروع ہی میں مومنوں کے لئے ایک بشارت کا ذکر ہے اور یہ سورۃ آیات القرآن وکتاب مبین قرار دی گئی ہے۔ یعنی قرآن کے بڑے بڑے نشان اس میں مذکور ہیں اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جو کھول کر بیان کرنے والی ہے اور ان آیات کا نزول حکیم علیم خدا کی طرف سے بتا کر فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا آغاز یوں ہوا تھا کہ انہوں نے ایک آگ دیکھی۔ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (النمل: ۹) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آگ کے پاس آئے تو وہ پکارے گئے وہ جو اس آگ میں ہے برکت دیا گیا ہے ایسا ہی وہ لوگ جو اس کے ارد گرد ہیں اور پاک ذات ہے وہ اللہ جو رب العالمین ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ وہ ظاہری آگ نہ تھی بلکہ الٰہی آتش محبت بذریعہ مکاشفہ آگ کی شکل میں دکھائی گئی۔ تفسیر صغیر میں ان آیات کی یہ شرح بیان کی گئی ہے کہ اگر یہ ظاہری آگ مراد ہوتی تو اس کی تعبیر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ نہ فرماتے کہ میں تمہارے لئے ایک عظیم الشان خبر لاؤں گا۔ یعنی وحی نبوت کے لئے میں منتخب کیا جانے والا ہوں اور یہ کشفی نظارہ میری ذات ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ایک ایسا چمکتا ہوا روشن انگارہ ہے جس سے تم سب نور و حرارت حاصل کرو گے۔ سارا سیاق کلام ہی اس تشریح کی تائید کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی غار حرا میں جو نظارہ دیکھا تھا آپؐ نے اس کی خبر سب سے پہلے اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کو دی۔

(تفسیر صغیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، تفسیر سورۃ النمل حاشیہ زیر آیت اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ...)

آتش محبت الٰہی ہی درحقیقت ایسی آگ ہے جو لامحالہ وحی شریعت کی مقتضی ہوتی ہے۔ جبکہ قوم کی اصلاح کے لئے دل میں آگ نہ لگی ہو اور جب تک خدا تعالیٰ سے محبت میں انسان کھویا نہ جائے وہ عظیم الشان مہم کے لئے نہیں چنا جاتا۔ ابو عبیدہؒ نے قَبَسٍ کے معنی شعلۂ نار کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۱) اور اس کا مفہوم وہی درست ہے جو سیاق و سباق آیت سے تصدیق پائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر چسپاں ہو اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ سورۂ نمل کی یہ آیات بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے لئے بہت بڑی بشارت قرار دی گئی ہیں۔ بھلا ظاہری آگ کے سینکنے میں کونسی بشارت ہے۔ انوارِ نبوت کی زندگی بخش آتش محبت ہی ہے جو مردہ قوم کے دلوں میں جب سرایت کرتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتی ہے جیسا کہ قوم عرب جو مردہ تھی اور بانجھ کہلاتی تھی وہ فی الواقع زندہ ہوئی۔ سورۃ النمل کی آیات کا یہ پس منظر یاد رکھا جائے۔

اس کے علاوہ ان آیات کا ایک اور پس منظر ہے جس کا تعلق بنی اسرائیل کی تاریخ سے ہے یعنی ان کے احیاءِ ثانی و تجدید شریعت سے جس کا ذکر مفردات کی تشریح کے بعد کیا جائے گا۔ اس سورۃ کے سمجھنے کے لئے اس تاریخی پس منظر کا سمجھنا بھی از بس ضروری ہے۔ کتب تفاسیر میں دور از حقیقت قصے بصورت روایات نقل کئے گئے ہیں جو امام بخاریؒ نے ناقابل اعتبار سمجھ کر سرے سے نظر انداز کر دیئے ہیں۔ چنانچہ سورۂ نمل کے تعلق میں صرف الفاظ کا مفہوم ہی بیان کیا گیا ہے اور کتب تفسیر کی روایات میں سے ایک روایت بھی درست قبول نہیں کی۔ فَجَزَاهُ اللهُ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

نَكِّرُوْا کے معنی ہیں شکل بدل ڈالو تا پہچانا نہ جا سکے۔ اس تعلق میں آیت نقل کی جاچکی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سباء کا تخت لایا گیا تھا یعنی وہ علاقہ فتح ہو گیا تھا مگر خالی کسی قوم کے مفتوح و مغلوب ہونے سے اس کے اندر ہدایت سے متعلق مطلوبہ تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی، اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکہ سباء اور اس کی قوم کی ہدایت کی فکر ہوئی جس کے لئے انہوں نے ایک تدبیر اختیار کی، اسے دعوت دی اور ایک ایسا شیش محل تیار کروایا جس کی گزرگاہ میں نیچے آبدار کانچ کا فرش بچھوایا اور اس کے نیچے پانی چھوڑا گیا اور وہ ایسا شفاف تھا کہ پانی اور کانچ کی سلوں کے ریختہ فرش کے درمیان ظاہر نظر سے تمیز نہیں ہوسکتی تھی جیسا کہ لفظ الصَّرْحَ کی تشریح میں بیان کیا گیا ہے کہ اس لفظ کے ایک معنی پانی کا حوض بھی ہے جس پر شیشے کی سلیں بچھائی گئی ہوں۔ یہ معنی مجاہدؒ سے مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۱)

وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ يَقُوْلُهُ سُلَيْمَانُ: اور ہمیں علم دیا گیا تھا۔ اس سے یہ آیات مراد ہیں: فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ○ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○ (النمل: ۴۳، ۴۴) جب وہ آئی تو اسے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا: معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ جیسے یہ وہی ہے اور ہم کو اس سے پہلے ہی علم حاصل ہو چکا تھا اور ہم تیرے فرمانبردار ہو گئے تھے۔ اور اس (سلیمان علیہ السلام) نے ملکہ کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا معبودوں کی عبادت کرنے سے روکا۔ وہ یقیناً کافر قوم میں سے تھی۔ پہلی آیت میں فقرہ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ کی نسبت دو قول ہیں ایک تو مجاہدؒ سے مروی ہے کہ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہی تھی جنہیں فی الواقع علم دیا گیا تھا۔ چنانچہ كَاَنَّهٗ هُوَ کے بعد (حرف ج) وقفہ جواز ہے یعنی جائز ہے کہ اسے سیاق سے علیحدہ سمجھا جائے اور دوسرا قول واحدی کا ہے کہ یہ قول بلقیس ملکہ سباء کا ہے کہ ہمیں علم تھا کہ غلبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوگا اور اس نے کہا کہ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ کہ ہم سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی صحت کے قائل تھے۔ امام ابن حجرؒ دونوں قول ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وَالْاَوَّلُ هُوَ الْمُعْتَمَدُ یعنی مجاہد کا قول ہی قابل اعتماد ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۱) اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مُسْلِمِيْنَ سے مراد صرف ظاہری اطاعت ہے جیسا کہ اس کی شرح لفظ طَائِعِيْنَ سے کی گئی ہے۔ ملکہ سباء اس وقت تک بطور

باجگزار ریاست کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت میں داخل ہوچکی تھی لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کی فتوحات سے غرض محض فتح اور توسیع مملکت نہ تھی۔ وہ دلوں میں الٰہی محبت و اطاعت کی روح پھونکنا چاہتے تھے۔ اگر فقرہ وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ سے اقرارِ صحت ِنبوت ودینِ حق کو قبول کرنا مراد ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسی اور تدبیر کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ تھی جس کا ذکر مابعد کی آیات میں کیا گیا ہے۔ اس لئے مجاہدؒ کا قول ہی درست ہے۔ بعد کی آیت میں فرماتا ہے: قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (النمل: ۴۵) اسے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ۔ پس جب اس نے وہ محل دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور گھبرا گئی۔ تب سلیمان علیہ السلام نے کہا یہ تو محل ہے جو شیشوں سے پختہ بنایا گیا ہے۔ تب وہ بولی: اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان کے ساتھ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے سامنے سر نیاز جھکاتی ہوں یعنی وہ اپنی غلطی سمجھ گئی کہ جس طرح شیشے کے نیچے پانی نظر آتا ہے اسی طرح سورج کا نور خالقِ کائنات ربّ العالمین کے فیوضِ ربوبیت کی وجہ سے ہے۔ سورج اور کواکب پرستی کھلی غلطی ہے۔ خدائے معبود ایک ہی ہے۔

سورۃ النمل کی آیات کا تعلق حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ کے زمانہ سے ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں بنی اسرائیل وغیرہ قوموں کے حالات کا علم ہونا ضروری ہے جو عہد قدیم کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ فلستی، موآبی، مدیانی اور عمالیقی وغیرہ مشرک اقوام کے ظالم اور جابر بادشاہ بنی اسرائیل کو اپنا محکوم بنا چکے تھے اور اُن سے ہر قسم کی بدی اور ظلم کا ارتکاب بے دھڑک کرتے تھے اور یہ الٰہی سزا تھی۔ (قضاۃ باب ۳: ۱۳، ۱۴) (قضاۃ باب ۴: ۳) (قضاۃ باب ۶: ۱ تا ۶) (قضاۃ باب ۱۳: ۱) (۱۔ سموئیل باب ۱۲: ۹) (۱۔ سموئیل باب ۳۰: ۱) بنی اسرائیل انتہائی درجہ کی خستہ حالی میں تھے جب حضرت داؤد علیہ السلام اور اُن کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام مامور ہوئے اور آخر اُن کی آہ و بکا اور گریہ وزاری سنی گئی اور اُن پر رحم ہوا اور وہ بیت المقدس میں لائے گئے اور حمد و ثنا کے ترانے بلند ہوئے۔ مزامیر زبور، امثال اور غزل الغزلات کے مطالعہ کرنے سے بھی ان ظالم بادشاہوں سے اُن کی نجات کا علم ہوتا ہے۔ (دیکھئے زبور باب ۳۱: ۴ تا ۱۷، باب ۳۸: ۱۲ تا ۱۶) امثال اور واعظ اکثر نصائح پر مشتمل ہیں جو بنی اسرائیل کو کی گئیں۔ زبور اور غزل الغزلات عشقِ الٰہی کے ترانوں کا مجموعہ ہیں۔ جن کی صدائیں بنی اسرائیل کے دلوں کو موم کرنے کے لئے بلند کی گئیں اور ان کے ذریعہ نیکی اور توحید کا درس بنی اسرائیل کو نئے سرے سے پڑھایا گیا اور ان کے احیاء و تجدید کا زمانہ شروع ہوا۔ القَبَس سے مراد یہی وہ آتش محبت الٰہی کی چنگاری ہے جو دلوں میں جلائی گئی تا اس سے نار و نور حاصل کیا جاسکے۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل فراوانی دولت اور کشائش و آسائش کی وجہ سے اپنی شریعت پر عمل کرنا چھوڑ بیٹھے تھے۔ پے در پے ان میں انبیاء اور مجددین و مصلحین مبعوث ہوتے رہے۔ ہر چند

انہیں باز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آئے۔ رجوع الی الحق کی انہیں وعظ و نصیحت کی گئی۔ نحمیاہ، عزرا، ایلیاہ وغیرہ انبیاء و مصلحین کا ذکر صحف عہد نامہ قدیم میں آیا ہے۔ لیکن ان کی کوششوں نے خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں کیا۔ آخر بطور سزا اُن پر جابر مشرکین مسلط کئے گئے اور الٰہی گرفت نہایت ہیبت ناک صورت میں ظاہر ہوئی۔ جہاں جہاں ان کی تھوڑی بہت حکومت تھی تباہ کی گئی۔ مثلاً سامریہ میں بن ہدد شاہِ ارام بہت بڑے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور اس نے بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم توڑے۔ یہ واقعہ ایلیاہ (الیاس) نبی علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔ (دیکھئے ا۔ سلاطین باب ۲۰، ۲۱) اور اس وقت اخی آب شاہ اسرائیل تھا۔ اسی طرح نبوکدنضر شاہ بابل نے ۵۸۶ ق م میں یروشلم پر حملہ کیا اور اس کے در و دیوار کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور بنی اسرائیل کے گھر بار نظر آتش کر کے راکھ کر دیئے گئے اور ان میں سے جو زندہ باقی رہے انہیں قید کر کے بطور اسیر اپنے ساتھ اپنے ملک میں لے گیا اور پھر ان سے حیوانوں کا سا سلوک کیا۔ کھیتی باڑی میں ان کی گردنوں میں جوًا ڈال کر ان سے قُلبہ رانی اور آبپاشی کا کام لیا جاتا تھا اور سُستی دکھانے پر وہ کوڑوں سے پیٹے جاتے اور ان کی عورتوں سے بابلی لوگ بے دھڑک شہوت رانی پوری کرتے۔ یہ عذاب الٰہی عبرت کا نمونہ تھا۔ (دیکھئے ۲۔ سلاطین باب ۲۵)

سورۃ النمل میں اس کا ذکر بلاوجہ نہیں بلکہ اس میں مسلمانوں کی اس حالت کا ذکر ہے جس میں انہوں نے یہود و نصاریٰ سے (شِبْرًا بِشِبْرٍ) پوری پوری مشابہت کرنی تھی اور ویسا ہی سلوک الٰہی ان کے لئے بھی مقدر تھا جو راہ مستقیم سے برگشتہ قوم بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا تھا۔ طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ (النمل:۲) سے اسی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر کبیر میں حروف مقطعات ط سے لَطِیْف (لطف و مہربانی کرنے والا) س سے سَمِیْع (دعاؤں کو سننے والا) کی صفات باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہے اور آیات سے وہ نشانات الٰہی مراد ہیں جو مسلمانوں کے احیاء ثانی اور تجدید شریعت کے تعلق میں دکھائے جانے مقدر ہیں۔ فرماتا ہے: وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ (النمل:۷۶، ۷۷) اور کوئی بھی چھپی ہوئی بات آسمان میں اور زمین میں نہیں ہے مگر وہ ایک کتاب مبین میں محفوظ ہے اور یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے بہت سی ایسی باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النمل: ۷۸) اور یقیناً یہ قرآن مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

مذکورہ بالا پس منظر بیان کرنے کے بعد اب دو باتوں کی وضاحت کا سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ ایک وادی النمل اور نملہ کا قول کہ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ مبادا حضرت سلیمان اور ان کے لشکر تمہیں کچل دیں۔ جہالت سے سمجھا جاتا ہے کہ اس سے چیونٹیاں مراد ہیں بحالیکہ وادی النمل کے نام سے ایک معروف علاقہ ہے جو دمشق سے سو میل کے فاصلے پر جنوب مغربی جہت میں واقع ہے اور نملہ نام کی قوم کے بہت قبائل تھے جنہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت قبول کی۔ دیکھئے تفسیر صغیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، تفسیر سورۃ النمل

زیر آیت حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ۔۔۔ نملہ جس نے اپنی قوم کو مشورہ دیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقابلہ نہ کیا جائے ورنہ کچل دیئے جاؤ گے اسی قوم کا ایک فرد تھا۔ دوسرا لفظ الھُدْ ھُدْ ہے جس سے بوجہ ناواقفی سمجھا جاتا ہے کہ الھُدْ ھُدْ پرندہ تھا جو خبر لانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قدیم زمانے میں کبوتر وغیرہ کی قسم کے پرندوں سے خبر رسانی کا کام لیا جاتا تھا اور ان کی تربیت اسی غرض کے لئے کی جاتی تھی جو ہمارے زمانے میں برق رفتار وسائل خبر رسانی ایجاد ہونے کی وجہ سے متروک ہیں اور آیت وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ الطَّيْرِ (النمل: ۱۸) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی فوج میں جہاں پہاڑی اور بدوی اور متمدن قبائل بھرتی کئے جاتے تھے وہاں خبر رسانی کے تعلق میں پرندوں کی بھی پرورش کی جاتی تھی۔ لیکن آیت ۲۱ میں الھُدْ ھُدْ نامی ایک شخص ہے۔ عبرانی اور عربی اقوام میں خاندان کے نام اس کے بڑے آدمیوں کے نام پر رکھے جاتے تھے جیسے بنی ذئب، بنی خزرج اور بنی اوس وغیرہ۔ اسی طرح ایک ارامی بادشاہ "بن ہُدد" کا ذکر گزر چکا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں۔

"ممکن ہے کہ یہ ہُدہُد عرب قبیلہ کا کوئی سردار ہو کیونکہ بائیبل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام بھی ہدہد تھا اور تاریخی طور پر یہ امر ثابت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت تک اس رستے میں جو فلسطین سے یمن کی طرف آتا ہے عرب قبیلے بستے تھے۔ (تقویم البلدان) اور چونکہ عربوں اور یہودیوں کی باہم سخت چپقلش تھی اور گو وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت آ گئے تھے۔ لیکن مخالفت اب تک باقی تھی۔ اس لیے جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ عرب قوم کا ایک سردار غائب ہے تو اُن کے دل میں شبہ پیدا ہوا اور وہ ناراض ہو گئے اور یمن چونکہ عرب کا ایک حصہ ہے اس لیے یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔"

(تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ النمل، آیت ۲۱ جلد ۷ صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵)

آیت وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَاۤ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ○ (النمل: ۲۱) سلیمان (علیہ السلام) نے معائنہ کیا اور کہا کہ کیا ہے میں ہُدہُد کو (کچھ عرصہ سے) نہیں دیکھ رہا یا وہ غیر حاضروں میں سے ہے۔ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ کے صیغوں کا تعلق انسانوں سے ہے اور اس کی غیر حاضری کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ فرمانا لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاۡاَذْبَحَنَّهٗۤ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○ (النمل: ۲۲) لفظ عذاب اور ذبح بمعنی سزا یا قتل سے ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں ضرور اسے سخت سزا دوں گا یا اسے قتل کر دوں گا ورنہ اسے اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ بیان کرنی ہوگی جو واضح اور قابل قبول ہو۔ زبان عربی میں ذبح بمعنی قتل بھی آتا ہے۔ (دیکھئے تاج العروس من جواھر القاموس- ذبح) قدیم سے یہ دستور رہا ہے کہ سرکش اور بغاوت سے مانوس قبائل جب مغلوب ہو جاتے تو ان کے رؤسا میں سے کوئی نہ کوئی نمائندہ فاتح بادشاہ کے دربار میں موجود

رہتا۔ چنانچہ قوم سباء جو علاقہ یمن کے اطراف میں آباد تھی، ان کے نمائندے موجود رہتے۔ ایسا ہی ادومی مجدی وغیرہ مفتوح قبائل کے نمائندے بھی حاضر رہتے۔ معائنہ کرنے کے دوران انہیں ہدہد نامی رئیس کی غیر حاضری کا احساس ہوا اور انہیں بتایا گیا کہ وہ ایک اہم غرض سے باغی قبائل کی خبر لانے کے لئے گیا ہوا ہے۔ یہ قبائل باجگزار ریاستیں تھیں جن کا مذہب کواکب پرستی تھا۔ سورۂ نمل کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں شرک کی لعنت سے نجات دی جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی اصل غرض ہوتی ہے۔

سورۃ النمل کا سیاق دوہرا ہے۔ گزشتہ انبیاء بنی اسرائیل کے واقعات کے ذکر میں ضمناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپؐ کی فتوحات کی اصل غرض بتائی گئی ہے۔ آپؐ کا زمانہ مبارک آئندہ صدیوں پر ممتد ہے اور بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل قوم کی طرح مسلمان بھی شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے اور اجانب اقوام کے زیر دست ہو جائیں گے اور ان کی خستہ حالی بھی بنی اسرائیل کی خستہ حالی سے کم نہ ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے احیاء ثانی اور تجدید شریعت کا بھی ایک دور مقرر کیا ہوا ہے۔

حروف مقطعات طٰسٓ سے سورۃ النمل کا بھی عنوان شروع ہوتا ہے اور سورۃ الشعراء کا بھی۔ جس سے ظاہر ہے کہ دونوں کا مضمون ایک دوسری سے متصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دو زمانے یا دَور ہیں جن میں آپؐ کی بعثت کے مقاصد کی تکمیل اور تمام قوموں کے لئے آپؐ کی دعوت توحید کے بارے میں واضح پیشگوئیاں ان سورتوں میں ہیں۔

☆☆☆

٢٨- سُوْرَةُ الْقَصَصِ

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ (القصص: ٨٩) إِلَّا مُلْكَهُ. وَيُقَالُ إِلَّا مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ (القصص: ٦٧) الْحُجَجُ.

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ یعنی ہر شے ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی بادشاہت کے۔ اور (یہ بھی) کہا جاتا ہے کہ سوائے اس عمل کے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مطلوب ہو۔ اور مجاہد نے کہا: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ پس خبریں ان پر مشتبہ ہو جائیں گی۔

تشریح: اِلَّا وَجْهَهٗ یعنی سوائے اس کی بادشاہت کے۔ اس سے مراد یہ آیت ہے: وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص: ٨٩) اور تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکار۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی۔ ہر شے ہلاک ہونے والی ہے مگر وہ عمل جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضامندی مطلوب ہو۔ اسی کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وَجْهَهٗ کے معنی جو بادشاہت کے کئے گئے ہیں وہ نسفی کی روایت کے مطابق معمر ابو عبیدہؒ نے (اپنی کتاب مجاز القرآن میں) بیان کئے ہیں۔ طبری نے بعض ادباء عرب سے اس کے معنی اِلَّا هُوَ نقل کئے ہیں اور ابو عبیدہ سے بسند ابن التین اِلَّا وَجْهَهٗ بمعنی اِلَّا جَلَالَهٗ بھی منقول ہیں۔ کہتے ہیں: اَكْرَمَ اللّٰهُ وَجْهَكَ یعنی اَكْرَمَكَ الله: اللہ تجھے عزت بخشے۔ وَيُقَالُ اِلَّا مَا اُرِيْدَ بِهٖ وَجْهُهٗ کہ ہر شے ہلاک ہونے والی ہے سوا اس بات کے جس کے ذریعے رضائے الٰہی مقصود ہو۔ امام طبریؒ ہی نے یہ مفہوم بعض ادباء عرب سے نقل کیا ہے۔[1] اور ابو عبیدہؒ نے بھی یہ مفہوم قبول کیا ہے۔ سفیان ثوریؒ نے بھی اِلَّا وَجْهَهٗ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: اِلَّا مَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ مِنَ الْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ... وَالْمُرَادُ بِالْوَجْهِ مَا عُمِلَ لِاَجْلِهٖ یعنی وہ اعمال صالحہ جن کے ذریعے اللہ کی رضامندی حاصل کی جائے۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٦٤٢) یہ آیت سورۃ القصص کی آخری آیت ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ: پس خبریں ان پر مشتبہ ہو جائیں گی۔ اور وہ اس دن حجت بازیاں بھول جائیں گے۔ پوری آیت مع سیاق و سباق یہ ہے: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ○ (القصص: ٦٦ تا ٦٨) اور جس دن وہ انہیں پکارے گا اور کہے گا تم نے رسول کی دعوت کا کیا جواب دیا۔ سو اس دن

[1] (تفسیر الطبری، تفسیر سورۃ القصص، وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ...)

ساری دلیلیں انہیں بھول جائیں گی۔ یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے بھی پوچھ نہ سکیں گے (کہ کیا جواب دیا جائے) سو جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح بجالایا تو امید کی جاتی ہے کہ وہ بامراد لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔

سورۃ القصص کا آغاز بھی طٰسٓمٓ سے ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ یہ سورۃ بھی سابقہ دو سورتوں کے ہی تسلسل میں ہے اور اس کا موضوع متعین کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیات اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص:۵۷) تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو چاہے لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے وہ چاہے۔ نیز اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ (القصص:۸۶) یقیناً وہ ذات جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے تجھے ضرور دوبارہ اس مقام کی طرف لوٹائے گا، سے دو باب قائم کئے گئے ہیں۔

بَاب ۱

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (القصص: ۵۷)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو چاہے لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے وہ چاہے

٤٧٧٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَقَالَ أَيْ عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ

۴۷۷۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سعید بن مسیب نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب ابو طالب کے فوت ہونے کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور آپؐ نے ان کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ کو پایا۔ آپؐ نے فرمایا: چچا! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہیں۔ یہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ میں اس کے ذریعے سے آپ کے لئے اللہ کے ہاں تقاضا کروں گا۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ نے کہا: کیا آپ عبد المطلب کے دین سے روگردانی کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ یہ کلمہ ان کے سامنے پیش کرتے

وَيُعِيْدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (التوبة: ۱۱۳) وَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ. (القصص: ۵۷)

رہے اور وہ دونوں اپنی وہ بات بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ ابوطالب نے آخری بات جو اُن سے کہی وہ یہ تھی کہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہی۔ اور انہوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے سے انکار کیا۔ حضرت مسیبؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اللہ کی قسم!) میں اس وقت تک آپ کے لئے ضرور استغفار کرتا رہوں گا جب تک کہ آپ کی نسبت میں روک نہ دیا جاؤں۔ پھر اللہ نے یہ وحی نازل کی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ... یعنی نبی اور ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں شایاں نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں (یعنی ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیا جائے۔) اور ابوطالب کی نسبت اللہ نے یہ آیت نازل کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: تو جس کو پسند کرے ہدایت نہیں دے سکتا لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

أطرافه: ۱۳۶۰، ۳۸۸۴، ۴۶۷۵، ۶۶۸۱-

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُولِي الْقُوَّةِ (القصص: ۷۷) لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. لَتَنُوْٓاُ (القصص: ۷۷) لَتُثْقِلُ. فٰرِغًا (القصص: ۱۱) إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوْسَى. الْفَرِحِيْنَ (القصص: ۷۷) الْمَرِحِيْنَ. قُصِّيْهِ (القصص: ۱۲) اتَّبِعِي أَثَرَهُ. وَقَدْ يَكُونُ

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اُولِي الْقُوَّةِ سے یہ مراد ہے کہ آدمیوں کی کوئی مضبوط ٹولی ان چابیوں کو نہیں اٹھا سکتی تھی۔ لَتَنُوْٓاُ سے مراد ہے کہ یقیناً وہ بوجھل ہوتیں۔ فٰرِغًا یعنی موسیٰ کی یاد کے سوا (ان کی ماں کا دل) ہر خیال سے خالی ہو گیا تھا۔ الْفَرِحِيْنَ کے معنی ہیں خوش و خرم، اتراتے

أَنْ يَّقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ (يوسف: ٤) عَنْ جُنُبٍ (القصص: ١٢) عَنْ بُعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ وَعَنِ اجْتِنَابٍ أَيْضًا. وَيَبْطِشُ وَيَبْطُشُ. يَأْتَمِرُوْنَ (القصص: ٢١) يَتَشَاوَرُوْنَ. الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّي وَاحِدٌ. اٰنَسَ (القصص: ٣٠) أَبْصَرَ. الْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ وَالشِّهَابُ فِيهِ لَهَبٌ، وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ. رِدْءًا (القصص: ٣٥) مُعِينًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَدِّقُنِيْ (القصص: ٣٥) وَقَالَ غَيْرُهُ سَنَشُدُّ (القصص: ٣٦) سَنُعِيْنُكَ، كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا. مَقْبُوحِيْنَ مُهْلَكِيْنَ. وَصَّلْنَا (القصص: ٥٢) بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ. يُجْبٰى (القصص: ٥٨) يُجْلَبُ. بَطِرَتْ (القصص: ٥٩) أَشِرَتْ. فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا (القصص: ٦٠) أُمُّ الْقُرَى وَمَا حَوْلَهَا. تُكِنُّ (القصص: ٧٠) تُخْفِي. أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهُ وَكَنَنْتُهُ أَخْفَيْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ. وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ (القصص: ٨٣)

ہوئے۔ قُصِّيْهِ سے مراد ہے اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ ہو سکتا ہے کہ لفظ قَصَّ کلام کرنے کے معنوں میں بھی ہو۔ جیسے فرمایا: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ یعنی ہم تجھ سے بیان کرتے ہیں۔ عَنْ جُنُبٍ سے مراد ہے دور سے۔ عَنْ جَنَابَةٍ کے بھی یہی معنی ہیں۔ اور اسی طرح عَنِ اجْتِنَابٍ بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی بچ کر دور رہتے ہوئے۔ يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ (قراءت میں) دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ (یعنی وہ سختی سے پکڑتا ہے۔) يَأْتَمِرُوْنَ کے معنی ہیں وہ مشورہ کر رہے ہیں۔ الْعُدْوَانُ، الْعَدَاءُ اور التَّعَدِّي ایک ہی معنوں میں ہیں (یعنی حد سے بڑھنا۔) اٰنَسَ یعنی اس نے دیکھا، محسوس کیا۔ الْجِذْوَةُ کے معنی ہیں جلتی لکڑی کا موٹا ٹکڑا جس میں آگ تو ہو لیکن اس سے شعلہ نہ نکلے۔ اور الشِّهَابُ وہ ہے جس میں شعلہ ہو۔ اور سانپ کئی قسم کے ہوتے ہیں، (ان میں سے ایک قسم الْجَانُّ کہلاتی ہے) یعنی پتلا باریک سانپ۔ اور (دوسری قسم الْأَفَاعِي یعنی) اژدہا، اور (تیسری قسم الْأَسَاوِدُ یعنی) کالے ناگ۔ رِدْءًا کے معنی ہیں مددگار۔ حضرت ابن عباسؓ نے يُصَدِّقُنِي (قاف کی پیش سے) پڑھا ہے یعنی وہ میری تصدیق کرتا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کے سوا اوروں نے کہا: سَنَشُدُّ کے معنی

مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ، يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ (بنی إسرائیل:۳۱) يُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ.

ہیں ہم تمہاری مدد کریں گے۔ جب کبھی تم نے کسی کو مضبوط کیا تو (عربی محاورہ کے مطابق) گویا تم نے اس کا ایک بازو زیادہ کر دیا۔ مَقْبُوحِيْنَ کے معنی ہیں ہلاک شدہ۔ وَصَّلْنَا سے مراد ہے ہم نے کھول کر بیان کیا اور اسے پورا کیا۔ يُجْبٰى کے معنی ہیں کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔ بَطِرَتْ یعنی وہ متکبر ہوگئی۔ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا میں أُمّ سے مراد ہے أُمّ الْقُرٰى (یعنی مکہ) اور جو اس کے ارد گرد آباد ہے۔ تُكِنُّ کے معنی ہیں وہ چھپاتی ہے۔ أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ یعنی میں نے اسے چھپالیا۔ اور كَنَنْتُهُ کے معنی بھی یہی ہیں۔ اور کبھی (اس کے معنی) أَظْهَرْتُهُ بھی ہوتے ہیں (یعنی میں نے اس کو ظاہر کر دیا۔) وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ کا فقرہ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ کی طرح ہے یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ کے معنی ہیں جس کے لیے چاہتا ہے رزق کی کشائش کرتا ہے۔ اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔

تشریح: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ: اس آیت کے موقعۂ نزول کی نسبت سب متفق ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی جیسا کہ روایت زیر باب میں اسی کی صراحت ہے۔ لیکن مَنْ اَحْبَبْتَ سے متعلق بعض علماء کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ آیا اَحْبَبْتَ سے مراد یہ ہے: مَنْ اَحْبَبْتَ هِدَايَتَهُ کہ جسے ہدایت دلانا تجھے محبوب ہے یا اس سے یہ مراد ہے: مَنْ اَحْبَبْتَهُ هُوَ لِقَرَابَتِهِ مِنْكَ. یعنی جس سے تجھے اس لئے محبت ہے کہ وہ تیرا اقربی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۳) روایت زیر باب اس بارہ میں واضح ہے کہ آپؐ ابو طالب کی ہدایت کے خواہاں تھے جو مقدم غرض تھی۔ علاوہ ازیں نہ صرف آپؐ کے چچا تھے بلکہ ایسے چچا جن کا سایہ آپؐ پر بطور مشفق باپ کے تھا اور وہ آپؐ کی حمایت و حفاظت میں کمربستہ رہے بلکہ بحالت یتیمی انہیں کی پرورش میں تھے۔ ان کے اس نیک سلوک کا

بھی تقاضا تھا کہ ان کی زندگی کے آخری لمحات تک آپؐ ان کی ہدایت کے لئے کوشش فرماتے۔ دونوں باتوں میں تضاد نہیں کہ مذکورہ بالا اختلاف سے متعلق بحث اٹھائی جائے۔ زیر باب روایت سے یہ امر پورے طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ہدایت و عدم ہدایت دراصل اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔ جس کے لئے اس نے بعض شرائط مقرر فرمائی ہیں۔ جب تک وہ شرطیں کسی انسان میں نہ پائی جائیں ہدایت سے متعلق اس کی مشیت کارفرما نہیں ہوتی۔

اس باب کی روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بڑی خواہش رکھنے اور کوشش کے اپنے چچا ابو طالب کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ مذکورہ بالا واقعہ، تلقین نبویؐ آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ کی تشریح عمدگی سے کرتا ہے۔ ہدایت پانے میں انسان کے اپنے اعمال کا دخل ہوتا ہے اور انہی اعمال سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس سے تعلق میں بندے کا رویہ متعین ہوتا ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِي أَبِيْ طَالِب: آیت کریمہ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ کے نزول کے تعلق میں امام ابن حجرؒ نے یہ اشکال اٹھایا ہے کہ ابو طالب کی وفات مکہ مکرمہ ہجرت سے قبل ہوئی تھی اور تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں آئے تو آپؐ اپنی والدہ کی قبر پر گئے اور چاہا کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپؐ رک گئے۔ حاکم[1] وابن ابی حاتم[2] نے حضرت ابن مسعودؓ کی اور طبری[3] کی مستند روایت اسی بارہ میں ہے کہ اس عمرہ کے وقت آنحضرت ﷺ ایک قبرستان میں آئے۔ ایک قبر کے پاس دیر تک خاموش کھڑے رہے اور طبرانی[4] نے بھی حضرت ابن عباسؓ کی روایت اس بارہ میں نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۵) بعض روایتوں میں تو آیت کے نزول کا صریح ذکر ہے اور بعض میں نہیں جس سے پایا جاتا ہے کہ ابو طالب کی وفات کے وقت نہیں بلکہ اس کے بعد یہ نازل ہوئی ہے اور آیت کا سیاق عام ہے۔ امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا روایت کے آخری حصے پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پہلی آیت کے شان نزول کا تعلق مشرکوں سے اور ابو طالب سے من حیث العموم ہے اور آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ کے نزول کا تعلق ابو طالب کے ساتھ من حیث الخصوص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روایت جس کے متعلق اختلاف ہے آیت کے تابع رکھی گئی ہے۔

پہلے باب کی روایت میں کچھ اور الفاظ کی شرح بھی خلاف عادت منقول ہے جو حسب ذیل ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أُولِي الْقُوَّةِ لَا يَرْفَعُهَا...: حضرت ابن عباسؓ نے کہا: لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ میں اُولِي الْقُوَّةِ سے یہ مراد ہے کہ آدمیوں کی کئی مضبوط ٹولیاں ان چابیوں کو نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ لَتَنُوْٓاُ کے معنی

---

[1] (المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة التوبة روایت نمبر ۳۲۹۲)
[2] (تفسير ابن أبي حاتم، سورة التوبة، مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا... روایت نمبر ۱۰۰۵۱)
[3] (تفسير الطبري، سورة التوبة، مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا...)
[4] (المعجم الكبير للطبراني، باب العين، عكرمة عن ابن عباس روایت نمبر ۱۲۰۴۹ جزء۱۱ صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷)

ہیں لَتَنُوۡٓاُ کہ یقیناً وہ بوجھل ہوتیں۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: اِنَّ قَارُوۡنَ کَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی فَبَغٰی عَلَیۡہِمۡ ۪ وَ اٰتَیۡنٰہُ مِنَ الۡکُنُوۡزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَۃِ اُولِی الۡقُوَّۃِ ٭ اِذۡ قَالَ لَہٗ قَوۡمُہٗ لَا تَفۡرَحۡ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡفَرِحِیۡنَ ○ (القصص:۷۷) قارون دراصل موسیٰ ہی کی قوم میں سے تھا مگر وہ انہی کے خلاف ان پر ظلم کرتا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ جن کی کنجیاں ایک مضبوط جماعت بمشکل اٹھا سکتی تھی۔ یاد کر جب اس کی قوم نے اسے کہا: اتنا نہ اِترا، اللہ اِترانے والوں کو یقیناً ناپسند کرتا ہے۔ اس آیت کی نہایت صحیح تشریح وہ ہے جو تفسیر صغیر کے حاشیہ میں بیان کی گئی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خزانے حکومت مصر کے تھے جن کا نگران قارون مقرر کیا گیا۔ گویا وہ انتظام مالی تحصیل کا سپردکار تھا۔ جب شاہِ مصر کوچ کرتا تو سینکڑوں اونٹ خزانہ بردار ہوتے جن پر دوہرے صندوق لادے جاتے تا وزن متوازن رہے اور فوج و ملازمین، سرکار کی تنخواہیں اور ان کے لئے رسد خوراک بہم پہنچانے میں آسانی ہو۔ پرانے زمانے میں صندوقوں کی چابیاں لکڑی کی ہوتیں اور مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں اب تک ایسی چابیاں مستعمل ہیں۔ اگر دس ہزار شاہی عملہ اور فوج کی نفری ہو جو شاہ کے جلو میں کسی مہم پر جانے والی ہو تو صندوق اٹھانے کے لئے چار ہزار اونٹ بار برداری کی ضرورت ہو گی اور دو دو صندوق ایک ایک اونٹ پر لادے جائیں تو آٹھ ہزار صندوقوں کی چوبی چابیاں سولہ ہزار کی تعداد میں اتنی وزنی ہوں گی کہ انہیں اٹھانے کے لئے جواں مردوں کی مضبوط جماعت چاہیے کیونکہ بغرض حفاظت خزانہ ہر صندوق کی چابی الگ بنائی جاتی یہ نہیں کہ ایک چابی سے وہ سب صندوق کھل جاتے ہوں۔ بڑھئی اور لوہار اس صنعت میں بہت ماہر تھے۔

اجنبی بادشاہوں کا قدیم سے یہ دستور تھا اور اب بھی انگریز وغیرہ حاکم اسی دستور کے عمل پیرا رہے ہیں کہ محکوم قوم پر ظلم کرنے کی غرض سے اسی میں سے منتظم بنا دیتے ہیں اور پھر وہ افسر اپنی قوم سے مالیہ اور ٹیکس وغیرہ وصول کرنے اور اپنے حکام بالا کو خوش رکھنے کے لئے اپنی ہی قوم پر ظلم کرتے اور اس خدمت گزاری کے صلے میں بڑی بڑی تنخواہیں اور دیگر مراعات حاصل کرتے اور خود بھی امیر کبیر بن جاتے ہیں۔ قارون بھی اسی قسم کا ایک اسرائیلی افسر تھا اور اس کا بھی یہی وطیرہ تھا جس کی وجہ سے وہ بھی زیر مؤاخذہ آیا۔

(دیکھئے تفسیر صغیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، سورۃ القصص حاشیہ آیت ۷۷)

غرض یہ مفہوم ہے آیت اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوۡٓاُ بِالۡعُصۡبَۃِ کا، جو قطعاً مبالغہ آمیز نہیں بلکہ بالکل صحیح اور قابل قبول تشریح ہے۔ جس کی صحت تاریخ قدیم سے واقف اصحاب پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

وَ اَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا یعنی موسیٰ کی یاد کے سوا اُن کی ماں کا دل ہر خیال سے خالی ہو گیا تھا۔ الۡفَرِحِیۡنَ الۡمَرِحِیۡن یعنی خوش وخرم اترانے والے، اکڑباز، جو خوشی میں مغرور ہوں اور پھولے نہ سمائیں۔ قُصِّیۡہِ: اِتَّبِعِیۡ اَثَرَہٗ: اس کے پیچھے پیچھے رہو۔ اس آیت کے بعد فرماتا ہے: وَ قَالَتۡ لِاُخۡتِہٖ قُصِّیۡہِ ۫ فَبَصُرَتۡ بِہٖ عَنۡ جُنُبٍ وَّ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ ○ (القصص:۱۲) اور (موسیٰ کی ماں) نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا سو وہ دور سے نظر بچاتے ہوئے اسے دیکھتی رہی۔ قَصَّ یَقُصُّ واقعہ بیان کرنے کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: نَحۡنُ

نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ (الکھف:۱۴) یعنی ہم اس واقعہ کی خبر صحیح صحیح تجھ سے بیان کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لفظ قصّ کلام کے معنوں میں بھی ہو۔ عَنْ جُنُبٍ بمعنی عَنْ بُعْد: دور سے، عَنْ جُنُبٍ وَعَنْ جَنَابَة ایک ہی معنوں میں ہیں، اور عَنِ اجْتِنَاب بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایک پہلو میں نظروں سے بچتے بچاتے۔ يَبْطِشُ وَيَبْطُشُ قراءت میں دونوں طرح پڑھا جاتا ہے یعنی ہم گرفت میں لیتے ہیں۔ فرماتا ہے: فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ○ (القصص:۲۰) پس جب اس نے اس شخص کو پکڑنے کا ارادہ کیا جو اِن دونوں کا دشمن تھا تو وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ تُو تو صرف یہ چاہتا ہے کہ ملک میں بطور جبار رہے (جو کمزور کو دباتے ہیں) اور تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کرنے والوں میں شامل ہو۔ يَاْتَمِرُوْنَ يَتَشَاوَرُوْنَ یعنی آپس میں مشورہ کر رہے ہیں۔ جس سے یہ آیت مراد ہے۔ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ○ (القصص:۲۱) اور ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، کہنے لگا: اے موسیٰ! رؤساء مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں۔ اس شہر سے نکل جا۔ میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّي ایک ہی معنوں میں ہیں یعنی حدود سے تجاوز کرنا، زیادتی کرنا۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت شعیب سے کہا: ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ○ (القصص:۲۹) یہ بات میرے اور تمہارے درمیان قرار پائی ہے۔ دونوں مدتوں میں سے جو مدت بھی میں پوری کر دوں تو مجھ پر اس سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے اور جو کچھ ہم قرار پائیں اللہ ہی اس کے متعلق کارساز ہے۔ یعنی وہی شاہد ہے اور توفیق دینے والا ہے۔ اٰنَسَ أَبْصَرَ یعنی دیکھا، محسوس کیا۔ فرماتا ہے: فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ (القصص:۳۰) جب موسیٰ مقررہ میعاد پوری کر چکے اور اپنے اہل بیت کو لے کر چلے تو طور کی سمت سے انہوں نے ایک آگ دیکھی اور اپنے اہل بیت سے کہا: تم یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں وہاں سے تمہارے لئے کوئی اہم خبر لاؤں یا آگ کا سلگتا ہوا انگارہ ہی لے آؤں کہ جس سے تم سینکو۔

الْجِذْوَةُ یعنی جلتی لکڑی کا موٹا ٹکڑا جس میں آگ تو ہو لیکن اس سے شعلہ نہ نکلے اور دوسری جگہ فرمایا: اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ (النمل:۸) یعنی سلگتا ہوا چنگارہ۔ سورۂ نمل (آیت ۸) کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے کہ ایک آگ دیکھنے یا محسوس کرنے سے مراد آتش محبت الٰہی ہے جو بحالت مکاشفہ آگ کی شکل میں دکھائی گئی۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ ذہنی تصورات اور قلبی جذبات خواب یا کشف میں محسوس شکل میں نمایاں ہوتے ہیں اور ان کی تعبیر بصورت واقعات ظاہر ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا روحانی مشاہدے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی قسم کی لَا يُدْرَكُ روحانی کیفیت سے دوچار ہوئے، جو الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔

وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ: اور سانپ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم الْجَانّ کہلاتی ہے یعنی پتلا باریک سانپ۔ دوسری قسم الْأَفَاعِي یعنی اژدھا۔ تیسری قسم الْأَسَاوِدُ یعنی کالے ناگ۔ لفظ جَانٌّ اس آیت میں بیان ہوا ہے: وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ○ (القصص:۳۲) اور یہ کہ تو اپنی عصا پھینک دے سو جب اس نے اسے حرکت کرتے دیکھا گویا کہ ایک چھوٹا سا سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا (کہا گیا) اے موسیٰ! آگے بڑھو اور ڈرو نہیں تو سلامتی پانے والوں میں سے ہے۔ اس سے پہلے فرماتا ہے: فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (القصص:۳۱) پھر جب وہ اس آگ کے پاس آئے تو بہت ہی مبارک وادی کے کنارے سے پکارے گئے جہاں ایک مبارک حصے میں ایک درخت تھا (وہاں سے یہ آواز آئی) اے موسیٰ! میں اللہ رب العالمین ہوں۔ یہ بھی کشفی نظارہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے کہ عصا پتلے سانپ کی طرح حرکت کرتا ہوا دکھائی دیا گیا۔ عصا پھینکنے سے مراد ترک اسباب کی تعلیم اور درس توحید ہے۔ جب مادی سہاروں کا بھروسہ ترک کر دیا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اختیار کیا جائے تو وہ خارق عادت نتائج پیدا کرتے ہیں۔ یہی عصا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بحالت کشف ایک پتلے سانپ کی طرح دکھایا گیا۔ جب ساحران فرعون کے سامنے ڈالا گیا تو وہ عصا ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ یعنی اژدھا کی شکل میں تھا۔ (الأعراف:۱۰۸) (الشعراء:۳۳) موقع و محل کی مناسبت سے عصا کے لئے ثُعْبَان اور جَآنّ کے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔ طوری تجلّی کے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانا مقصود نہ تھا۔ لیکن فرعون کو جو معجزہ دکھایا گیا اس میں انذار مقصود تھا۔ جب فرعون اور اس کی قوم نے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ اس کے خلاف آپ کو ہلاک کرنے کے لئے پیچھا کیا تو وہ آخر مع اپنے لاؤ لشکر کے غرق کر دیا گیا۔ اس سے آپ کے مکاشفے کی اصل حقیقت منکشف ہوئی۔

رِدْأً: مُعِيْناً یعنی مددگار۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْۤ ۡ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ○ (القصص:۳۵) اور میرا بھائی ہارون بات کرنے میں مجھ سے زیادہ فصیح زبان ہے۔ اس لئے اسے میرے ساتھ بطور مددگار کے بھیج کہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ اس خواہش کے اظہار پر جو دعا کی صورت رکھتی ہے فرمایا: قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَاۤ ۚ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ○ (القصص:۳۶) ہم ضرور تیرے بھائی کے ذریعہ سے تیرے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لئے غلبے کا سامان پیدا کریں گے۔ سو وہ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ہماری آیات کے ساتھ (اپنا فرض ادا کرتے رہو) تم دونوں اور جو تمہارے متبع ہیں وہی غالب ہوں گے۔ عَضُدًا کے معنی ہیں بازو۔ مذکورہ بالا مکالمہ الٰہیہ کے تعلق میں اگلا باب بھی دیکھا جائے۔

مَقْبُوْحِيْنَ یعنی ہلاک شدہ۔ فرعون اور اس کی قوم ہلاک کی گئی۔ فرماتا ہے: وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ○ (القصص:۴۳) اسی دنیا میں ان کی بداعمالی کی وجہ سے ہم نے لعنت

ان کے پیچھے لگادی اور قیامت کے روز اُن کا بہت ہی بُرا حال ہوگا۔ مَقْبُوحِيْنَ، قَبُحَ سے ہے جس کے معنی ہیں بد حال ہونا۔ اس سے قبل آیت ۳۹ میں ذکر ہے کہ فرعون نے اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑایا اور اپنے وزراء میں سے وزیر تعمیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بلند و بالا برج بناؤ تا کہ میں وہاں جا کر موسیٰ کے خدا کی اطلاع پا سکوں۔ فرماتا ہے: فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ○ (القصص:۴۱) ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ پس دیکھ کہ ظالموں کا انجام کیونکر ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ دجال کہے گا کہ ہم زمین کے نظم و نسق سے فارغ ہو گئے ہیں اب ہمیں آسمانی کائنات کی خبر لینی چاہیے اور وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکے گا اور وہ خون آلود ہو کر اس کی طرف لوٹیں گے۔ ہمارے زمانے میں دجالی اقوام کی طرف سے نہایت قوی وسائل پرواز کے ذریعے سے جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ اس حدیث کی تصدیق کر رہی ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، فَيَرُدُّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوبَةً دَمًا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذکر الدجال وصفته وما معه)

وَصَّلْنَا: ہم نے کھول کر بیان کیا اور پورا کیا۔ اس سے مراد یہ آیت ہے: وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (القصص:۵۲) ہم ان کے لئے پے در پے وحی اتارتے رہے اور اسے کھول کر بیان کیا اور پورے طور پر واضح کیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ آیت کے یہ معنی مذکورہ بالا تشریح کو مدنظر رکھ کر کئے گئے ہیں جو ابوعبیدہؒ سے مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۶) یہ تکمیل وحی شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے ذریعے سے ہوئی اور اس بارے میں صحف قدیمہ کے حوالے بار بار دیئے جا چکے ہیں۔

يُجْبٰى: کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔ یعنی دور دراز جگہوں سے لائے جاتے ہیں۔ اَجْبَى بمعنی اَجْلَبَ بھی ابوعبیدہؒ سے ہی مروی ہیں۔ فرماتا ہے: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (القصص:۵۸) اور (کفار نے) کہا کہ اگر ہم اس ہدایت کی تیرے ساتھ پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اچک لئے جائیں گے۔ کیا ہم نے انہیں ایسے مقام میں متمکن نہیں کیا جو محفوظ اور امن والا مقام ہے۔ جہاں ہر قسم کے پھل باہر سے لائے جاتے ہیں۔ یہ ہماری طرف سے عطیہ ہیں لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

بَطِرَتْ: پھٹ گئے، بگڑ گئے، ناس کرنے لگے۔ لفظ بَطِرَتْ بمعنی اَشِرَتْ ابوعبیدہؒ ہی سے منقول ہے۔ اَشِرَتْ کے معنی ہیں بَغَتْ وَطَغَتْ یعنی بغاوت کی، سرکش ہو گئے، حدود سے بڑھ گئے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۷) فرماتا ہے: وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ○ (القصص:۵۹) اور بہت سی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کیا ہے جو اپنی افراط معیشت کی وجہ سے سرکش ہوئیں سو یہ دیکھو ان کی بستیاں ہیں ان کے بعد وہ آباد نہیں ہوئیں اور ہم ہی وارث ہوئے۔

فِيْۤ اُمِّهَا کا فقرہ اس کے مابعد کی آیت میں ہے: وَ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَ مَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰۤى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○ (القصص:۶۰) اور تیرا ربّ بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں تاوقتیکہ ان کے مرکز میں رسول نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ہم بستیاں ہلاک کرنے والے نہیں مگر اسی حالت میں کہ جب اس کے باشندے ظالم ہوں۔ فقرہ فِيْۤ اُمِّهَا سے متعلق دو قول مروی ہیں۔ ایک ابوعبیدہؒ سے یعنی مکہ میں جو عربوں میں اُمُّ الْقُرٰى کے نام سے موسوم ہے اور دوسرا قول حسن بصریؒ کا ہے، ان کے نزدیک فِيْۤ اُمِّهَا کے معنی ہیں فِيْ اَوَائِلِهَا یعنی ہلاک کرنے سے پہلے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۷) آیات ماسبق ومابعد کا سیاق عام ہے جس میں الٰہی سنت بیان کی گئی ہے۔ ابوعبیدہؒ کے نزدیک یہ سیاق خاص بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی دونوں تاویلیں درست ہیں اور ایک دوسری کے خلاف نہیں۔

تُكِنُّ یعنی چھپائے ہوئے ہیں۔ وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ○ وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص:۷۰،۷۱) اور تیرا رب جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو باتیں وہ لوگ کھلم کھلا کہتے ہیں اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ابتدائے آفرینش میں بھی وہ ستائش کا مستحق ہے اور آخرت میں بھی اور اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ سے اس آیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ فرماتا ہے: وَ اَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ ۚ لَوْ لَاۤ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (القصص:۸۳) اور وہ لوگ جو کل تک اس بات کے متمنی تھے کہ کاش قارون کی جگہ وہ ہوں (تعجب سے) کہنے لگے۔ اللہ ہی یقیناً اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں فراخی دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگی کرتا ہے۔ اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی وہ تباہ وہلاک کرتا۔ بات دراصل یہی ہے کہ کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ مذکورہ بالا آیت سے یہ امر ذہن نشین کیا گیا ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کسی کے کام نہیں آتی بلکہ بالآخر اس کی تباہی کا موجب ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ سے روگردانی اور معصیت کا موجب ہو۔ قارون کا انجام دیکھ کر لوگ احسان مند ہوئے کہ وہ اس جیسے نہ تھے۔ مابعد کی آیت میں بتایا گیا ہے کہ انجام انہی کا اچھا ہوتا ہے جو زمین میں تعلّی، تکبر اور ظلم وجور نہیں کرتے اور فساد فی الارض کے مرتکب نہیں ہوتے۔ سورۃ القصص کی محولہ بالا آیات کے سیاق وسباق سے یہی بتانا مقصود ہے کہ فرعون اور قارون صفت متکبر اور دولت مند اقوام کا انجام بھی یہی مقدر ہے۔ محض پرانا قصہ دہرانا مقصود نہیں۔ قرآن مجید نے بار بار اور شد و مد کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا ہے کہ وہ قصہ کہانیوں کی کتاب ہرگز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا الفاظ کی شرح سے سورۃ القصص کا موضوع متعین کیا ہے۔

بَاب ۲ : اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ (القصص: ٨٦) الْآيَةَ

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) یقیناً وہ ذات جس نے قرآن تم پر فرض کیا ہے

٤٧٧٣ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا يَعْلَى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْعُصْفُرِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَرَآدُّكَ إِلَى مَعَادٍ (القصص: ٨٦) قَالَ إِلَى مَكَّةَ.

۴۷۷۳: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ یعلیٰ (بن عبید) نے ہمیں خبر دی کہ سفیان (بن دینار) عُصفری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: آیت لَرَآدُّكَ إِلَى مَعَادٍ سے یہ مراد ہے کہ وہ تجھے مکہ میں واپس لے جائے گا۔

تشریح: **اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ:** حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا اور فرعون اور اس کی قوم کے بنی اسرائیل سے جابرانہ سلوک کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ سے فرماتا ہے: وَمَا کُنۡتَ بِجَانِبِ الطُّوۡرِ اِذۡ نَادَیۡنَا وَلٰکِنۡ رَّحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اَتٰىہُمۡ مِّنۡ نَّذِیۡرٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ لَعَلَّہُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ○ (القصص:۴۷) اور اس وقت تو طور کے دامن میں نہیں تھا جب ہم نے موسیٰ کو پکارا لیکن تیرے ربّ کی طرف سے یہ ایک رحمت کا ذکر ہے تاکہ تو ایک ایسی قوم کو سزا سے متنبہ کردے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ یہ اسلوب خطاب بتاتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور بنی اسرائیل کے واقعہ کا تعلق جو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی قوم سے ہے۔ اسی اسلوب بیان کے تسلسل میں سورۃ کے آخری رکوع کی آیات بھی ہیں۔ جن میں یہ آیت خاص طور پر قابل توجہ ہے: اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡہُدٰی وَمَنۡ ہُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (القصص:۸۶) یقیناً وہ ذات جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے تجھے ضرور دوبارہ اس مقام کی طرف لوٹائے گا۔ کہہ میرا ربّ خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے اور اسے بھی جو کھلی کھلی گمراہی میں ہے۔ روایت نمبر ۴۷۷۳ میں بتایا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی فتح مکہ سے مخصوص ہے۔ اگرچہ اس عظیم الشان فتح کے بارے میں الگ سورۃ ہے جو اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا سے شروع ہوتی ہے۔ ہمیں سیاق کلام پر نظر رکھ کر اس کا مفہوم سمجھنے میں مدد لینا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے کہ آیاتِ قرآن مجید کے کئی بطون ہیں۔ سورۃ القصص کی آیات کا سیاق و سباق اس امر میں مانع نہیں ہے کہ اس پیشگوئی کا تعلق اس دور دراز زمانے سے ہو جس میں امت محمدیہ کی حالت حکام غیر اقوام کے مکر و فریب سے بنی اسرائیل کی طرح خستہ حال ہو اور وہ انہی کی طرح دین سے روگردان اور غیر قوموں کے ذریعہ سے پامال شدہ ہوں اور وعدہ کے مطابق ان کی نجات

کے لئے خارق عادت اسباب پیدا کئے جائیں اور آیت کا یہ مفہوم ہو کہ اسی ذات کی قسم ہے جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے کہ تجھے تیرے موعودہ مقام عالی شان پر بحال کرے۔ خصوصاً اس لئے کہ سورۂ قصص کے شروع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: طٰسٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (القصص: ۲ تا ۴) لطیف، سمیع اور مجید (کی طرف سے) کھول کر بیان کرنے والی کتاب کی وہ آیات ہیں (جن کا تعلق دُور دراز زمانے سے ہے۔ تِلْكَ جو ذَالِكَ کا مؤنث ہے بلند شان اور دُور دراز زمانے دونوں کی طرف اشارہ ہے) ہم تجھ پر موسیٰ اور فرعون کا واقعہ پوری صحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔ اس آخری حصے میں صراحت ہے کہ اصل مقصود مومنوں کی راہنمائی ہے۔ اس کے بعد واقعات کو اسی پیرایہ میں چلاتے ہوئے آیت ۴۵ سے ۴۷ تک صراحت کی گئی ہے کہ ان پیشگوئیوں کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ اس تعلق میں وہ آیات بیان کی گئی ہیں جن کا حوالہ امام بخاریؒ نے شرح الفاظ میں دیا ہے۔

☆☆☆

۲۹۔ سُوْرَةُ الْعَنْکَبُوْتِ

قَالَ مُجَاهِدٌ مُسْتَبْصِرِيْنَ (العنكبوت:٣٩) ضَلَلَةً. وَقَالَ غَيْرُهُ الْحَيَوَانُ (العنكبوت:٦٥) وَالْحَيُّ وَاحِدٌ. فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ (العنكبوت:٤) عَلِمَ اللهُ ذَلِكَ، إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيْزَ اللهُ كَقَوْلِهِ لِيَمِيْزَ اللهُ الْخَبِيْثَ (الانفال:٣٨). اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (العنكبوت:١٤) أَوْزَارًا مَعَ أَوْزَارِهِمْ.

مجاہدؒ نے کہا: مُسْتَبْصِرِيْنَ سے مراد ہے کہ وہ سخت گمراہ تھے۔ (بحالیکہ اپنے تئیں اہل بصیرت اور راہ راست پر سمجھتے تھے۔) مجاہدؒ کے ماسوا دوسروں نے کہا: الْحَيَوَانُ اور الْحَيُّ ایک ہی معنوں میں ہیں۔ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ یعنی اللہ کو ضرور ضرور اس کا علم ہے اور یہ آیت فَلِيَمِيْزَ اللهُ کے معنوں میں ہے کہ اللہ امتیاز کر دے۔ جیسے کہ اس کا یہ قول ہے لِيَمِيْزَ اللهُ الْخَبِيْثَ تا کہ اللہ ردّی کو الگ کر دے، بکھیر دے۔ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ یعنی اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے۔

تشریح: مُسْتَبْصِرِيْنَ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝ (العنکبوت:۳۹) اور عاد اور ثمود کو بھی (ایک زلزلہ افگن عذاب نے پکڑ لیا) اور تمہارے لئے ان کی بستیوں کا انجام کھل چکا ہے اور شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال خوبصورت دکھائے اور اس طرح اس نے راہ راست سے انہیں روک دیا بحالیکہ وہ اپنے آپ کو اہل بصیرت، دانا و بینا سمجھتے تھے۔

الْحَيَوَانُ سے اس آیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے: وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت:۶۵) یہ ورلی زندگی صرف ایک غفلت اور کھیل کی زندگی ہے اور اُخروی گھر ہی دراصل زندگی ہے کاش کہ لوگ جانتے۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حیات آخرت ہی اصل زندگانی قرار دی گئی ہے جس میں (لَا مَوْتَ فِيْهَا) موت نہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۴۸)

فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ کی مذکورہ بالا شرح سے یہ آیات مراد ہیں: الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (العنکبوت:۲ تا ۴) اور اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۲ وَ لَيَعْلَمَنَّ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے۔ میں اللہ

سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ ''ہم مومن ہیں'' کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا۔ حالانکہ جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہیں ہم نے خوب آزمایا۔ سو اللہ ان لوگوں کو ظاہر کر دے گا جو اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں اور انہیں بھی جو جھوٹے ہیں... اور ضرور ضرور اللہ مومنوں کو منافقوں سے نکھیر دے گا۔ یعنی کڑی آزمائش سے کچے دھاگے ٹوٹ جائیں گے اور پختہ دھاگوں کی پختگی کا علم ہو جائے گا۔ ابتلاؤں سے یہی مقصود ہے کہ کمزور ایمان اور پختہ ایمان لوگ ایک دوسرے سے نکھرتے چلے جائیں اور ایک مضبوط جماعت سے مشیت الٰہی کے نفاذ میں کام لیا جائے اور یہ مقصد مشتبہ اور خلا ملا کی حالت میں نہیں ہو سکتا بلکہ بعض دفعہ منافق طبع اور کمزور ایمان لوگ شامل ہو کر نازک صورت حال پیدا کر دیتے ہیں جیسا کہ غزوہ احد میں ہوا۔

اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ: اس سے یہ آیت مراد ہے: وَ لَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَ اَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَ لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (العنکبوت: ۱۴) اور ضرور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے علاوہ اور لوگوں کے بوجھ بھی (جنہیں انہوں نے گمراہ کیا) اور قیامت کے روز ضرور انہیں پوچھا جائے گا اس افتراء کے بارے میں جو وہ کرتے ہیں۔ اس سے ماقبل کی آیت ۱۳ میں کفار کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ وَ لْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ یعنی ہماری اتباع کرو ہم تمہاری خطائیں اٹھائیں گے، جیسا کہ کفارہ کے بارہ میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ مسیح ان کے گناہوں کی خاطر صلیب پر چڑھایا گیا اور اب وہ آزاد ہیں۔ گو موجودہ زمانے میں اپنے اس عقیدے میں خدا سے تبدیلی کی ہے۔ پیر و فقیر اپنے مریدوں کو اسی قسم کا دھوکہ دیتے ہیں جس کی ان آیات میں نفی کی گئی ہے۔

سورۃ النحل کی آیت ۲۶ میں بھی یہی مضمون ہے اور اس میں اَثْقَال کی جگہ اَوْزَار آیا ہے جو وِزْر کی جمع ہے یعنی گناہوں کا بوجھ۔ اس آیت کے آخر میں فرماتا ہے: اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ خبردار غور سے سنو جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں بہت ہی برا ہے۔

☆☆☆

۳۰- سُوْرَةُ الرُّوْمِ

فَلَا يَرْبُوْا (الروم: ٤٠) مَنْ أَعْطَى يَبْتَغِي أَفْضَلَ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِيهَا. قَالَ مُجَاهِدٌ يُحْبَرُوْنَ (الروم: ١٦) يُنَعَّمُوْنَ. يَمْهَدُوْنَ (الروم: ٤٥) يُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ. الْوَدْقَ (الروم: ٤٩) الْمَطَرُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (الروم: ٢٩) فِي الْآلِهَةِ وَفِيْهِ تَخَافُوْنَهُمْ. أَنْ يَّرِثُوْكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. يَصَّدَّعُوْنَ (الروم: ٤٤) يَتَفَرَّقُوْنَ، فَاصْدَعْ (الحجر: ٩٥) وَقَالَ غَيْرُهُ ضُعْف وَ ضَعْف (الروم: ٥٥) لُغَتَانِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ السُّوْآى (الروم: ١١) الْإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيْئِينَ.

فَلَا يَرْبُوْا یعنی جس نے اس غرض سے دیا کہ اُسے بڑھ چڑھ کر ملے (وہ نہیں بڑھتا اور) اس کے خرچ کرنے کا کوئی اجر نہیں۔ مجاہدؒ نے کہا: يُحْبَرُوْنَ کے معنی ہیں وہ آسائش کی زندگی بسر کریں گے۔ يَمْهَدُوْنَ کے معنی ہیں اپنی آرام گاہیں سنواریں گے۔ الْوَدْقَ کے معنی ہیں برسات۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ معبودوں کے متعلق (مثال) ہے تم ڈرتے ہو کہ وہ تمہارے اسی طرح وارث ہو جائیں گے جس طرح تم ایک دوسرے کی مملوکہ شے میں وارث ہوتے ہو۔ يَصَّدَّعُوْنَ کے معنی ہیں الگ الگ ہو جائیں گے۔ جیسے فَاصْدَعْ ہے یعنی تو کھول کر بیان کر اور اس کے ماسوا اوروں نے کہا: ضُعْف اور ضَعْف دونوں طرح زبان عربی میں بولا جاتا ہے اور مجاہد نے کہا: السُّوْآى، الْإِسَاءَةُ سے مشتق ہے یعنی بدی کرنے والوں کا بدلہ۔

٤٧٧٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ وَالْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ فَقَالَ يَجِيْءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِيْنَ

۴۷۷۴: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا، (کہا:) منصور اور اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ کوئی شخص کندہ قبیلے میں باتیں کر رہا تھا، وہ کہنے لگا: قیامت کے روز دُھواں آئے گا اور وہ منافقوں کی شنوائی اور بینائی

وَأَبْصَارِهِمْ يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَفَزِعْنَا. فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَغَضِبَ فَجَلَسَ فَقَالَ مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَّقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ لَا أَعْلَمُ فَإِنَّ اللهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○(ص:۸۷) وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَئُوْا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوْا فِيْهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ وَيَرَى الرَّجُلُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَجَاءَهُ أَبُوسُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللهَ فَقَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ○ إِلَى قَوْلِهِ عَآئِدُوْنَ(الدخان:۱۱-۱۶) أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَ ثُمَّ عَادُوْا إِلَى كُفْرِهِمْ. فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

بے کار کر دے گا اور اس سے مومن کو بھی زکام ہو جائے گا۔ ہم یہ سن کر گھبرا گئے اور میں حضرت ابن مسعودؓ کے پاس آیا اور وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے یہ سن کر انہیں غصہ آیا اور بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ جس کو علم ہو، چاہیئے کہ وہ بیان کرے اور جسے علم نہ ہو کہنا چاہیے کہ اللہ بہتر جانتا ہے اور یہ بھی علم کی علامت ہے کہ جو بات نہیں جانتا اس کی نسبت کہے کہ میں نہیں جانتا کیونکہ اللہ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا ہے: کہہ کہ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور ہوا یہ تھا کہ قریش نے اسلام قبول کرنے میں دیر کی تو نبی ﷺ نے ان کے خلاف دعا کی۔ عرض کیا: اے اللہ! ان کو مغلوب کرنے کے لئے میری مدد ایسے سات سالوں سے فرما جو یوسف کے سات سالوں جیسے ہوں۔ چنانچہ قحط نے انہیں ایسا پکڑا کہ وہ اس میں ہلاک ہوئے اور اُنہوں نے اس میں مردار اور ہڈیاں کھائیں اور آسمان اور زمین کے درمیان کی فضا آدمی کو دھوئیں کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ تب ابوسفیان آپؐ کے پاس آیا اور اس نے کہا: محمدؐ! آپؐ آئے تھے صلہ رحمی کا ہمیں حکم دینے اور حالت یہ ہے کہ آپؐ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے۔ پس اللہ سے دعا کریں۔ تو آپؐ نے یہ آیت

الْكُبْرٰى (الدخان: ۱۷) يَوْمَ بَدْرٍ. وَ لِزَامًا (الفرقان: ۷۸) يَوْمَ بَدْرٍ. الٓمّٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ إِلَى سَيَغْلِبُوْنَ (الروم: ۲-۴) وَالرُّومُ قَدْ مَضَى.

پڑھی: فَارْتَقِبْ يَوْمَ... یعنی اس روز کا انتظار کر جب آسمان ایک کھلا کھلا دُھواں لائے گا... ہم عذاب کو تھوڑی دیر کے لیے ہٹادیں گے مگر تم پھر وہی (کرتوتیں) کرنے لگ جاؤ گے۔ تو کیا آخرت کا عذاب جب آئے گا تو اُن سے ہٹا دیا جائے گا۔ اس کے بعد قریش پھر اسی طرح انکار کرنے لگے اور یہی وہ (انکار) ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى یعنی جس روز ہم بہت بڑی گرفت میں پکڑیں گے۔ اس سے مراد غزوہ بدر ہے اور لِزَامًا سے بھی یہی غزوہ بدر مراد ہے۔ الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○[۱] اور یہ روم کا واقعہ بھی گزر چکا ہے۔

أطرافه: ۱۰۰۷، ۱۰۲۰، ۴۶۹۳، ۴۷۶۷، ۴۸۰۹، ۴۸۲۰، ۴۸۲۱، ۴۸۲۲، ۴۸۲۳، ۴۸۲۴، ۴۸۲۵۔

تشریح: فَلَا يَرْبُوْا سے یہ آیت مراد ہے وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم: ۴۰) اور جو مال تم سود حاصل کرنے کے لئے دو گے تاکہ وہ لوگوں کے مالوں کے ذریعے سے بڑھے تو وہ مال اللہ کے حضور نہیں بڑھے گا اور جو تم زکوٰۃ اس لئے دو گے کہ اللہ کی رضامندی اس کے ذریعے سے چاہتے ہو تو ایسے لوگ اپنے مالوں کو بڑھا رہے ہوں گے۔

قَالَ مُجَاهِدٌ يُحْبَرُوْنَ: مجاہدؒ نے کہا: نازونعمت اور آسائش میں ہوں گے۔ فرماتا ہے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ○ (الروم: ۱۶) سو وہ جو ایمان لائے ہیں اور موقع و محل کے مطابق اچھے عمل کئے ہیں وہ عالیشان باغ میں خوش و خرم اور ہر طرح کی آسائش میں ہوں گے۔ يَمْهَدُوْنَ یعنی سنوارتے ہیں۔ یہ اس آیت میں بیان ہوا ہے: مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○ (الروم: ۴۵) جس

---

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”أَنَا اللّٰهُ أَعْلَمُ۔ میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ اہل روم مغلوب کئے گئے قریب کی زمین میں۔ اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر ضرور غالب آجائیں گے۔“

نے انکار کیا اس کے انکار کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو عمل صالح بجالائے تو وہ اپنی جانوں کے لئے تیاری کرتے اور سنوارتے ہیں۔ اَلْوَدْقَ بقول فریابیؒ بارش کے معنوں میں ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۵۰) فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (الروم:۴۹) اللہ وہ ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کی شکل میں بخارات اٹھاتی ہیں اور وہ اسے آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور اس بادل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ تو پھر دیکھتا ہے کہ ان کے درمیان بارش کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ سو جب وہ اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے بارش پہنچا دیتا ہے تو اچانک وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کیا تم یہ گوارا کرتے ہو کہ اپنی مملوکہ اشیاء میں دوسروں کو مالک بنا دو تو پھر کس طرح باری تعالیٰ کے شریک اس کی مملکت میں تجویز کرتے ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ شرح بسند ابن جریج، عطا بن ابی رباح سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۵۰) فرماتا ہے: ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (الروم:۲۹) تمہارے لئے ایک مثال تمہارے اپنے نفسوں سے ہی بیان کی ہے۔ کیا تم گوارا کرتے ہو کہ تمہارے غلام تمہارے ساتھ اس رزق میں شریک ہوں جو ہم نے تمہیں دیا ہے، ایسے طور پر کہ وہ اور تم برابر ہو جاؤ۔ تم ان سے اس طرح خوف کھاؤ جس طرح اپنے آپ یعنی اپنے برابر کے شریکوں سے۔ اسی طرح ہم عقلمند لوگوں کے لئے آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اس مثال میں بتایا گیا ہے کہ جب تمہارا یہ حال ہے کہ تم اپنے مالکانہ حقوق اپنے غلاموں کو سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں تو پھر کس طرح تجویز کرتے ہو کہ خدا تعالیٰ اپنی بادشاہت میں اپنے مالکانہ حقوق غیروں کو سپرد کر دے اور وہ اس کے سوا دوسروں کے لئے معبود ٹھہریں اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرح اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

يَصَّدَّعُوْنَ کے معنی ہیں پھٹ جاتے ہیں، آپس میں تفرقہ کرتے ہیں۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ○ (الروم:۴۴) اس لئے تو اپنی پوری توجہ اس دین کی طرف پھیر جو راست اور ہمیشہ قائم رہنے والا ہے قبل اس کے کہ وہ روز آئے جو اللہ کی طرف سے اٹل ہے اس دن وہ پھٹ جائیں گے (مومن اور کافر الگ الگ ہو جائیں گے۔)

فَاصْدَعْ کے معنی ہیں کھول کر بیان کر۔ اس سے سورۃ الحجر کی آیت کا حوالہ دے کر لفظ يَصَّدَّعُوْنَ کا مفہوم بیان کیا ہے۔ یعنی ایسے طور سے بیان کر کہ حق و باطل میں نکھار ہو جائے۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (الحجر:۹۵) اس لئے جو تجھے حکم دیا جاتا ہے وہ کھول کر بیان کر اور مشرکوں سے اعراض کر۔

وَقَالَ غَيْرُهٗ: ضُعْفٌ وَضَعْفٌ لُغَتَانِ: دونوں ہی درست ہیں۔ غَيْرُهٗ سے مراد حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ ہیں۔ یعنی عربی زبان میں دونوں تلفظ کمزوری کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اکثر کے نزدیک قراءت دونوں

طرح ہے۔ جمہور کی قراءت ضُعْفٌ ضاد کی پیش سے ہے۔ عاصمؒ اور حمزہؒ دونوں نے ضَعْفٌ پڑھا ہے ضاد کی زبر سے۔ خلیل نحوی نے ضُعْفٌ اور ضَعْفٌ میں یہ فرق بتایا ہے کہ اوّل الذکر کا تعلق جسمانی کمزوری سے ہے اور ضَعْفٌ کا عقل کی کمزوری سے ہے۔ (فتح الباری جزء ۸ صفحہ ۶۵۰) فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ○ (الروم:۵۵) اللہ وہی ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت سے پیدا کیا۔ پھر کمزوری کے بعد تمہیں قوت بخشی۔ پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپے کی طرف لوٹایا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ بہت ہی بڑے علم والا اور قدرت والا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ السُّوْٓاٰى: مجاہد نے کہا: لفظ السُّوْٓاٰى إِسَاءَةٌ سے ہے یعنی برائی کا بدلہ۔ **جَزَاءُ الْمُسِيْئِيْنَ** بدکاروں کا بدلہ۔ فرماتا ہے: ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا یَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (الروم:۱۱) پھر جنہوں نے بُرے کام کئے ان کا انجام بُرا ہوا اِس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ اُن کے متعلق ہنسی کیا کرتے تھے۔

روایت نمبر ۴۷۷۴ میں بعض پیشگوئیوں کا ذکر ہے جو حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک پوری ہوگئیں ہیں: الدُّخَان سے مراد شدید قحط کی سزا اور اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى سے غزوہ بدر جس میں اکثر ان کے سردار ہلاک ہوئے اور لِزَامًا سے بھی انہوں نے یہی جنگ مراد لی ہے۔ اور غُلِبَتِ الرُّوْمُ کی پیشگوئی۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الفرقان، باب فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا میں لِزَامًا کی شرح گزر چکی ہے۔ اور دخان کے بارے میں سورۃ الدخان کی تفسیر میں ذکر آئے گا۔ اسی سورۃ میں اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى یعنی بہت بڑی گرفت کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا روایت کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں، صحیح مستند روایت ہے۔ لیکن اس تعلق میں یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ جن تین واقعات کا ذکر کیا گیا ہے ان کی نسبت بصورت پیشگوئی الگ الگ سورتوں میں ذکر موجود ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسے عذابِ قحط سے مبتلا کئے جانے کا ذکر سورۃ یوسف کی آیات ۴۴ تا ۴۹ میں ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق واقعات ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ (یوسف:۱۰۳) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص پیشگوئیاں بتائی گئی ہیں اور موعودہ عذاب کو غَاشِيَةٌ اور السَّاعَةُ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضطر ہو کر اس عذاب کے بارہ میں دعا کی جس کا ذکر اسی روایت میں موجود ہے۔ غزوہ بدر میں جو سزا اُنہیں ملی اس کا مفصل ذکر سورۃ الانفال میں ہے۔ بطور نمونہ دیکھئے آیات ۱۱ تا ۱۴۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے قرآن مجید میں تکرار نہیں اور پھر جب تفصیل موجود ہو تو اعادہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ صحابہ کرامؓ کے علم میں چند ایک واقعات جو تھے انہی کی طرف ان کا ذہن بار بار عود کرتا اور اس میں وہ معذور تھے۔ لیکن ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت گزشتہ زمانہ ہی سے محدود نہیں ہے بلکہ آئندہ زمانوں پر بھی ممتد ہے۔ ان میں سے ایک وہ خوفناک زمانہ بھی ہے جس کی نسبت آپؐ نے فرمایا: مَا بَيْنَ خَلْقِ آدَمَ

إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ أَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ: آدم کی پیدائش سے تا قیامت کوئی فتنہ دجال سے بڑھ کر نہیں ہوگا۔ یہ روایت حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ امام مسلم نے یہ روایت صحیح سند سے نقل کی ہے۔ (صحيح مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب في بقيّة من أحاديث الدّجّال) اور مشكاة المصابيح میں كتاب الفتن، بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّالِ سے دیکھی جاسکتی ہے۔

پیشگوئیوں کے تعلق میں حضرت ابن مسعودؓ کا مذکورہ بالا مشورہ قابل قدر ہے مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللهُ أَعْلَمُ، فَإِنَّ مِنَ العِلْمِ أَنْ يَّقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ: لَا أَعْلَمُ جسے علم ہو تو وہ کہے اور جسے علم نہ ہو تو وہ کہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کیونکہ یہ امر بھی علم ہی میں سے ہے کہ جس بات کا علم نہیں رکھتا اس کے متعلق کہے کہ میں نہیں جانتا۔ تکلف سے تاویل کرنا درست نہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنے علم کے مطابق مفردات کے حوالہ جات سے سورتوں کا موضوع متعین کیا ہے اور اس میں بڑی وسعت معلوم ہوتی ہے۔

بَاب: لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ (الروم: ۳۱)

اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی

لِـدِيْنِ اللهِ. خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ ○ (الشعراء: ۱۳۸) دِيْنُ الْأَوَّلِيْنَ. وَالْفِطْرَةُ الْإِسْلَامُ.

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے دین کو نہ تبدیل کرنا۔ خُلُقُ الْأَوَّلِيْنَ سے بھی یہی مراد ہے کہ پہلوں کا دین (بھی یہی تھا) اور فطرت سے اسلام مراد ہے۔

۴۷۷۵: حَـدَّثَنَا عَبْـدَانُ أَخْبَرَنَـا عَبْدُاللهِ أَخْبَرَنَا يُـوْنُسُ عَـنِ الزُّهْرِيِّ قَـالَ أَخْبَرَنِـي أَبُـوْ سَـلَمَةَ بْـنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَـالَ رَسُوْلُ اللهِ صَـلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَـلَّمَ مَا مِنْ مَّوْلُودٍ إِلَّا يُوْلَـدُ عَلَى الْفِطْـرَةِ فَأَبَـوَاهُ يُهَوِّدَانِـهِ أَوْ

۴۷۷۵: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یونس (بن یزید) نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے روایت ہے انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بچہ بھی ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہ ہوتا ہو مگر اس کے ماں باپ ہی اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ وہ

يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ. (الروم:٣١)

اسی طرح فطرت پر پیدا ہوتا ہے جس طرح چوپایا پورے کا پورا صحیح سالم جنتا ہے کہیں تم اُن میں کوئی کان کٹا بھی دیکھتے ہو؟ یہ کہہ کر (حضرت ابوہریرہؓ یہ) آیت پڑھا کرتے تھے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ... یعنی یہ وہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی اس پیدائش میں تبدیلی نہ کی جائے یہی وہ دین ہے جو صحیح اور پائیدار ہے۔

أطرافه: ١٣٥٨، ١٣٥٩، ١٣٨٤، ١٣٨٥، ٦٥٩٨، ٦٥٩٩۔

تشریح: لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ : امام طبریؒ نے آیت لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کا مذکورہ بالا مفہوم یعنی فطرت صحیحہ اور اسلام بسند ابراہیم نخعیؒ نقل کیا ہے۔ مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سعید بن جبیر رحمہم اللہ جیسے تابعین کرام نے بھی یہی مفہوم بتایا ہے۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٦٥١) اس سے یہ آیت مراد ہے: فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الروم:٣١) پس تو اپنی ساری توجہ دین کے لئے مخصوص کر دے، ایسی صورت میں کہ تجھ میں کوئی کجی نہ ہو۔ اللہ کی (پیدا کی ہوئی) فطرت کو اختیار کر، وہی فطرت جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے یہی قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

عنوان باب میں خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ سے سورۃ الشعراء کی اس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے: قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ○ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الشعراء:١٣٧، ١٣٨) انہوں نے کہا: تیرا وعظ کرنا یا نہ کرنا ہمارے لئے برابر ہے (جو باتیں ہم کرتے ہیں) پہلے لوگوں کے بھی یہی طور طریقے تھے۔ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○ (الشعراء:١٣٩) (اگر وہ سزا نہیں دئے گئے تو) ہمیں بھی سزا نہیں دی جائے گی۔

سورۃ الروم کی مذکورہ بالا آیت کے تعلق میں دین فطرت اور سائنس کے درمیان جو فرق ہے اس کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں سائنس کی حیرت انگیز ترقی مسلّم لیکن سائنس ہے کیا؟ اس کا موضوع کائنات عالم کا غور سے مطالعہ کرنا ہے۔ ایک شے کا دوسری شے سے رابطہ علت معلول معلوم کرنا ہے۔ عام آدمی آسمان سے بارش برستی دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ پانی خود بخود گر رہا ہے۔ لیکن سائنسدانوں نے اسباب کا مطالعہ کر کے معلوم کیا ہے کہ سمندر وغیرہ سے پانی بخارات کی شکل میں ہلکا ہونے کی وجہ سے ہوا کے ذریعے سے اُوپر کے طبقے میں اٹھایا جاتا ہے۔ پانی کے باریک ذرات جو غبار کی صورت میں نظر آتے ہیں عربی زبان میں وَدْق کہلاتے ہیں

اور پھر خنک ہواؤں سے اِدھر اُدھر لے جائے جاتے ہیں اور ٹھنڈک سے قطروں کی شکل میں تبدیل ہو کر بوجھل ہو جاتے ہیں اور پھر زمین کی کشش ثقل کے ذریعے سے نیچے گرتے ہیں۔ اس غور سے مطالعہ کا نتیجہ سائنس کہلاتا ہے۔ انسان کے اس مطالعہ میں زمین کے پانیوں، سورج کی گرمی، ہواؤں کی حرکت، فضائے بالا، کرۂ زمہریر اور کشش ثقل میں رابطہ تلاش کیا گیا ہے۔ دین فطرت نے قطعاً اس کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ بلکہ سورۃ الروم ہی میں اس حقیقت کو ایک آیت میں بیان کیا گیا ہے، جس کا حوالہ ابھی دیا جاچکا ہے۔ اس آیت (الروم:۴۹) میں الفاظ یُرْسِلُ، تُثِیْرُ، یَبْسُطُ، کِسَفًا اور الْوَدْقَ سائنس کی اس بارے میں ساری تحقیق کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں۔ مثلاً تُثِیْرُ سَحَابًا کا مطلب یہ ہے کہ ہوائیں بخارات کو جو گرمی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اُٹھاتی ہیں اور وَدْق بخارات کے غبار کو بھی کہتے ہیں جو فضائے بالا میں ہمیں نظر آتا ہے اور ان قطروں کو بھی کہتے ہیں جو بوجہ بوجھل ہونے کے بادلوں سے ٹپکتے ہیں۔ قرآن مجید میں جابجا الٰہی پیدائش پر غور کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ سائنس اور دین جو فطرت اللہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ان کے درمیان کوئی اختلاف یا تضاد ہے۔

☆☆☆

۳۱- سُوْرَۃُ لُقْمَانَ

بَاب ۱ : لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان: ۱۴)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے

٤٧٧٦ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الأنعام: ٨٣) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ١٤)

۴۷۷۶: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، انہوں نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب آیت اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ نازل ہوئی یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کی ظلم سے آمیزش نہیں کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر شاق گزرا اور وہ کہنے لگے: ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے ایمان کو ظلم سے آمیختہ نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے یہ مراد نہیں ہے۔ کیا تم لقمان کی بات نہیں سنتے جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہی۔ یعنی شرک ہی بہت بڑا ظلم ہے۔

أطرافه: ٣٢، ٣٣٦٠، ٣٤٢٨، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٦٩١٨، ٦٩٣٧-

تشریح: لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ سے سورۃ لقمان کی یہ آیت مراد ہے: وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان: ۱۴) اور یہ بات مدنظر رہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا جب وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہے تھے کہ اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ ظلم کے معنی وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهٖ کسی شے کو اپنی جگہ پر نہ رکھنا بلکہ دوسری جگہ پر۔ کسی کا حق چھین کر دوسرے کو دینا۔ صفات باری تعالیٰ کی

حقدار اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، ان صفات میں سے کوئی صفت غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا۔ اس آیت کے تحت جو روایت نقل کی گئی ہے وہ مع شرح کتاب الایمان (باب ظلم دون ظلم) میں مفصل گزر چکی ہے۔

بَاب ٢ : إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ (لقمان: ٣٥)

اللہ ہی کو اس گھڑی کا علم ہے

٤٧٧٧ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ عَنْ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ يَمْشِي فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ الْإِيْمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوْضَةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا

۴۷۷۷: اسحاق (بن راہویہ) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے جریر (بن عبدالحمید) سے، جریر نے ابو حیان (یحيٰ بن سعید) سے، انہوں نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن لوگوں کے لئے باہر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص سامنے سے آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے ملائکہ، اس کے رسولوں اور اس کی ملاقات پر یقین رکھے اور اس بات پر یقین کرے کہ (مرنے کے بعد) دوبارہ زندگی ہے۔ اس نے کہا: (یا رسول اللہ!) اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اور نماز سنوار کر ادا کرے اور زکوٰۃ دے جو فرض کی گئی ہے اور رمضان میں روزے رکھے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! احسان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے

فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُءُوْسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ (لقمان:۳۵) ثُمَّ انْصَرَفَ الرَّجُلُ فَقَالَ رُدُّوْا عَلَيَّ فَأَخَذُوْا لِيَرُدُّوْا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ هَذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ.

طرفہ: ۵۰۔

اگر یہ نہیں کہ تم اسے دیکھ رہے ہو تو پھر اتنا تو ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! وہ گھڑی کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: جس شخص سے اس کی بابت پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا مگر میں تمہیں اس کی علامتیں بتائے دیتا ہوں۔ جب عورت اپنے مالک کو جنے گی تو یہ اس کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور جب ننگے پاؤں، ننگے بدن (آوارہ گرد) لوگوں کے سردار ہوں گے۔ یہ بات بھی اس کی علامتوں میں سے ہے۔ اس گھڑی کا علم ان پانچ باتوں میں سے ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ...[1] پھر اس کے بعد وہ شخص واپس چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے میرے پاس واپس لے آؤ۔ صحابہ اسے واپس بلانے کے لئے گئے مگر انہوں نے کچھ نہ دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ جبرائیل ہیں جو اس لئے آئے تھے کہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں۔

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش کو اُتارتا ہے اور جانتا ہے کہ رِحموں میں کیا ہے اور کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی ذی روح نہیں جانتا کہ کس زمین میں وہ مرے گا۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔"

٤٧٧٨ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ثُمَّ قَرَأَ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ...(لقمان:٣٥)

۴۷۷۸: یحیٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبد اللہ) بن وہب نے مجھے بتایا، کہا کہ عمر بن محمد بن زید بن عبد اللہ بن عمر نے مجھ سے بیان کیا۔ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیب کی چابیاں پانچ ہیں۔ یہ کہہ کر آپؐ نے پھر یہ آیت پڑھی: اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ... یعنی اللہ ہی کو اس گھڑی کا علم ہے۔

أطرافه: ١٠٣٩، ٤٦٢٧، ٤٦٩٧، ٧٣٧٩۔

تشریح: اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ: پوری آیت یہ ہے: اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَ یَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ○(لقمان:۳۵) اللہ ہی کو اس گھڑی کا علم ہے۔ (قیامت کبریٰ یا قیامت صغریٰ جو کسی قوم کی تباہی کے لئے مقدر ہے) اور اللہ ہی بارش بار بار نازل کرتا ہے اور جو رحموں میں ہے جانتا ہے اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کو وہ کیا اپنے عمل کے نتیجے میں کمائے گا یعنی بھگتے گا۔ اور کسی نفس کو پتہ نہیں کہ کس زمین میں مرے گا۔ اللہ ہی علیم وخبیر ہے (یعنی ظاہر وباطن کو جاننے والا ہے) باب کی معنونہ آیت مع روایت کی شرح کے لئے دیکھئے بخاری، کتاب الإیمان باب سؤال جبریل النبیﷺ عن الإیمان... روایت نمبر ۵۰ اور باب کی دوسری روایت کے لئے دیکھئے کتاب التفسیر، سورۃ الرعد، روایت نمبر ۴۶۹۷۔

☆☆☆

۳۲۔ سُوْرَۃُ السَّجْدَۃ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِينٍ (السجدة: ٩) ضَعِيفٍ، نُطْفَةُ الرَّجُلِ. ضَلَلْنَا (السجدة: ١١) هَلَكْنَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْجُرُزِ (السجدة: ٢٨) الَّتِي لَا تُمْطَرُ إِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا. يَهْدِ[۱] (السجدة: ٢٧) نُبَيِّنْ.

اور مجاہد نے کہا: مَهِيْنٍ کے معنی ہیں حقیر، کمزور۔ اس سے مراد آدمی کا نطفہ ہے۔ ضَلَلْنَا یعنی ہم ہلاک ہو گئے، برباد ہو گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اَلْجُرُز وہ زمین جس میں بارش نہ ہو، اگر ہو تو بھی کچھ فائدہ نہ دے۔ یَهْدِ کے معنی ہیں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔

تشریح: وَقَالَ مُجَاهِدٌ مَهِيْنٍ: اس سے مراد یہ آیت ہے: ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ (السجدۃ:۹) پھر اس کی نسل کا سلسلہ ایک حقیر پانی کے خلاصے سے چلایا ہے۔ ضَلَلْنَا کے معنی ہیں ہم ہلاک ہو گئے۔ فرماتا ہے: وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ○ (السجدۃ:۱۱) اور انہوں نے کہا: آیا جب ہم زمین میں کھوئے جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش میں (زندہ) کئے جائیں گے۔ بلکہ (حقیقت تو یہ ہے کہ) وہ تو اپنے رب کی ملاقات ہی سے منکر ہیں۔

اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: اَلْجُرُز کے معنی ہیں بنجر زمین۔ یہ شرح اس آیت کی ہے: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ○ (السجدۃ:۲۸) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو بنجر زمین کی طرف چلاتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعے سے ہری بھری کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں۔ پس کیا وہ غور نہیں کرتے۔

اَوَلَمْ يَهْدِ کے معنی اَوَلَمْ يُبَيِّنْ حضرت ابن عباسؓ سے ہی منقول ہیں۔ اَلْجُرُزِ اور لَمْ يَهْدِ کی شرح علامہ طبریؒ نے ان سے نقل کی ہے۔ اَوَلَمْ يَهْدِ سے یہ آیت مراد ہے: اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ○ (السجدۃ:۲۷) کیا ابھی تک ان کے لئے واضح نہیں ہوا کہ ہم نے گزشتہ زمانوں کی کئی قوموں کو ہلاک کر دیا جو اپنے بود و باش کی جگہوں میں چلتے پھرتے تھے۔ یقیناً اس میں بہت سے نشانات ہیں۔ کیا وہ سنتے نہیں؟ اَوَلَمْ يَهْدِ کا مذکورہ بالا مفہوم ابو عبیدہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۵۴)

---

[۱] نسخہ یونینیہ میں لفظ نَهْدِ ہے۔ (الجامع الصحیح للبخاری، مطبوعہ دار طوق النجاۃ، جزء۶ صفحہ ۱۱۸۳)

بَاب ۱: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (السجدة: ۱۸)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے

٤٧٧٩ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (السجدة: ۱۸).

۴۷۷۹: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کبھی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ... یعنی کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

و حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اللهُ... مِثْلَهُ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ رِوَايَةً قَالَ فَأَيُّ شَيْءٍ؟ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ قَرَأَ

اور علی (بن عبد اللہ) نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ابولزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے... وہی جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ سفیان سے پوچھا گیا: (آپ نے یہ حدیث

أَبُو هُرَيْرَةَ قُرَّاتِ أَعْيُنٍ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) روایت کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ نہیں تو پھر اور کہاں سے؟ ابو معاویہ نے اعمش سے روایت کرتے ہوئے کہا: اعمش نے ابوصالح سے نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ آیت یوں پڑھی: قُرَّاتِ أَعْيُنٍ۔

أطرافه: ٣٢٤٤، ٤٧٨٠، ٧٤٩٨ـ

٤٧٨٠: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللَّهُ تَعَالَى أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا مِنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ. ثُمَّ قَرَأَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (السجدة:١٨).

۴۷۸۰: اسحاق بن نصر نے مجھ سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ اعمش سے روایت ہے کہ (انہوں نے کہا:) ابوصالح نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، نہ کسی انسان کے دل پہ اس کا خیال گزرا ہے۔ وہ نعمتیں ایسا ذخیرہ ہیں کہ ان کے مقابل پر جو نعمتیں تمہیں معلوم ہیں ان کا کیا ذکر۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ... کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے جو ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

أطرافه: ٣٢٤٤، ٤٧٧٩، ٧٤٩٨ـ

تشریح. فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ: اس آیت کی قراءت میں اختلاف ہوا ہے۔ جمہور کی قراءت میں اُخْفِيَ ماضی مبنی مجہول ہے لیکن حمزہ قاری نے مَا اُخْفِيْ لَهُمْ

پڑھا ہے۔ جو صیغہ مضارع متکلم ہے، یعنی جو میں ان کے لئے پوشیدہ رکھتا ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت میں مَآ نُخْفِیْ لَهُمْ ہے۔ یعنی صیغہ جمع متکلم ہے جو ہم ان کے لئے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اعمش کی قراءت میں مَآ اَخْفَیْتُ لَهُمْ ہے، ماضی متکلم مفرد یعنی جو میں نے ان کے لئے پوشیدہ رکھا ہے۔ باب کی پہلی روایت جمہور کی تائید میں ہے اور دوسری روایت بھی، سوائے اس کے کہ اس میں حضرت ابوہریرہؓ سے بجائے قُرَّةِ اَعْيُنٍ کے قُرَّاتِ اَعْيُنٍ جمع کے صیغے ہیں۔ یہ دراصل شرح ہے یعنی آنکھوں کی ایک ٹھنڈک نہیں بلکہ کئی ٹھنڈکیں ہوں گی۔ عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ مفرد کی اضافت جب جمع مضاف الیہ کی طرف ہو تو مضاف بھی جمع کے معنوں میں متصور ہو سکتا ہے۔ تیسری روایت میں جو حدیث قدسی حضرت ابوہریرہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے اس سے مذکورہ بالا مفہوم کی تائید ہوتی ہے اس میں لفظ ذُخْرًا سے بتایا گیا ہے کہ وہ پوشیدہ نعمتیں بہت بڑا ذخیرہ ہوں گی۔ مِنْ بَلْهِ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ جن نعمتوں کی تمہیں اطلاع ہے اس کا ذکر چھوڑ دو یا اس کا کیا ذکر، یہ نعمتیں اخروی نعمتوں کے مقابل میں بہت ہی حقیر ہیں اور قابل ذکر نہیں کیونکہ ان پوشیدہ نعمتوں کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی بیان کر کے آیت فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدة:۱۸) یعنی کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے جو ان اعمال کا بدلہ ہو گا جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے، پڑھی۔ بَلْهَ اسم فعل ہے جو اپنے مابعد کو نصب دیتا ہے۔ اس کے معنی ہیں رہنے دے، چھوڑ۔ اخفش ادیب نے اس لفظ کو مصدر قرار دیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۵۵، ۶۵۶) (عمدۃ القاری جزء۱۹ صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴) اور بعض وقت مصدر متعدی بھی اپنے مابعد پر نصب دیتا ہے۔

امام بخاریؒ نے سورۃ السجدۃ کی جن آیات کو نمایاں کیا ہے ان سے اس سورۃ کے موضوع کا تعین مقصود ہے یعنی پیدائش آدم اور حیات اخرویہ۔

☆☆☆

۳۳۔سُوْرَةُ الْأَحْزَابِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ صَيَاصِيْهِمْ (الأحزاب:۲۷) قُصُوْرِهِمْ. مَعْرُوْفًا (الأحزاب:۷) فِي الْكِتَابِ.

اور مجاہد نے کہا: صَيَاصِيْهِمْ کے معنی ہیں ان کے محل۔ مَعْرُوْفًا فِي الْكِتَابِ عرف عام کے مطابق بھلا سلوک جس کا حکم کتاب میں دیا گیا ہے۔

تشریح: صَيَاصِيْهِمْ سے یہ آیت مراد ہے: وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ○ (الأحزاب: ۲۷) اور اس نے ان اہل کتاب کو جنہوں نے مشرکین کی پیٹھ ٹھونکی اور مدد کی تھی انہیں اپنے قلعوں سے اُتارا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ حالت یہ تھی کہ ان میں سے ایک حصے کو قتل کرنے لگے اور ایک حصے کو قید۔ شرح الفاظ میں صَيَاصٍ کے معنی قُصُوْر یعنی محل بتائے گئے ہیں جو قَصْر کی جمع ہے اور یہ آطام مدینہ کے نام سے مشہور تھے۔ یہ قلعہ نما بلند و بالا محل اونچی جگہوں پر تعمیر کئے گئے تھے۔ مورچہ بندی کے لئے ان میں برج، رصد گاہوں اور لڑاکا دستوں کی رہائش ورصد کا پورا پورا انتظام تھا۔ یہ قلعے بوقت جنگ یہود کے لئے بطور پناہ گاہیں بھی استعمال ہوتے تھے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۲۶ میں کفار مکہ کے لاؤلشکر خائب و خاسر لوٹائے جانے کا ذکر ہے۔ اس آیت کے بعد اگلی آیت میں ان یہود کے ہتھیار ڈالنے کا ذکر کیا گیا ہے، جنہوں نے غزوہ احزاب میں کفار کی مدد کی تھی۔ وہ اپنے مضبوط قلعوں کے دروازے کھولنے اور اپنے آپ کو صحابہ کے سپرد کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ان میں سے جنہوں نے لڑائی جاری رکھی وہ مارے گئے اور باقی قید کئے گئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے بخاری، کتاب المغازی، باب۲۹، ۳۰ تفسیر صغیر میں سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۳ کے حاشیہ میں بتایا گیا ہے کہ احزاب کے حملہ کی پہلے سے خبر تھی۔ یعنی کفار عرب جتھوں کی صورت میں اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوں گے اور شکست کھا کر راہ فرار اختیار کریں گے۔ یہ ذکر بطور پیشگوئی سورۃ ص آیت ۱۲ (جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ) اور سورۂ قمر آیت ۴۶ (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ) میں ہے۔ پہلی آیت میں بھی ہزیمت کا ذکر ہے اور دوسری میں بھی جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ حملہ کرنے کے بعد ضرور شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر جائیں گے۔ دونوں سورتیں بالاتفاق ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہیں۔ غرض اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے جو مدنی سورۃ ہے جو ۴ھ میں نازل ہوئی۔ غزوہ احزاب شوال ۵ھ میں ہوا تھا۔

اس سورۃ میں علاوہ مذکورہ بالا پیشگوئی کے پورا ہونے کے بعض تمدنی امور کا ذکر ہے جیسا کہ ابھی بتایا جائے گا۔ مثلاً حضرت زینبؓ سے آپؐ کا نکاح جس کی تاریخ بعد کی ہے۔ سورۂ احزاب کی جن آیات میں معاشرہ سے متعلق ہدایات بیان ہوئی ہیں ان کے پیش نظر غالب قیاس یہی ہے کہ ان آیات کا نزول ۴ھ تا ۷ھ سے متجاوز نہیں اور وہ وحی الٰہی کی روشنی میں یکجا ترتیب دی گئی ہیں۔

غزوۂ احزاب میں کفار کی شکست فاش نے کفار اور یہود کی ہمتیں توڑ دیں اور مسلمانوں کی جہت سے انہیں کلیۃً مایوس ہونا پڑا۔ جس کی وجہ سے مدینہ میں ایک نیا دور یعنی دورِ امن شروع ہوا۔ جس میں مسلمانوں کو شریعت اسلامی پر کاربند ہونے کی تلقین کی گئی۔ اطاعت شریعت کے ضمن میں سب سے پہلی اور بنیادی ہدایت (اِتَّقِ اللهَ) تقوی اللہ اختیار کرنے کی ہے اور کفار و منافقین کی تقلید (وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ) سے منع کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ ان احکام الٰہی کی جو تیرے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے پیروی کر۔ ان ابتدائی آیات میں مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو صاحب وحی ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پہلے مخاطب و مسئول (جواب دہ) ہیں۔

معاشرہ کی بنیاد خاندان پر ہے جو اس کے لئے بطور اینٹ کے ہے۔ اگر اینٹ پختہ ہو گی تو جو عمارت پختہ اینٹوں سے بنے گی۔ وہ مضبوط اور پائیدار ہو گی۔ ورنہ کچی بُھر بُھری اینٹوں کی عمارت جلد منہدم ہو جائے گی۔ اس لئے قیام امن کے بعد جو ہدایات سورۃ الاحزاب میں دی گئی ہیں ان کا تعلق اولاً افراد کے تزکیہ سے ہے اور ثانیاً خاندانی اصلاح سے۔ منہ بولی مائیں، باپ اور بیٹے بیٹیاں غیر طبعی خاندان ہیں۔ افراد کے درمیان رشتہ کی بنیاد رحمی تعلقات پر ہے اور اس کے بعد ان تعلقات پر جن کا ذکر اسی سورۃ کی آیت نمبر ۷ وغیرہ میں کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل ابھی بیان کی جائے گی۔ غیر طبعی خاندان سے متعلق زمانہ جاہلیت کی عادات، رسم و رواج کی اصلاح کے بعد شیرازۂ معاشرہ مضبوط رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ کو اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (نبی مومنوں سے زیادہ قریب ہے بنسبت ان کی اپنی جانوں کے) قرار دیا گیا ہے۔ (الأحزاب:۷) ان الفاظ سے ظاہر ہے اسلامی اجزاء معاشرہ میں رشتہ اتحاد مستحکم رکھنے کے لئے آپؐ کا وجود باجود سب سے مقدم ہے۔

یہ اہم مضمون ہے سورۃ الاحزاب کا جس کا تجزیہ امام بخاریؒ نے گیارہ ابواب اور اُنیس روایتوں کے ذریعے سے کیا ہے۔ ہر باب کا عنوان سورۃ الاحزاب کی کوئی نہ کوئی آیت ہے، جس کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔ اس مجمل تبصرے کے بعد ان ابواب کی شرح اختصار سے کی جائے گی جن سے اس سورۃ کا موضوع متعین ہوتا ہے۔

بَاب ١ : { اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الأحزاب: ٧)}[1]

نبی مومنوں سے زیادہ قریب ہے بنسبت ان کی اپنی جانوں کے

٤٧٨١ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ

۴۷۸۱: ابراہیم بن منذر نے مجھے بتایا کہ محمد بن فلیح نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میرے باپ

[1] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ٦٥٦) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الأحزاب:۷) فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالًا فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوْا فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلَاهُ.

(فلیح بن سلیمان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپؐ نے فرمایا: کوئی بھی ایسا مومن نہیں مگر میں دنیا و آخرت میں اس کے ساتھ تمام لوگوں سے بڑھ کر تعلق رکھنے والا ہوں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى . . . یعنی نبی مومنوں سے زیادہ قریب ہے بنسبت ان کی اپنی جانوں کے۔ اور مومن جو جائیداد بھی چھوڑ جائے تو اس کے خاندان کے لوگ اس کے وارث ہوں گے جو بھی وہ ہوں؛ اور اگر وہ قرضہ یا کسمپرس بال بچے چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئیں میں ان کا سرپرست ہوں گا۔

أطرافه: ۲۲۹۸، ۲۳۹۸، ۲۳۹۹، ۵۳۷۱، ۶۷۳۱، ۶۷۴۵، ۶۷۶۳۔

تشریح: **اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ:** اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جانشین کا مقام بیان ہوا ہے۔ یہ یاد رہے یہ مقام شریعت الٰہیہ نے متعین کیا ہے۔ معاشرہ کے افراد نے اسے متعین نہیں کیا نہ ان کی طرف سے تفویض ہوا ہے کہ وہ اپنی قوم کے مرہون منت ہوں۔ اسلامی معاشرہ کا نظام قائم رکھنے والی حکومت نہ صحیح معنوں میں جمہوریت ہے نہ استبدادی اور نہ اشتراکی۔ یہ اصطلاحیں بیسویں صدی کی ایجاد ہیں۔ اسلامی معاشرہ کا جائزہ موجودہ زمانہ کی اصطلاحوں کے ذریعہ سے لینا مناسب نہیں بلکہ امر واقعہ کی روشنی میں اسلامی معاشرہ سے متعلق بحث کرنا اور دیکھنا ضروری ہے کہ کہاں تک معاشرہ کی غرض وغایت پورا کرنے میں اسلامی حکومت کامیاب رہی ہے۔ یہ حکومت سکہ بند شے نہیں کہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایک جیسی صورت و شکل میں ہو۔ اسلامی شریعت نے اصولی تعلیم دے کر ہماری رہنمائی فرمائی ہے، جسے مدنظر رکھنا ہمارے لئے فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسے نظرانداز کرنا ہمارے لئے کسی حالت میں جائز نہیں اور وہ ایسے اصول ہیں جن کی صحت کے بارے میں کوئی باعقل وباشعور انسان انکار نہیں کر سکتا۔

اگر ہم مختلف ممالک میں موجودہ نظاموں کا جائزہ لیں تو ہر ملک میں جمہوریت کا نیا نمونہ نظر آتا ہے۔ مثلاً برطانیہ میں پارلیمنٹری (شورائی) جمہوریت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ اور اس سے بالا بادشاہ ہے جو موروثی ہے۔ بحالیکہ یہ دونوں چیزیں متضاد ہیں۔ جمہوریت اور موروثی بادشاہت ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ امریکہ کا نظام بھی جمہوری ہے لیکن برطانوی جمہوریت سے مختلف۔ اس کے ساتھ بادشاہت کا تصور ناجائز، تاہم صدر کے وجود سے چارہ نہیں۔ روس کا نظام اشتراکی ہے جو تمام دیگر نظاموں سے بہتر بتایا جاتا ہے لیکن باوجود اس کے روس اور دنیا کے اکثر ممالک میں نظام کا دارومدار ڈکٹیٹر شپ (استبدادیت) پر ہے۔ ظاہر ہے کہ جمہوریت جسے بہت سراہا جاتا ہے اس کا کوئی ایسا نمونہ درحقیقت موجود نہیں جس پر اسلامی جمہوریت کا قیاس کیا جاسکے۔ اسلامی جمہوریت اپنے ساتھ ایسے ممیزات رکھتی ہے جن کا وجود دنیا کی کسی جمہوریت میں نہیں اور یہ ممیزات ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں جو سورۃ الاحزاب کی آیات سے مستنبط ہیں اور قرون اولیٰ کی اسلامی حکومت کے نمونے سے تصدیق پاتے ہیں۔

ا۔ جمہوری اور شخصی طرز کی حکومت میں سب سے بڑا فرق رعایا یا عوام کی مداخلت یا عدم مداخلت کا حق ہے۔ نظام حکومت میں مداخلت کا جس قدر حق انہیں حاصل ہوگا اسی قدر جمہوریت کا عنصر اس میں زیادہ ہوگا۔ اس کے برعکس شخصی سلطنت میں سارا دارومدار صرف ایک شخص کی مرضی پر ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی طرز حکومت کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں دونوں باتیں نہیں، نہ اس میں ایک شخص کی خواہش پہ کسی نظام کا دارومدار ہے اور نہ اس سے عوام الناس کلیۃً بے دخل کئے گئے ہیں۔ بلکہ ان دونوں عنصروں سے بالاتر مشیت اللہ اور شریعت الٰہیہ پر نظام اسلامی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (الأحزاب: ۳۷) کسی مومن مرد یا کسی مومن عورت کے لئے مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ کر دیں تو انہیں اپنے اس معاملہ کے متعلق کوئی اختیار ہو (کہ وہ قبول کریں یا ردّ کریں یا بدلیں بلکہ اس کی اطاعت لازمی ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا تو وہ یقیناً صحیح راہ سے بہت دور چلا جائے گا اور کھلا کھلا نقصان اٹھائے گا۔ اس عدم تصرف اور اطاعت میں رسول اور اس کے ماسوا سب برابر ہیں۔ کسی کو گلہ نہیں ہو سکتا کہ فلاں شخص تبدیلی کا حق رکھتا ہے اور فلاں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری سب پر لازمی ہے۔ اسی تعلق میں دیکھئے بخاری، کتاب المغازی، باب ۳۹۔

غرض اسلامی نظام حکومت کا یہ پہلا امتیازی اصل ہے جس کے ذریعے سے نفس بشریہ کو اس کے ہوا و ہوس کی اتباع سے روک دیا گیا ہے تاکہ نظام بازیچہ بحث و مباحثہ نہ بنا رہے اور ایک واضح صراط مستقیم پر چلنے کے لئے نفوس مستعد رہیں اور یہ امتیاز درحقیقت لازمی نتیجہ ہے اسلام کے اس بنیادی امتیاز کا کہ وہ کامل ضابطہ زندگی ہے۔ فرماتا ہے: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ: ۴) آج میں

نے تمہارے (فائدے کے) لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنے احسان کو پورا کر دیا ہے۔ اور تمہارے لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا ہے۔

۲۔ دوسرا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ سربراہ حکومت خواہ وہ نبی ہو یا اس کا جانشین وصف اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ سے موصوف ہے کہ وہ معاشرہ کے افراد کا ان کی اپنی جانوں سے بڑھ کر محبّ، شفیق، ہمدرد اور ان کی ضرورتوں کی نگہداشت رکھنے والا سرپرست ہے۔ چنانچہ باب نمبر ۱ کے عنوان میں آیت اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا حوالہ دے کر روایت نمبر ۴۷۸۱ میں اس ارشاد باری تعالیٰ کی وضاحت کی گئی ہے اور اس تعلق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔ اسلامی نظام معاشرہ سے تعلق رکھنے والا یہ امتیاز کتنا بڑا ہے جو معاشرۂ اسلامیہ کی صحت و سلامتی کا متکفل ہے اور اس بارے میں اس کا سرپرست اعلیٰ ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ خزانہ بیت المال میں اس سرپرست اعلیٰ یا اس کے جانشین کا حق اتنا ہی ہے جتنا کہ کسی دوسرے فرد کا بلکہ افراد کا حق مقدم رکھا گیا ہے۔

اگر دنیا کے کسی نظام میں یہ بات پائی جاتی ہو تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اس نظام کی بنیاد اسلامی نظام پر قائم ہے خواہ اس نظام کی کوئی شکل بنائی جائے اور اگر اس میں سے یہ بنیادی اصل مفقود ہے تو وہ نظام بہرکیف اسلامی نظام سے یقیناً ادنیٰ ہے۔

بَاب ۲ : اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الأحزاب: ٦)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہی بات اللہ کے نزدیک درست ہے

٤٧٨٢ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ مَوْلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنَّا نَدْعُوْهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ

۴۷۸۲: معلی بن اسد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن مختار نے ہمیں بتایا۔ موسیٰ بن عقبہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: سالم نے مجھے بتایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے، ہم انہیں زید بن محمدؐ ہی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ ...

اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (الأحزاب: ٦).

یعنی ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہی بات اللہ کے نزدیک درست ہے۔

بَاب ۳: فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ (الأحزاب: ٢٤)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دیا اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی

نَحْبَهٗ (الأحزاب: ٦) عَهْدَهُ. اَقْطَارِهَا (الأحزاب: ١٥) جَوَانِبِهَا. الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا لَأَعْطَوْهَا.

نَحْبَهٗ کے معنی ہیں اپنا عہد۔ اَقْطَارِهَا یعنی اُس کی اطراف۔ لَاٰتَوْهَا سے مراد ہے اسے ضرور قبول کر لیں یعنی فتنہ برپا کر دیں۔

٤٧٨٣: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ نُرَى هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ بْنِ النَّضْرِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (الأحزاب: ٢٤).

أطرافه: ٢٨٠٥، ٤٠٤٨۔

۴۷۸۳: محمد بن بشار نے مجھے بتایا کہ محمد بن عبداللہ انصاری نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا۔ ثمامہ (بن عبداللہ بن انس) نے بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ہم یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت انس بن نضرؓ سے متعلق اتری: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ... یعنی مومنوں میں سے ایسے مرد بھی ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دیا ہے۔

٤٧٨٤: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ

۴۷۸۴: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھے بتایا کہ

ثَابِتٍ قَالَ لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُوْرَةِ الْأَحْزَابِ كُنْتُ كَثِيْرًا أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا لَمْ أَجِدْهَا عِنْدَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ (الأحزاب: ٢٤)

حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا: جب ہم نے قرآن کریم کو کتابوں کی شکل میں لکھنا شروع کیا تو سورۃ الاحزاب کی ایک آیت مجھے نہ ملی جو میں رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے اکثر سنا کرتا تھا۔ مجھے یہ آیت کسی کے پاس نہ ملی سوائے خزیمہ انصاریؓ کے۔ وہی جن کی شہادت رسول اللہ ﷺ نے دو شخصوں کی شہادت کے برابر قرار دی ہے (اور وہ آیت یہ ہے:) مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ یعنی مومنوں میں سے ایسے مرد بھی ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دیا ہے۔

أطرافه: ٢٨٠٧، ٤٠٤٩، ٤٦٧٩، ٤٩٨٦، ٤٩٨٨، ٤٩٨٩، ٧١٩١، ٧٤٢٥.

تشریح: **فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ:** اسلامی معاشرہ کو ممتاز کرنے والا تیسرا امتیاز اس کے افراد کی راہنمائی اور اخلاقی حالت کی صحت سے متعلق ہے اور اس کی بنیاد معاہدۂ بیعت اور اطاعت شعاری پر رکھی گئی ہے۔ فرماتا ہے: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ (الأحزاب: ۲۴) مومنوں میں سے بعض ایسے مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو جو انہوں نے اللہ سے قائم کیا سچا کر دکھایا سو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنی نیت پوری کر دی اور اپنی جان تک دے دی اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو انتظار کر رہے ہیں (کہ کب انہیں اپنا عہد پورا کرنے کا موقع ملتا ہے) اور انہوں نے اپنے عہد میں قطعاً کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔ اس آیت سے واضح ہے کہ معاہدۂ بیعت اور اس کے ایفاء میں ان کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہے۔ معاشرۂ اسلامیہ کا یہ وہ امتیاز ہے جو دنیاوی حکومتوں اور ان کے زیر اثر قائم شدہ معاشروں میں سرے سے ہی مفقود ہے۔ والیان حکومت کے مدنظر نہ خالق ہے اور نہ بندگان خالق کا اس سے کسی رابطہ ورشتہ کی صحت واستواری۔ اور اس بات کا فقدان ہی دراصل حکومتوں کی اصلاح حال میں ناکامی کا سبب ہے۔ غالباً بے شمار تلخ تجربوں کے بعد انہیں اس تلخ حقیقت کا اعتراف ہوگا۔

ملک و وطن اور معاشرہ کی حفاظت وسلامتی کے لئے تنخواہ دار سپاہ اور سپاہ سالاروں نے وہ کام نہیں کیا جو بے تنخواہ مجاہدین نے محض اپنے ایمان وعقیدہ اور عہد بیعت میں وفاداری اور اطاعت شعاری کے جذبے سے سرشار

ہو کر کیا ہے۔ یہ مجاہدین دنیاوی اغراض اور نفس پرستی سے بالکل خالی ہو چکے تھے مرد بھی اور عورتیں بھی۔ اس تعلق میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک نفس انسان کے ساتھ ہے یہ امر مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ مشکل بے شک ہو لیکن ناممکن نہیں۔ اسلامی تعلیم کے مدنظر ہیولیٰ نفس کی تبدیلی ہے اور اس نے یہ تبدیلی عملاً کر دکھائی ہے اور اس نے اس تبدیلی سے وہ نہ ختم ہونے والی قوت پیدا کی ہے جس نے مدافعانہ اور جارحانہ دونوں حالات میں دنیا میں ایک ایسا معجزہ دکھایا ہے کہ کسی حکومت کو اس کا دسواں حصہ بھی میسر نہیں ہوا۔

بَاب ٤ : قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (الأحزاب: ٢٩)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اپنی بیویوں سے کہہ کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیاوی سامان دے دوں اور تمہیں عمدگی سے آزاد کر دوں

التَّبَرُّجُ أَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا. سُنَّةَ اللهِ (الأحزاب: ٣٩) اسْتَنَّهَا جَعَلَهَا.

التَّبَرُّج کے معنی ہیں حسن نمائی، (بن سنور کر عورت کا مردوں کے سامنے آنا) اور اپنا حسن دکھانا۔ سُنَّةَ اللهِ وہ طریق جو اللہ نے جاری کیا ہے۔

٤٧٨٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهَا حِيْنَ أَمَرَهُ اللهُ أَنْ يُخَيِّرَ أَزْوَاجَهُ فَبَدَأَ بِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ تَسْتَعْجِلِي حَتَّى

۴۷۸۵: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس آئے، جب اللہ نے آپؐ کو حکم دیا کہ آپؐ اپنی بیویوں کو اختیار دیں اور رسول اللہ ﷺ نے (اس بارے میں) مجھ سے ہی شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات کا ذکر کرنے لگا ہوں۔ جب تک تم اپنے ماں باپ سے

تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ. قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (الأحزاب: ۲۹، ۳۰) إِلَى تَمَامِ الْآيَتَيْنِ. فَقُلْتُ لَهُ فَفِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيْدُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ.

مشورہ نہ کرلو اس میں جلدی نہ کرنا۔ تم پر کوئی مضائقہ نہیں (آزادی سے جو چاہو فیصلہ کرو) اور آپؐ کو علم تھا کہ میرے ماں باپ ایسے نہیں ہیں کہ وہ آپؐ سے علیحدہ ہونے کا مجھے مشورہ دیں۔ کہتی تھیں کہ آپؐ نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ ...[1] پوری دو آیتیں۔ میں نے آپؐ سے پوچھا: میں اپنے ماں باپ سے اس کے متعلق کیا مشورہ لوں، میں تو اللہ اور اس کا رسول اور دارِ آخرت ہی چاہتی ہوں۔

طرفه: ٤٧٨٦۔

تشریح: قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا....: اس عنوان کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا پاک نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنی ازواج کو اختیار دیا کہ دنیا کا عیش وعشرت اور اس کی زیب وزینت تمہاری خواہش ہو تو تمہارا میرے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہیں رہ سکتا لیکن تمام ازواج نے فرداً فرداً یہی جواب دیا کہ انہیں ایسی کوئی خواہش نہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو بہرحال مقدم رکھنا چاہتی ہیں۔ معاشرۂ بشریہ کا وجود مرد وعورت سے ترکیب پاتا ہے۔ اس بارہ میں اسلام کی بنیادی ہدایت یہ ہے کہ اس کے دونوں رکن اپنے تزکیۂ نفس میں اعلیٰ مقام پر ہوں۔ بھلا کونسا دنیوی نظام حکومت ہے جس کے مدنظر خالص یہ امر ہو اور یہ وہ امتیاز ہے جس میں اسلامی نظام معاشرہ یکتا ہے۔

التَّبَرُّجُ أَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا: معنونہ آیت کے علاوہ لفظ تَبَرُّج کی شرح سے آیت وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، پوری آیت ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مالی فائدہ پہنچاؤں اور عمدگی کے ساتھ تمہیں رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے حسنِ عمل کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔“

تَطۡهِيۡرًا○(الأحزاب:۳۴) اور اپنے گھروں کی بود وباش کو لازم رکھو اور زمانہ جاہلیت کی نمائش و آزادی نہ اختیار کرو۔ نماز صحیح طور پر قائم کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ ہر قسم کی گندگی اے اہل بیت تم سے دور کرے اور تم مرد وزن کو پورے طور پر پاک کرے۔ دونوں آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیویوں اور دیگر افراد خاندان کے تزکیہ نفس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ روایت زیر باب میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ نے اس الٰہی ارشاد کی کماحقہ تعمیل فرمائی۔

دوسری آیت میں انہیں اپنے اوقات کا بیشتر حصہ امور خانہ داری کے لئے وقف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور زمانہ جاہلیت کی آزادی سے روکا گیا ہے۔ علاوہ ازیں نماز و زکوۃ اور دیگر احکام شریعت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے کی تلقین ہے۔

تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى کا نمونہ اگر دیکھنا ہو تو آج نا کتخدا خواتین اور دوشیزاؤں کی مادر پدر آزادی، بن سنور کر حالت نیم برہنگی میں آوارگی اور غیر مردوں کے ساتھ حیاسوز خلاملا کی صورت میں دیکھ لی جائے۔ مذکورہ بالا ارشاد کی غرض وغایت یہ بتائی گئی ہے: لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا○ یعنی تزکیہ نفس۔

بَاب ٥: وَاِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ اَجۡرًا عَظِيۡمًا○ (الأحزاب: ٣٠)

اور اگر تم اللہ اور اس کا رسول اور دار آخرت چاہتی ہو تو پھر یقیناً اللہ نے
تم میں سے نیکوکاروں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے

وَقَالَ قَتَادَةُ وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِيۡ بُيُوۡتِكُنَّ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الۡحِكۡمَةِ (الأحزاب: ٣٥) الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ.

اور قتادہ نے کہا: اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہے انہیں مدنظر رکھو (یعنی ان پر عمل کرو)۔ اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل۔

٤٧٨٦: وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ

۴۷۸۶: اور لیث نے کہا: یونس نے مجھ سے کہا: ابن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے مجھے بتایا کہ حضرت

عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا أُمِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيْرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَّا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ. قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ. قَالَتْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا إِلَى اَجْرًا عَظِيْمًا (الأحزاب: ۲۹، ۳۰) قَالَتْ فَقُلْتُ فَفِي أَيِّ هَذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّي أُرِيْدُ اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ. قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ.

عائشہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کہتی تھیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ آپؐ اپنی ازواج کو اختیار دیں تو آپؐ نے مجھ سے ہی شروع کیا اور فرمایا: میں تم سے ایک بات ذکر کرنے لگا ہوں جب تک اپنے ماں باپ سے مشورہ نہ کر لو اس میں جلدی نہ کرنا۔ کوئی مضائقہ نہیں (جو چاہو فیصلہ کرو۔) کہتی تھیں: آپؐ کو یہ علم تھا کہ میرے ماں باپ ایسے نہیں کہ آپؐ سے جدا ہونے کا مجھے مشورہ دیں۔ کہتی تھیں: یہ کہہ کر آپؐ نے فرمایا: اللہ جل ثناءہ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا... اَجْرًا عَظِيْمًا۔[1] کہتی تھیں: میں نے کہا: اس میں کونسی بات ہے کہ جس کے متعلق میں ماں باپ سے مشورہ کروں میں تو اللہ، اس کا رسول اور دارِ آخرت ہی چاہتی ہوں۔ کہتی تھیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج نے بھی وہی جواب دیا جو میں نے دیا تھا۔

تَابَعَهُ مُوْسَى بْنُ أَعْيَنَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ

(لیث کی طرح) موسیٰ بن اعین نے بھی اسے

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مالی فائدہ پہنچاؤں اور عمدگی کے ساتھ تمہیں رخصت کروں۔ اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے حسنِ عمل کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔“

الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو سُفْيَانَ الْمَعْمَرِيُّ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ.

روایت کیا ہے۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زہری سے یہ بات روایت کی۔ انہوں نے کہا ابوسلمہ نے مجھے بتایا۔ اور عبدالرزاق اور ابوسفیان معمری نے معمر سے، معمر نے زہری سے، زہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا۔

طرفہ: ٤٧٨٥۔

تشریح: وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ . . . : یہ باب معاشرۂ اسلامیہ کے سابقہ امتیاز سے ہی متعلق ہے۔ پوری آیت یہ ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ (الأحزاب:۲۹) اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیبائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دے دیتا ہوں اور تمہیں اچھے طریق سے رخصت کر دیتا ہوں۔

سورۃ الاحزاب کی محولہ بالا آیات کے سارے سیاق وسباق میں یہی ایک مرکزی نقطہ ہے یعنی صحت عقیدہ وعمل اور پاکیزہ اخلاق۔ فرماتا ہے: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (الأحزاب: ۳۳) اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بشرطیکہ تم تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ سو تم طریق گفتگو میں ایسا لب ولہجہ نہ اختیار کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ تمہاری نسبت کسی بدخیال کی خواہش کرے اور ایسی بات کہا کرو جو عرف عام میں بھلی ہو۔ اس ارشاد باری تعالیٰ سے ظاہر ہے کہ آپؐ کی بیویوں کی سیرت وکردار کا ایک بے مثل اعلیٰ نمونہ قائم کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کامیاب ہوئے کیونکہ آپؐ نے عزم و قوی ارادے سے اور سنجیدگی وحکیمانہ طریق سے اپنی ہر بیوی کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ وہ اس مثالی کردار کے بغیر آپؐ کی رفیقۂ حیات نہیں بن سکتی۔ اور ازواجِ مطہرات نے وہ قابل تقلید نمونہ دکھایا جو امہات المؤمنین کے شایانِ شان تھا۔

آج اسلامی معاشرہ کی ناکامی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ افرادِ معاشرہ اس اہم ضرورت کی طرف کبھی سنجیدگی کے ساتھ متوجہ نہیں ہوتے نہ عزم واستقلال سے کام لیتے ہیں۔ بحالیکہ خاندان کی اصلاح اور اس کا تزکیہ معاشرہ کے لئے ایسا ضروری امر ہے کہ اس کی صحت وصلاحیت پر ساری قوم کی صحت وصلاحیت کا انحصار ہے۔

امام بخاریؒ نے یہ دو ابواب اسلامی معاشرے کے تیسرے اہم امتیاز کو نمایاں کرنے کی غرض سے قائم کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونے سے اسی ضرورت حقہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

بَاب ٦ : وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ (الأحزاب: ٣٨)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور تو اپنے دل میں وہ (اندیشے) چھپائے ہوئے تھا جنہیں اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تجھے لوگوں کا بھی اندیشہ تھا بحالیکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس کا پاس رکھے

٤٧٨٧ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيْمِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ (الأحزاب: ٣٨) نَزَلَتْ فِي شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ.

۴۷۸۷: محمد بن عبد الرحیم نے ہم سے بیان کیا کہ معلی بن منصور نے ہمیں بتایا۔ حماد بن زید سے روایت ہے کہ ثابت نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیت وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ یعنی اور تو اپنے نفس میں وہ بات چھپاتا ہے جو اللہ ظاہر کرنے والا ہے، حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے متعلق نازل ہوئی۔

طرفه: ٧٤٢٠۔

تشریح: وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ: اس باب کا تعلق بھی خاندانی اصلاح سے ہے۔ یہ آیت ایجاز بلیغ پر مشتمل ہے تاوقتیکہ واقعاتی پس منظر نہ بتایا جائے اس کا مفہوم واضح نہ ہوگا۔ عرب کیا بلکہ تمام اقوام عالم میں شریف زادوں کا شریف زادیوں سے نکاح کیا جاتا تھا اور اب تک یہی دستور ہے۔ لیکن شرافت کا معیار بالعموم حسب و نسب اور دولت وجاہ ہوتا ہے اور اسی ایک معیار سے ادنیٰ و اعلیٰ میں فرق کیا جاتا ہے۔ عربوں کے ہاں غلام و لونڈی ادنیٰ طبقۂ معاشرہ سمجھا جاتا تھا اور ان کے نزدیک غلام، لونڈی کا نکاح آزاد انسانوں سے جو احرار کہلاتے تھے قطعاً حرام سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے شرافت کا یہ معیار سرے سے نظر انداز کر دیا اور اس کی جگہ تقوی اللہ، حسن عقیدہ اور صحت کردار کو اصل معیار قرار دیا۔ یہ معیار کسی طبقۂ بشریہ میں پایا جائے وہ اسلام کے نزدیک شریف کہلانے کا مستحق ہے اور معاشرۂ اسلامیہ میں اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنے میں قطعاً کوئی روک نہیں۔

کتاب المغازی میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے نکاح پر اپنا سارا مال و منال

آپؐ کے سپرد کر دیا تھا اس میں ایک غلام حضرت زید بن حارثہؓ بھی تھے۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ کو آزاد کر دیا اور مال مسکینوں و محتاجوں میں تقسیم کر دیا (دیکھئے کتاب المغازی باب ۴۲) آپؐ کو حضرت زید بن حارثہؓ سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ نے سابقہ دستور کے مطابق انہیں اپنا متبنیٰ بنالیا یعنی منہ بولا بیٹا۔ یہ ان کے لئے بڑی عزت تھی اور ان کی یہاں تک عزت افزائی فرمائی کہ ان کا نکاح بھی اپنے خاندان میں حضرت زینب بنت جحشؓ سے کروا دیا۔ جن کی والدہ اُمیمہ عالی نسب عبدالمطلب کی بیٹی تھیں یعنی آپؐ کی پھوپھی کی بیٹی۔ خاندان کے افراد آپؐ کی تجویز سے متفق نہ تھے اور خود حضرت زینبؓ بھی معترض تھیں لیکن آپؐ کا اپنے خاندان میں اس قدر وقار تھا کہ آخر وہ راضی ہو گئے لیکن ان دونوں کے ازدواجی تعلقات استوار نہ رہے۔ حضرت زینبؓ اپنے مزاج میں تیز تھیں اور انہیں اپنی خاندانی عزت کا بہت بڑا احساس تھا۔ اس صورت حال سے گھر کا سکون اٹھ گیا جو گھریلو زندگی کے لئے ضروری شے ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے روزمرہ کی تلخ کلامی سے نجات اسی میں سمجھی کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائیں۔ اس سے جو صدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خاندان کے دیگر افراد کو ہو سکتا تھا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں غیروں کا ہنسی مذاق اور نیش زنی مزید برآں۔

علاوہ ازیں متبنیٰ کی بیوی چونکہ بہو سمجھی جاتی تھی۔ عربوں میں ایسی بہو سے نکاح حرام سمجھا جاتا تھا۔ طلاق واقع ہونے کی صورت میں اس کا خیال تک نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ منہ بولا رشتہ حقیقی نہیں بلکہ غیر طبعی ہے اور اس بارے میں زمانۂ جاہلیت کے رسم و رواج گو اصلاح طلب تھے لیکن حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ کے ازدواجی تعلقات میں رخنہ پیدا ہونے کی وجہ سے ایک بہت ہی ناخوشگوار صورت پیدا ہو چکی تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر اور بے فکر نہیں رہ سکتے تھے۔ اپنوں اور غیروں دونوں کی ٹھوکر اور چہ میگوئیوں سے متعلق اندیشہ تھا جو آپؐ کے دل کو گداز کر رہا تھا۔ باب ۶ کی معنونہ آیت کا یہ واقعاتی پس منظر ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ یہ ہے: وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○ (الأحزاب:۳۸) اور جب تو اس شخص سے کہتا تھا جسے اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا اور تو نے بھی اسے نوازا، اپنی بیوی اپنے پاس رکھ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کر اور اپنے دل میں وہ (اندیشے) چھپائے ہوئے تھا جنہیں اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تجھے لوگوں کا بھی اندیشہ تھا بحالیکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس کا پاس رکھے۔ سو جب زید نے اپنی بیوی کے بارے میں اپنی خواہش پوری کرلی (یعنی طلاق دے دی) ہم نے اس کا تجھ سے بیاہ کر دیا تاکہ مومنوں پر اپنے اپنے لے پالکوں کی بیویوں سے نکاح کرنے کے بارے میں کوئی روک نہ رہے، جب وہ انہیں طلاق دے دیں۔ اور اللہ کے فیصلے نے بہر حال پورا ہونا تھا۔ آیت وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ سے یہ غلط مفہوم سمجھا گیا ہے کہ آپؐ حضرت زینب بنت جحشؓ سے

نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور یہ ارادہ آپؐ نے اپنے نفس میں پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ کیونکہ سابقہ دستور کے مطابق اور کسی نئے حکم کے نازل نہ ہونے کی صورت میں آپؐ کا اس طرف خیال جا ہی نہیں سکتا تھا۔ بلکہ مندرجہ ذیل اندیشے تھے جن سے آپؐ پریشان تھے اور ضبط سے کام لے رہے تھے۔

۱۔ اپنے خاندان میں فتنہ وفساد پیدا ہونے کا اندیشہ۔

۲۔ یہ اندیشہ کہ اس رشتہ کے تجویز کرنے میں دور اندیشی سے کام نہیں لیا گیا۔

۳۔ ایک نبی کے ذریعہ سے کیا ہوا رشتہ ناکام ہونے کا اندیشہ۔

۴۔ اپنی پھوپھی زادی کے مطلقہ ہونے کی صورت میں اس کے مآل و مستقبل اور اس کے ابتلاء کی نسبت اندیشہ و فکر۔

۵۔ شریف زادی آزاد خاتون کا نکاح خلاف دستور غلام زادے سے کیا گیا جس سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہونے کا اندیشہ۔

یہ وہ اندیشے تھے جن سے آپؐ بے چین تھے۔ اللہ تعالیٰ ان اندیشوں کے دور کرنے کا وعدہ اس آیت میں فرماتا ہے۔ مذکورہ بالا اندیشوں کا طبعی علاج ان کے اظہار و ازالہ ہی میں تھا جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے وَ تَخْشَى النَّاسَ میں بھی انہیں اندیشوں کا ذکر ہے۔ مذکورہ بالا ناگوار صورت حال میں آپؐ کی یہی کوشش تھی کہ طلاق واقع نہ ہو بلکہ دونوں میاں بیوی کا گھر آباد و شاداب رہے۔ آپؐ کی اس کوشش کا ذکر آیت اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ میں کیا گیا ہے۔ اس سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ اپنے متبنّٰی کی بیوی سے اپنا نکاح ہو یہ خیال دور از واقعات ہے۔ عربی اسلوب بیان کے مطابق الفاظ میں غایت درجہ اختصار ہے اور اس ایجاز بلیغ میں مذکورہ بالا واقعات سموئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے: وَ تَخْشَى النَّاسَ کہ تجھے لوگوں کے طعن و تشنیع کا اندیشہ اور اس بات کا تجھے فکر ہے کہ خاندان میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ اس آیت سے نیز آیت الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ درپردہ نہیں چاہتے تھے کہ حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ سے آپؐ کا نکاح ہو اور آپؐ کو حکماً اس پر آمادہ کیا گیا۔ اس الٰہی فیصلے پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا، جس کا فیصلہ جناب الٰہی میں قرار پا چکا تھا۔ زَوَّجْنٰكَهَا سے یہ مراد نہیں کہ کوئی آسمان پر جبرائیل وغیرہ کے ذریعہ سے نکاح پڑھا گیا۔ اس نکاح سے تقدیر الٰہی مراد ہے جو عند اللہ قرار پا چکی تھی۔ آیت تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ کا غلط مفہوم سمجھنے سے سارا سیاق کلام ہی بگڑ جاتا ہے اور جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے وہ شروع سے لے کر آخر تک اپنے سیاق کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ جس آیت سے ہم نے استدلال کیا ہے کہ آپؐ درپردہ حضرت زینبؓ سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے پوری یہ ہے: الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○ (الأحزاب: ۴۰) جو لوگ اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور اس کا پاس رکھتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے اندیشہ نہیں کرتے اور اللہ ہی بطور محاسب کافی ہے۔ جب یہ تاکیدی حکم نازل ہوا اور متبنّٰی کا رشتہ غیر حقیقی قرار دیا گیا اور

ایسی بہو سے رشتے کی حرمت باطل ٹھہرائی گئی تو آپؐ نے زَوَّجْنٰكَهَا کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مشیت کو مقدم رکھنا اور اس کی تعمیل کرنا ضروری سمجھا اور بغیر ادنیٰ تردّد اور خوف طعن و تشنیع اس کی تعمیل کی۔ اسی طرح آپؐ نے منصب رسالت کا فرض ادا کیا۔

غرض اصلاح حال کے بارے میں یہی الٰہی تقدیر تھی۔ جو بات ناحق ہو، اس میں کاری ضرب لگائی جائے اور ازدواجی تعلقات میں جو معیار حسب و نسب اور نشیب و فراز کا قائم تھا اسے منسوخ کر کے اس کی جگہ معیار تقویٰ اللہ کو مقدم رکھا گیا جس سے رفتہ رفتہ اسلامی معاشرے میں اونچ نیچ کی تمیز مٹا کر اسے ایک سطح پر استوار کیا گیا اور اس کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔ جس کے شیریں ثمرات بعد میں ظاہر ہوئے۔ عَلَيْهِ صَلَوٰتُ اللهِ وَبَرَكَاتُه۔

مذکورہ بالا واقعہ سے امت کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ خاندانی تعلقات کی صحت و استواری معاشرہ کی صحت و سلامتی اور اس کی ترقی کے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں رخنہ پیدا کرنے والے اسباب کا فوری ازالہ ضروری ہے۔ عموماً لوگ اس بارے میں اسی طرح تساہل سے کام لیتے ہیں جس طرح افراد خاندان کی صحیح تربیت سے غفلت برتتے ہیں اور اس غفلت و تساہل سے درحقیقت اپنے نفسوں اور اپنی قوم سے خیانت کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اسلامی معاشرہ کا تیسرا امتیاز جو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ درحقیقت باب ۶ کا بھی تعلق اس امتیاز سے ہے جسے واضح کرنے کے لئے یہ سارے باب قائم کر کے متعلقہ روایات کو بار بار دہرایا ہے تا اصل مقصد ذہن نشین ہو۔ اس تعلق میں مزید ہدایات سورۃ الاحزاب کی باقی آیات اور تفسیر سورۃ النور اور کتاب النکاح میں اپنے موقع و محل پر بیان ہوں گی۔

بَاب ۷: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ۭ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الأحزاب: ۵۲)

(اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:) ان (بیویوں) میں سے جسے تو چاہے مہلت دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھے اور ان میں سے جنہیں چاہے تو الگ کر دے تجھ پر کوئی مضائقہ نہیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تُرْجِيْ (الأحزاب: ۵۲) تُؤَخِّرُ. اَرْجِهْ (الأعراف: ۱۱۲) أَخِّرْهُ.

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تُرْجِيْ کے معنی ہیں جس کا فیصلہ تو پیچھے ڈال دے (اور سورۃ الاعراف میں جو اَرْجِهْ وَاَخَاهُ ہے تو وہاں بھی) اَرْجِهْ کے معنی ہیں ڈھیل دے۔

٤٧٨٨ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقُوْلُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الأحزاب: ٥٢) قُلْتُ مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ.

طرفہ: ٥١١٣۔

۴۷۸۸: زکریا بن یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ ابواُسامہ نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام نے ہمیں بتایا، کہا: ان کے باپ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی تھیں: میں ان عورتوں سے غیرت کھاتی تھی جنہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور میں کہتی: کیا عورت اپنے آپ کو پیش کرے؟ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ۔ یعنی ان (بیویوں) میں سے جسے تو چاہے مہلت دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھے اور ان میں سے جنہیں چاہے تو الگ کر دے تجھ پر کوئی مضائقہ نہیں۔ میں نے کہا: میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپؐ کی خواہش جلدی سے پورا کر دیتا ہے۔

٤٧٨٩ : حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَأْذِنُ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ

۴۷۸۹: حبان بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ عاصم احول نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معاذہ سے، معاذہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آیت تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ... نازل ہونے کے بعد

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ (الأحزاب: ٥٢) فَقُلْتُ لَهَا مَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ قَالَتْ كُنْتُ أَقُوْلُ لَهُ إِنْ كَانَ ذَالِكَ إِلَيَّ فَإِنِّي لَا أُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنْ أُوْثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا. تَابَعَهُ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ سَمِعَ عَاصِمًا.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کسی زوجہ کی باری کے دن اجازت مانگا کرتے تھے۔ (معاذہ کہتے تھے:) میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: آپ کیا کہا کرتی تھیں ؟ کہتی تھی: میں آپؐ سے یہ کہتی: اگر میں نے ہی اس کا فیصلہ کرنا ہے تو پھر یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتی کہ میں کسی دوسری کو آپؐ کے لئے مقدم کروں۔ (عبد اللہ بن مبارک کی طرح) یہ بات عباد بن عباد نے بھی بیان کی۔ انہوں نے عاصم سے سنی۔

تشریح: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ . . . : یعنی اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہے تو مہلت دے اور جس کو چاہے اپنے پاس رکھے اور جنہیں چاہے تو الگ کر دے، اس بات کی وجہ سے تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ عنوان باب میں حضرت ابن عباسؓ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کیا ہے۔ اس حوالے سے آیت کے غلط مفہوم کا ازالہ کرنا مقصود ہے۔ بعض نے یہ سمجھا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے کہ جن عورتوں سے آپؐ چاہیں نکاح کریں۔ آپؐ پر اس بارہ میں کوئی پابندی نہیں۔ یہ مفہوم نص صریح کے قطعاً خلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے تُرْجِيْ کے معنی تُؤَخِّرُ بتائے ہیں اور اس کی تائید میں سورۃ الأعراف کی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے جو یہ ہے: قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ (الأعراف: ۱۱۲) انہوں نے کہا: موسیٰ اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور تمام شہروں میں ڈھنڈورچی بھیج دے (جو جادوگروں کو اکٹھا کریں) ان معنوں کی رو سے معنونہ آیت کا سیدھا سادھا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح آپؐ کی بیویوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دو باتوں میں سے ایک بات اپنے لئے پسند کرلیں، آپؐ کی جس کے لئے کڑی شرط تقوی اللہ اور تزکیۂ نفس ہے یا دنیا کی عیش و عشرت و زیب و زینت۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اختیار دیا گیا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس بیوی کو اس شرط پر صحیح اترتی نہ پائیں اسے الگ کر دیں اور جسے چاہیں اپنی رفیقۂ حیات بنائیں۔ تفسیر صغیر کے حاشیہ میں امر واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بالفعل آپؐ نے اپنی کسی بیوی کو الگ نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آپؐ کی نیک بیویوں نے اپنے تقویٰ اور اطاعت شعاری کا ثبوت بہم پہنچا دیا تھا جو آپؐ کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھا۔ خود یہی تیز مزاج حضرت زینب بنت جحشؓ آپؐ کی تربیت میں اعلیٰ درجے کی تقویٰ شعار، احکام الٰہی کی بجا آوری میں قابل رشک، صدقات و خیرات میں فراخ دل، صلہ رحمی کا خاص

طور پر اہتمام رکھنے والی خاتون تھیں۔ اس تعلق میں خود حضرت عائشہؓ کی شہادت ہے کہ انہیں حضرت زینبؓ پر ان کی خوبیوں پر رشک آتا تھا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج امہات المؤمنین قرار دی گئی ہیں اور ان کے اسوۂ حسنہ میں ہمارے لئے اپنے خاندان کی اصلاح و تزکیہ نفس میں یہ سبق آموز نمونہ ہے کہ اگر ہم پختہ عزم و قوی ارادہ سے عمل پیرا ہوں تو اپنے معاشرہ کی صحت و اصلاح کے بارے میں ایک اہم خدمت بجالا سکتے ہیں جو معاشرہ اہتمام تربیت سے ترکیب پائے گا، اس کے افراد کے اوصاف حمیدہ آیت نمبر ۳۶ میں مفصل بیان ہوئے ہیں۔ بوجہ طوالت یہاں درج نہیں کی جاتی۔ قارئین اسے سورۃ الأحزاب میں غور سے دیکھیں۔ یہ اوصاف تعداد میں دس ہیں اور جنہیں اگر اپنایا جائے تو بلا مبالغہ معاشرہ اسلامیہ تمام دیگر معاشروں سے ممتاز و بے مثل نظر آئے گا۔ باب ۷ کی معنونہ آیت مع ترجمہ یہ ہے: تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَ لَا يَحْزَنَّ وَ يَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ○ (الأحزاب: ۵۲) تو ان بیویوں میں سے جسے چاہے مہلت دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھے اور ان میں سے جسے چاہے الگ کر دے تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ امر اس بات کے زیادہ قریب ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور غم نہ کریں جو کچھ تو نے انہیں دیا ہے اس پر وہ سب راضی ہو جائیں۔ اور اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ علیم و حلیم ہے۔ اس آیت سے جس عدم پابندی کے بارے میں غلط استنباط کیا گیا ہے اس سے اگلی آیت میں اس کا ردّ موجود ہے۔ فرماتا ہے: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ○ (الأحزاب: ۵۳) اس کے بعد تیرے لئے عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں اور نہ اس امر کی کہ موجودہ بیویوں کے بدلے میں دوسری بیویاں کی جائیں۔ خواہ ان کا حسن تجھے کتنا ہی پسند کیوں نہ ہو سوائے ملک یمین عورت کے یعنی جس کا بحیثیت لونڈی تو مالک ہو۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب نگران ہے۔ اس آیت میں ملک یمین عورت کی جو استثناء کی گئی ہے اس استثنائی اجازت سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ مذکورہ بالا تینوں باتیں غلط مفہوم کو باطل ثابت کرتی ہیں۔ (اس تعلق میں دیکھئے تفسیر صغیر سورۃ الاحزاب حواشی آیات نمبر ۵۲، ۵۳) یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب استثنائی حالت سے فائدہ نہیں اٹھانا تھا تو آیت میں اس کا ذکر کیوں؟ اس کا جواب عنقریب آئے گا۔

---

[1] (مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل عائشة، روایت نمبر ۸۳)

بَاب ۸: لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ

إِلَّآ أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِنٰـهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ أَنْ تَنْكِحُوْٓا أَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ○ (الأحزاب: ٥٤)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اے وے جو ایمان لائے ہو) نبی کے گھروں میں مت جاؤ بجز اس کے کہ کھانے کے لئے اندر آنے کی تمہیں اجازت دی جائے۔ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت اندر آؤ۔ جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں مزہ لینے نہ لگ جاؤ۔ یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے (اس کے اظہار پر) شرماتا ہے اور اللہ حق سے نہیں شرماتا، اور اگر ان (بیویوں) سے کوئی سامان مانگنا ہو تو پسِ پردہ مانگو۔ یہ طریق تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور تمہیں نہیں چاہیے کہ رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ کبھی اس کے بعد اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے۔

يُقَالُ إِنٰـهُ (الأحزاب: ٥٤) إِدْرَاكُهُ. أَنَى يَأْنِي أَنَاةً. لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا (الأحزاب: ٦٤) إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ قَرِيْبَةً وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلًا وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى.

إِنٰـهُ کے معنی ہیں کھانے کا پکنا۔ أَنَى يَأْنِي أَنَاةً سے ہے۔ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ہو سکتا ہے کہ وہ گھڑی قریب ہی ہو۔ (السَّاعَةَ مؤنث ہے۔ قریب مذکر ہے۔) مؤنث کی صفت قَرِيْبَة ہوتی ہے مگر جب اسم ظرف ہو یا اسم بدل اور اس سے صفت مراد نہ ہو تو مؤنث کی ھاء گرا دی جاتی ہے۔ جیسے اسی آیت میں ہے اور اس طرح یہ لفظ (قَرِيْب) مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث سب کے لئے ایک ہی ہے۔

٤٧٩٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ الْحِجَابِ.

أطرافه: ٤٠٢، ٤٤٨٣، ٤٩١٦.

۴۷۹۰: مسدد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحیٰی (بن سعید قطان) سے، یحیٰی نے حمید (طویل) سے، حمید نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کے پاس بھلے بُرے (آدمی) آتے ہیں تو اگر آپؐ امہات المؤمنین کو پردہ کرنے کے لئے فرمائیں (تو مناسب ہوگا۔) پھر اللہ نے حجاب کی آیت نازل کی۔

٤٧٩١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُوْلُ حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ ابْنَةَ جَحْشٍ دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا يَتَحَدَّثُونَ وَإِذَا هُوَ يَتَأَهَّبُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوْا فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَدْخُلَ فَإِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ إِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقْتُ فَجِئْتُ فَأَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۷۹۱: محمد بن عبداللہ رقاشی نے ہم سے بیان کیا کہ معتمر بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے اپنے باپ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: ابومجلز نے ہمیں بتایا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی کی۔ تو لوگوں کو دعوت دی۔ انہوں نے کھانا کھایا اور پھر وہ بیٹھے باتیں کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اٹھنا چاہتے ہیں مگر لوگ نہ اٹھے۔ جب آپؐ نے یہ دیکھا تو آپؐ کھڑے ہوگئے۔ جب آپؐ کھڑے ہوئے تو لوگ اٹھ کر چلے گئے اور تین آدمی بیٹھے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے کہ اندر جائیں

أَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا فَجَاءَ حَتَّى دَخَلَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ فَأَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (الأحزاب: ٥٤) الْآيَةَ.

مگر کیا دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بیٹھے ہیں۔ آخر وہ اٹھ کر چلے گئے اور میں بھی چلا اور جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ چلے گئے ہیں آپؐ آئے اور اندر گئے۔ میں بھی اندر جانے لگا تو نبی ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ نے یہ وحی نازل کی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ ۔ یعنی اے وے جو ایمان لائے ہو نبی کے گھروں میں مت جاؤ...

أطرافه: ٤٧٩٢، ٤٧٩٣، ٤٧٩٤، ٥١٥٤، ٥١٦٣، ٥١٦٦، ٥١٦٨، ٥١٧٠، ٥١٧١، ٥٤٦٦، ٦٢٣٨، ٦٢٣٩، ٦٢٧١، ٧٤٢١-

٤٧٩٢: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِهَذِهِ الْآيَةِ آيَةِ الْحِجَابِ لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ مَعَهُ فِي الْبَيْتِ صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا الْقَوْمَ فَقَعَدُوْا يَتَحَدَّثُونَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُوْدٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ إِلَى

۴۷۹۲: سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے ابوقلابہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالکؓ نے کہا: میں اس آیت کی بابت تمام لوگوں سے بڑھ کر جانتا ہوں یعنی حجاب کی آیت (کے متعلق)۔ جب حضرت زینبؓ (بوقت رخصتانہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئیں تو وہ آپؐ کے ساتھ ہی گھر میں تھیں۔ آپؐ نے کھانا تیار کروایا اور لوگوں کو دعوت دی۔ وہ (کھانا کھا کر) بیٹھے رہے، باتیں کرتے رہے۔ نبی ﷺ باہر جاتے اور پھر واپس آتے مگر دیکھتے کہ وہ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ... مِنْ وَّرَآءِ

قَوْلِهِ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الأحزاب: ٥٤) فَضُرِبَ الْحِجَابُ وَقَامَ الْقَوْمُ.

حِجَابٍ تک۔ یعنی اے وے جو ایمان لائے ہو نبی کے گھروں میں مت جاؤ بجز اس کے کہ کھانے کے لئے اندر آنے کی تمہیں اجازت دی جائے۔ اس کے پکنے کا انتظار نہ کرتے رہو۔ لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اس وقت اندر آؤ۔ جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں مزہ لینے نہ لگ جاؤ۔ یہ بات نبیؐ کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم سے (اس کے اظہار پر) شرماتا ہے اور اللہ حق سے نہیں شرماتا۔ اور اگر ان (بیویوں) سے کوئی سامان مانگنا ہو تو پسِ پردہ مانگو۔ چنانچہ پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

أطرافه: ٤٧٩١، ٤٧٩٣، ٤٧٩٤، ٥١٥٤، ٥١٦٣، ٥١٦٦، ٥١٦٨، ٥١٧٠، ٥١٧١، ٥٤٦٦، ٦٢٣٨، ٦٢٣٩، ٦٢٧١، ٧٤٢١-

٤٧٩٣: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا فَيَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ فَدَعَوْتُ حَتَّى مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ مَا أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوْهُ فَقَالَ فَارْفَعُوْا طَعَامَكُمْ وَبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ

۴۷۹۳: ابو معمر نے ہمیں بتایا کہ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالعزیز بن صہیب نے ہمیں بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی کی تو روٹی اور گوشت سے ولیمہ کیا گیا اور کھانے پر بلانے کے لیے مجھے بھیجا۔ کچھ لوگ آتے اور وہ کھا کر چلے جاتے پھر کچھ لوگ آتے اور وہ کھا کر چلے جاتے۔ میں نے سب کو بلایا یہاں تک کہ میں نے کسی کو نہ پایا کہ جسے بلاتا۔ میں نے کہا: یا نبی اللہ! میں کوئی شخص نہیں پاتا جسے بلاؤں۔

يَتَحَدَّثُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَتْ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ. فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ يَقُوْلُ لَهُنَّ كَمَا يَقُوْلُ لِعَائِشَةَ وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ. ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا ثَلَاثَةٌ مِنْ رَهْطٍ فِي الْبَيْتِ يَتَحَدَّثُوْنَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَدِيْدَ الْحَيَاءِ فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَمَا أَدْرِي آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوْا فَرَجَعَ حَتَّى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرَى خَارِجَةً أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ.

آپؐ نے فرمایا: کھانا اٹھا لو۔ اور تین شخص گھر میں رہ گئے جو باتیں کر رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف گئے اور فرمایا: اے اہل بیت! تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت۔ حضرت عائشہؓ نے (جواب میں) کہا: آپؐ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت۔ آپؐ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا ہے؟ اللہ آپؐ کو مبارک کرے۔ غرض آپؐ اسی طرح اپنی تمام ازواج کے حجروں میں یکے بعد دیگرے گئے ان سے وہی بات کہتے جو حضرت عائشہؓ سے کہی۔ وہ ازواج بھی وہی جواب دیتیں جو حضرت عائشہؓ نے دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی تین آدمی گھر میں باتیں کر رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی شرمیلے تھے آپؐ پھر حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف چلے گئے۔ میں نہیں جانتا آیا میں نے آپؐ کو خبر دی یا کسی اور نے کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپؐ واپس آئے۔ جب آپؐ نے دروازے کی دہلیز میں ایک پاؤں رکھا دوسرا ابھی باہر تھا تو آپؐ نے پردہ میرے اور اپنے درمیان ڈال دیا اور حجاب کی آیت نازل ہوئی۔

أطرافه: ٤٧٩١، ٤٧٩٢، ٤٧٩٤، ٥١٥٤، ٥١٦٣، ٥١٦٦، ٥١٦٨، ٥١٧٠، ٥١٧١، ٥٤٦٦، ٦٢٣٨، ٦٢٣٩، ٦٢٧١، ٧٤٢١۔

٤٧٩٤ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنَى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حُجَرِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ صَبِيْحَةَ بِنَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَدْعُوْ لَهُنَّ وَيُسَلِّمْنَ عَلَيْهِ وَيَدْعُونَ لَهُ. فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ رَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الْحَدِيْثُ فَلَمَّا رَآهُمَا رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ بِخُرُوجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ فَرَجَعَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأُنْزِلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ.

۴۷۹۴: اسحاق بن منصور نے ہمیں بتایا۔ عبداللہ بن بکر سہمی نے ہمیں خبر دی کہ حمید نے ہمیں بتایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: جب حضرت زینبؓ بنت جحش کا رخصتانہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ کیا اور لوگوں کو روٹی اور گوشت پیٹ بھر کر کھلایا۔ پھر آپؐ امہات المومنین کے حجروں کی طرف گئے جیسا کہ آپؐ رخصتانے کی صبح میں کیا کرتے تھے یعنی ان کے پاس جاکر انہیں سلام کہتے اور ان کے لئے دعا فرماتے۔ وہ بھی آپؐ کو سلام کہتیں اور آپؐ کے لئے دعا کرتیں۔ جب آپؐ اپنے گھر میں لوٹے تو آپؐ نے دو آدمی دیکھے کہ ان کی باتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ جب آپؐ نے ان کو دیکھا تو گھر سے واپس چلے گئے۔ جب ان دونوں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے لوٹ گئے ہیں تو وہ جلدی سے اٹھ کر چلے گئے۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے آپؐ کو ان کے جانے کی خبر دی یا کسی اور نے۔ (یہ سن کر) آپؐ واپس آئے اور گھر میں گئے اور میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ نے حجاب کی آیت نازل کی۔

وَقَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ

اور ابن ابی مریم نے کہا کہ یحيٰ (بن ایوب) نے ہمیں بتایا، (کہا:) حمید نے مجھ سے بیان کیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا۔ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات مرفوعاً بیان کی۔

أطرافه: ٤٧٩١، ٤٧٩٢، ٤٧٩٣، ٥١٥٤، ٥١٦٣، ٥١٦٦، ٥١٦٨، ٥١٧٠، ٥١٧١، ٥٤٦٦، ٦٢٣٨، ٦٢٣٩، ٦٢٧١، ٧٤٢١۔

٤٧٩٥: حَدَّثَنِي زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَمَا ضُرِبَ الْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيْمَةً لَا تَخْفَى عَلَى مَنْ يَّعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا سَوْدَةُ أَمَا وَاللّٰهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ. قَالَتْ فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ.

۴۷۹۵: زکریا بن یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابواُسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: پردہ کا حکم ہونے کے بعد حضرت سودہؓ اپنی حاجت کے لئے باہر گئیں اور وہ جسیم عورت تھیں جو انہیں جانتا اس سے پوشیدہ نہ رہتیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان کو دیکھ لیا اور کہا دیکھو سودہؓ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے چھپ نہیں سکتیں۔ اب دیکھیں آپ کیونکر نکلیں گی۔ کہتی تھیں: یہ سن کر حضرت سودہؓ لوٹ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی۔ حضرت سودہؓ اندر آئیں اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں کسی حاجت کے لئے باہر گئی تھی تو عمرؓ نے مجھ سے یوں کہا۔ کہتی تھیں: اللہ نے آپؐ پر وحی کی۔ جب (حالت وحی) آپؐ سے موقوف ہوئی اور وہ ہڈی آپؐ کے ہاتھ میں تھی، آپؐ نے اسے نہیں رکھا اور فرمایا: تم (عورتوں) کو تو اجازت دے دی گئی ہے کہ اپنی ضرورت کے لئے نکلا کریں۔

أطرافه: ١٤٦، ١٤٧، ٥٢٣٧، ٦٢٤٠۔

تشریح: لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ ....: معنونہ آیت میں معاشرہ کی صحت و سلامتی کے بارے میں ایک اور ضروری ہدایت کا ذکر ہے۔ جس طرح عورتوں کو تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى سے منع کیا گیا ہے اس کے بالمقابل نامحرم مردوں کو بھی ہدایت ہے کہ وہ بلا اجازت گھروں میں داخل نہ ہوں۔ اس باب کے تحت روایت نمبر ۴۷۹۱ میں حضرت زینب بنت جحشؓ کے ولیمہ کا ذکر ہے۔ زَوَّجْنٰكَهَا (الأحزاب:۳۸) سے غلط طور پر سمجھا گیا ہے کہ آپؐ کا نکاح آسمان پر جبرائیل کے ذریعہ سے پڑھا گیا تھا بحالیکہ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے اس میں مشیت و تقدیر الٰہی کا ذکر ہے جس پر حصہ آیت وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا دلالت کرتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت زینبؓ سے نکاح شریعت کے مطابق ان کے حقیقی بھائی ابو احمد بن جحش کی ولایت میں چار سو درہم مہر پر پڑھا گیا تھا[1] اور باقاعدہ ولیمہ کیا گیا جس کا ذکر کتاب النکاح (روایت نمبر ۵۱۶۶) میں بھی ہے۔ بخاری اور مسلم[2] دونوں کی روایتوں میں یہ واقعہ مذکور ہے اور مؤرخین کو بھی یہ واقعہ تسلیم ہے۔[3]

باب ۸ کی معنونہ آیت میں بغیر اجازت اندر آنے کی جہاں ممانعت ہے وہاں پس پردہ رہتے ہوئے سامان وغیرہ طلب کرنے کا ارشاد ہے اور دعوت سے فارغ ہونے پر گھر میں بیٹھے رہنے اور باتوں میں مشغول ہونے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قبل از وقت آنے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرنے سے بھی روکا گیا ہے اور ہر غیر مہذبانہ حرکت سے بچنے کی ہدایت ہے جس سے صاحب خانہ کے جذبات مجروح ہوں۔ یہ پانچوں باتیں تہذیب اخلاق سے متعلق ہیں۔ اسلامی تعلیم کی ایک ایک شق ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہے۔ اس میں احتمالات تک کا سد باب کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے یہی آیت دیکھ لی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودہ بیویوں میں سے نہ کسی کو طلاق دی نہ کسی آزاد عورت یا لونڈی سے شادی کی لیکن باوجود اس کے فرمایا کہ آپؐ کی مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنا مناسب نہیں۔ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا۔ ظاہر ہے کہ آپؐ کی بیویوں سے نکاح کی صورت تبھی ہو سکتی ہے کہ آپؐ ان میں سے کسی کو طلاق دیں۔ عقد نکاح میں رہتے ہوئے تو امہات المؤمنین چھوڑ کسی شخص کی بیوی سے بھی بحالت عقد نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ اس طرح کی احتمالی صورت ہے جس کی ایک مثال آیت نمبر ۵۳ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ... میں گزر چکی ہے۔ آپؐ کی بیویوں سے نکاح کئے جانے کی ممانعت آپؐ کی وفات کے بعد بھی قائم تھی اور اس ممانعت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے روحانی باپ قرار دیئے گئے ہیں اور آپؐ کی بیویاں امہات المومنین۔ ایسی حالت میں افراد امت کا اپنی روحانی ماؤں سے نکاح کا خیال آپؐ کے اور آپؐ کی بیویوں کے روحانی مقام عزت و احترام کے خلاف ہے۔ آیت اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا میں یہی وجہ بیان کی گئی ہے۔

---

[1] (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر أزواجه ﷺ، زواجه بزينب بنت جحش، جزء ۲ صفحہ ۶۴۴)

[2] (مسلم، کتاب النكاح، باب زواج زينب بنت جحش ونزول الحجاب...)

[3] (الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ذكر أزواج رسول الله ﷺ، زينب بنت جحش، جزء ۸ صفحہ ۸۳)

روایت نمبر ۴۷۹۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حالات کی وجہ سے پردہ کی ضرورت کے بارہ میں احساس پیدا ہو چکا تھا۔ باب کی باقی روایات میں مذکورہ بالا پانچ خلاف تہذیب باتوں ہی کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ معاشرہ اسلامیہ کی صحت و سلامتی کو محفوظ رکھنے کی غرض سے پردے کا حکم نازل ہوا ہے جس سے آیت نمبر ۵۶ میں بعض اقرباء مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔ حضرت زینبؓ کا واقعہ اسلامی پردے کے لئے بھی بطور تمہید مبارک ثابت ہوا۔ پردے کی نسبت تفصیلی حکم سورۃ النور میں ہے اور اپنے موقع پر اس کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

بَاب ۹ : إِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ (الأحزاب: ۵۵، ۵۶)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ اللہ کو تو ہر شے کا خوب علم ہے۔ ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، اپنے بھتیجوں، بھانجوں اور اپنی عورتوں اور اپنی لونڈیوں کے سامنے ہوں اور وہ اللہ ہی کو اپنا سپر بنائیں۔ اللہ ہر چیز کا نگران ہے۔

٤٧٩٦ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَقُلْتُ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ فِيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أَخَاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۴۷۹۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زہری سے روایت ہے کہ عروہ بن زبیر نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں: حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد افلح نے جو ابوالقعیس کا بھائی (میرا رضاعی چچا) تھا میرے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں نے کہا: میں انہیں اجازت نہیں دوں گی جب تک کہ ان کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں کیونکہ ان کے بھائی ابوالقعیس نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا تھا بلکہ

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ اسْتَأْذَنَ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا مَنَعَكِ أَنْ تَأْذَنِيْنَ عَمُّكِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ فَقَالَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ. قَالَ عُرْوَةُ فَلِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ حَرِّمُوْا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُوْنَ مِنَ النَّسَبِ.

ابو القعیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے آپؐ سے کہا: یا رسول اللہ! افلح ابو القعیس کے بھائی نے مجھ سے اجازت طلب کی تھی تو میں نے انہیں اجازت نہیں دی تا وقتیکہ میں آپؐ سے اجازت لے لوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے چچا کو اجازت دینے سے تمہیں کس نے منع کیا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس مرد نے تو مجھے دودھ نہیں پلایا تھا بلکہ ابو القعیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہائے تم نے یہ کیا کیا، اسے اندر آنے کی اجازت دو کیونکہ وہ تمہارے چچا ہیں۔ عروہ نے کہا: اس لئے حضرت عائشہؓ کہا کرتی تھیں: رضاعت کی وجہ سے وہ (رشتہ) حرام سمجھو جو نسب کی وجہ سے حرام سمجھتے ہو۔

أطرافه: ۲٦٤٤، ۵۱۰۳، ۵۱۱۱، ۵۲۳۹، ٦١۵٦-

تشریح: اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا...: امام بخاریؒ کے نزدیک آیت نمبر ۵۵ کا تعلق آیت نمبر ۵۴ سے نہیں بلکہ آیت نمبر ۵٦ سے ہے۔ اس لئے دونوں آیتوں کا حوالہ ایک باب میں اکٹھا دیا گیا ہے۔ اس تصرف سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ جن رشتوں سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے اس میں یہ بات مدنظر رہے کہ حقیقی پردہ تو دلوں کی حالت سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناواقف نہیں اور اس کے لئے ہر انسان اس کے نزدیک جوابدہ ہے۔ روایت زیر باب میں رضاعی رشتہ داروں کو بھی مستثنیات میں شامل کیا گیا ہے۔

بَاب ١٠ : إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الأحزاب:٥٧)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اللہ نبی (ﷺ) کو رحمت سے نوازتا ہے اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور اے مومنو! تم بھی اس کے لئے خاص طور پر دعائے رحمت کیا کرو اور اس کے لئے ہر قسم کی سلامتی چاہو

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ صَلَاةُ اللهِ ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ الدُّعَاءُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُصَلُّوْنَ (الأحزاب:٥٧) يُبَرِّكُوْنَ. لَنُغْرِيَنَّكَ (الأحزاب:٦١) لَنُسَلِّطَنَّكَ.

ابو العالیہ نے کہا: اللہ کی رحمت خاص یہ ہے کہ وہ ملائکہ کے پاس اسے سراہتا ہے اور ملائکہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ (اللہ سے) دعا کرتے ہیں (کہ نبی رحمت مخصوصہ سے نوازا جائے۔) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یُصَلُّوْنَ کے یہ معنی ہیں کہ وہ برکت کی دعا کرتے ہیں۔ لَنُغْرِيَنَّكَ یعنی ہم ضرور تمہیں مسلط کر دیں گے۔

٤٧٩٧: حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ. اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

۴۷۹۷: سعید بن یحییٰ نے مجھے بتایا کہ میرے باپ (یحییٰ بن سعید) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مسعر (بن کدام) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم (بن عتیبہ) سے، حکم نے (عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ سے، انہوں نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپؐ سے کہا گیا: یارسول اللہ! آپؐ کے لئے سلامتی کی دعا کرنا تو ہم نے سمجھ لیا آپؐ کے لئے رحمت کی دعا کیسے کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: یوں کہو: اے اللہ محمدؐ اور آل محمدؐ کو خاص الخاص رحمت سے نواز جیسا کہ تو نے (ابراہیم اور) آل ابراہیم کو نوازا۔ یقیناً

بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

تو بہت ہی خوبیوں والا (اور) بڑی شان والا ہے۔ محمدؐ اور آل محمدؐ کو برکتیں عطا کر جیسا کہ تو نے (ابراہیم اور) آل ابراہیم کو برکتیں عطا کیں۔ یقیناً تو بہت ہی خوبیوں والا (اور) بڑی شان والا ہے۔

أطرافه: ٣٣٧٠، ٦٣٥٧۔

٤٧٩٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ هَذَا التَّسْلِيْمُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ. قَالَ أَبُو صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ.

۴۷۹۸: عبداللہ بن یوسف نے ہمیں بتایا کہ لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا، کہا: (یزید) ابن ھاد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن خباب سے، ابن خباب نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو ہوئی سلامتی کی دعا، ہم آپؐ کے لئے رحمت کی دعا کیسے کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: یوں کہو: **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ...** یعنی اے اللہ! محمدؐ جو تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے، کو خاص الخاص رحمت سے نواز، جیسا کہ تو نے آل ابراہیمؑ کو رحمت سے نوازا۔ اور محمدؐ اور آل محمدؐ کو برکتیں عطا کر جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ کو برکتیں عطا کیں۔ ابو صالح نے لیث سے یوں نقل کیا ہے: عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ.

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ وَ قَالَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ

ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا کہ (عبدالعزیز) بن ابی حازم اور (عبدالعزیز بن محمد) دراوردی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید (بن ہاد) سے روایت

وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ إِبْرَاهِيْمَ.

کی کہ انہوں نے یوں کہا: كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ.

طرفهُ: ٦٣٥٨۔

بَاب ۱۱: لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى (الأحزاب: ٧٠)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو ستایا

٤٧٩٩: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَخِلَاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُوْسَى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ (الأحزاب: ٧٠)

۴۷۹۹: اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ روح بن عبادہ نے ہمیں خبر دی کہ عوف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حسن (بصری)، محمد (بن سیرین) اور خلاس (بن عمرو) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موسیٰ بڑے شرمیلے آدمی تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... اے وہ جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو دکھ دیئے اور پھر اللہ نے اسے ان باتوں سے بری کر دیا جو انہوں نے کہی تھیں اور وہ اللہ کے نزدیک وجیہہ (عالی مرتبہ) تھا۔

أطرافه: ٢٧٨، ٣٤٠٤۔

تشریح: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ...: معنونہ آیت پوری یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۵۷) یقیناً اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ کو رحمت خاصہ سے نوازتے ہیں اور نوازتے رہیں گے۔ اے وہ جو ایمان لائے ہو تم

بھی اس کے لئے خاص الخاص دعائیں کرو اور سلامتی کی دعائیں خوب مانگتے رہو۔ روایات زیر باب میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور مومنوں کے درود کی الگ الگ صورت اور اس کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ دعا کا یہ حکم مثبت ہے۔ باب ۱۱ کی معنونہ آیت لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى میں سلبی حکم بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان عظمت مآب کے خلاف کوئی نازیبا بات منسوب نہ کی جائے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف نازیبا باتیں کی تھیں جن سے وہ آخر بَری کئے گئے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی طاہر ومطہر ثابت ہوں گے۔ فَالْحَمْدُ لله۔ جو آپؐ کی خلافِ شان باتیں اپنوں اور غیروں نے ناسمجھی کی وجہ سے گھڑی تھیں واقعاتِ صحابہ کرامؓ اور آپؐ کے خدام کے ذریعہ سے بالکل صاف کی گئیں اور بجائے اس کے جو صلہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے وہ یہ درود شریف کا ہدیہ ہے جو روزانہ کروڑوں بار بلکہ بے شمار بے حساب آپؐ پر شب و روز بصورت دعائے مستمرہ دہرایا جاتا ہے۔ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ۔ کیا ہی لطیف اور پر حکمت و حقیقت وہ فقرہ جو بے ساختہ حضرت عائشہؓ کی زبان سے نکلا جو روایت نمبر ۴۷۸۸ میں مروی ہے: مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ یعنی میں دیکھتی ہوں کہ اللہ آپؐ کی خواہش جلدی سے پوری کر دیتا ہے۔ آپؐ نے اپنی تمام خواہشیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے تابع کر دی تھیں اور یہی سب سے بڑا آپؐ کا امتیاز تھا اور تمام نبی اسی امتیاز کی وجہ سے تمام لوگوں سے ممتاز تھے کہ انہوں نے اپنا تن من دھن اللہ کے سپرد کر دیا تھا اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ جو انسان کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے ان کے ساتھ یہی سلوک کرتا کہ ان کی خواہش بھی پوری کرتا ہے جو بہر حال ایک اعلیٰ اور نیک خواہش اور اس کی رضا کے مطابق ہوتی ہے۔

☆☆☆

٣٤۔ سُوْرَةُ سَبَأٍ

يُقَالُ مُعْجِزِيْنَ (سبأ: ٦) مُسَابِقِيْنَ. بِمُعْجِزِيْنَ (الزمر: ٥٢) بِفَائِتِيْنَ. مُعَاجِزِيَّ مُسَابِقِيَّ. سَبَقُوْا (الأنفال: ٦٠) فَاتُوْا. لَا يُعْجِزُوْنَ (الأنفال: ٦٠) لَا يَفُوْتُوْنَ. يَسْبِقُوْنَا (العنكبوت: ٥) يُعْجِزُوْنَا. قَوْلُهُ بِمُعْجِزِيْنَ (الزمر: ٥٢) بِفَائِتِيْنَ وَمَعْنَى مُعْجِزِيْنَ (سبأ: ٦) مُغَالِبِيْنَ يُرِيْدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهِ. مِعْشَار (سبأ: ٤٦) عُشْرٌ، يُقَالُ الْأُكُلُ الثَّمَرَةُ. بَاعِدْ (سبأ: ٢٠) وَبَعِّدْ وَاحِدٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَعْزُبُ (سبأ: ٤) لَا يَغِيبُ. سَيْلَ الْعَرِمِ (سبأ: ١٧) السُّدُّ مَاءٌ أَحْمَرُ أَرْسَلَهُ اللّٰهُ فِي السُّدِّ فَشَقَّهُ وَهَدَمَهُ وَحَفَرَ الْوَادِيَ فَارْتَفَعَتَا عَنِ الْجَنْبَتَيْنِ وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْأَحْمَرُ مِنَ السُّدِّ وَلَكِنْ كَانَ عَذَابًا أَرْسَلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ. وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيْلَ الْعَرِمِ (سبأ: ١٧) الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ أَهْلِ الْيَمَنِ. وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَرِمِ (سبأ: ١٧)

کہا جاتا ہے: مُعْجِزِيْنَ کے معنی ہیں آگے بڑھنے والے، مُعْجِزِيْنَ کے معنی ہیں: ہاتھ سے نکل جانے والے۔ مُعَاجِزِيَّ یعنی مجھ پر سبقت لے جانے والے۔ سَبَقُوْا وہ (ہمارے) ہاتھ سے نکل گئے۔ لَا يُعْجِزُوْنَ ہمارے ہاتھ سے نکل نہیں سکتے۔ يَسْبِقُوْنَا یعنی وہ ہمارے ہاتھ سے نکل سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ انہی معنوں میں ہے یعنی وہ ہمارے قابو سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور مُعْجِزِيْنَ کے بھی یہی معنی ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر غالب آنے والے ہوں۔ یعنی ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کا مدمقابل اس کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرے۔ مِعْشَار یعنی دسواں حصہ۔ الْأُكُلُ یعنی پھل۔ بَاعِدْ اور بَعِّدْ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دور کر۔ اور مجاہدؒ نے کہا: لَا يَعْزُبُ یعنی اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا۔ سَيْلَ الْعَرِمِ سے مراد ہے بند۔ یہ (عذاب) سرخ رنگ کا سیلاب تھا جو اللہ نے اس بند میں بھیجا جس نے اسے پھاڑ ڈالا اور گرا دیا اور وادی میں گڑھے ڈال دیئے اور اس بند کے کناروں سے بلند ہوا اور اِدھر اُدھر پھیل گیا۔ جب پانی غائب ہوا تو اس کے اطراف کے دونوں باغ خشک ہوگئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

الْوَادِي. السَّابِغَاتُ الدُّرُوْعُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُجَازَى يُعَاقَبُ. اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ (سبأ:٤٧) بِطَاعَةِ اللهِ. مَثْنٰى وَفُرَادٰى (سبأ:٤٧) وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ، التَّنَاوُشُ (سبأ:٥٣) الرَّدُّ مِنَ الْآخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا. وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ (سبأ:٥٥) مِنْ مَالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ. بِاَشْيَاعِهِمْ (سبأ:٥٥) بِأَمْثَالِهِمْ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوَابِيْ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ. الْخَمْطُ الْأَرَاكُ. وَالْأَثَلُ الطَّرْفَاءُ، الْعَرِمِ (سبأ:١٧) الشَّدِيدُ.

اس بند کی وجہ سے سرخ پانی نہیں تھا بلکہ سزا کی صورت میں اللہ تعالیٰ وہ سیلاب اُن پر لے آیا تھا اور جہاں چاہا اس نے اسے بہایا۔ عمرو بن شرحبیل نے کہا: الْعَرِمِ اہلِ یمن کی زبان میں بند کو کہتے ہیں اور ان کے سوا اَوروں نے کہا: الْعَرِمِ وادی کا نام تھا۔ السَّابِغَاتُ کے معنی ہیں زرہیں۔ اور مجاہدؒ نے کہا: يُجَازَى سزا دیا جاتا ہے یا دیا جائے گا۔ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ سے مراد یہ ہے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات یعنی اطاعت الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں۔ مَثْنٰى وَفُرَادٰى دو دو اور ایک ایک ہو کر۔ التَّنَاوُشُ سے مراد ہے آخرت سے لَوٹ کر دنیا میں آنا۔ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ سے مراد مال و اولاد اور (دنیا کی) زیب و زینت ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں۔ بِاَشْيَاعِهِمْ کے معنی ہیں ان کی مانند۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: كَالْجَوَابِ کے معنی ہیں زمین میں حوضوں کی طرح۔ الْخَمْطُ: پیلو کے درخت اور الْأَثْلُ یعنی جھاؤ۔ الْعَرِمِ کے معنی ہیں شدید، سخت، نہایت مضبوط۔

تشریح: سورۃ سبا بھی ابتدائی مکی سورتوں میں سے ہے اور اس کا موضوع قوموں کی تباہی کی گھڑی اور اس کے اسباب ہیں۔ جب یہ گھڑی آتی ہے تو انسان کے حیلے اور وسیلے سب ختم ہو جاتے ہیں اور وہ بے بس ہو جاتا ہے۔ الٰہی محاسبہ سے متعلق یہ تقدیر دنیا و آخرت دونوں میں جاری ہے اور افراد اور اقوام دونوں پر حاوی ہے۔

مُعٰجِزِيْنَ سے یہ آیت مراد ہے: وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ○ (سبأ:٦) وہ لوگ جو ہمارے نشانوں کے بارے میں ہمیں مغلوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہی لوگوں کے لئے

ان کے گناہوں کی وجہ سے دردناک سزا ہے۔ اور بِمُعْجِزِيْنَ سے یہ آیت مراد ہے: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ (العنکبوت: ۲۳) اور تم ہرگز مغلوب کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ کا فقرہ اسی مفہوم میں کئی بار آیا ہے۔ مِعْشَارَ بمعنی دسواں حصہ اس آیت میں آیا ہے: وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ (سبأ: ۴۶) اور جو اُن سے پہلے تھے انہوں نے (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا حالانکہ اس زمانے کے لوگ، جو اُنہیں ہم نے طاقت دی تھی اس کے دسویں حصہ تک بھی نہیں پہنچے سو انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی اور اس انکار کی کیسی سزا ہوئی۔

الْاُكُلُ: بمعنی پھل۔ فرماتا ہے: فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ (سبأ: ۱۷) پھر انہوں نے حق سے اعراض کیا تو ہم نے ان پر ایسا سیلاب بھیجا جو ہر شے کو تباہ کرنے والا تھا اور ہم نے ان کے اعلیٰ درجے کے باغات کی جگہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جن کے پھل بدمزہ تھے اور جن میں جھاؤ اور چند ایک بیریاں تھیں۔

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ مملکت سبا میں فلسطین ساحل عرب مع یمن شامل تھا اور عدن سے خلیج فارس اور مشرقی ساحل عرب بھی۔ تباہی آنے کے بعد عرب آزاد ہوگئے اور سلطنت کی آبادیاں ویران ہوگئیں۔ اسی طرح سلطنت سلیمان بھی ان کے بیٹے رحبعام کی نالائقی اور حماقت کی وجہ سے۔ اس کی سلطنت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جگہ جگہ بغاوتیں ہوئیں۔ یہ دنیادار شخص تھا اسی لیے اسے دابۃ الارض کہا گیا ہے یعنی زمینی کیڑا۔ اس کے زمانے میں بنی اسرائیل جو موحد قوم تھی مصریوں کی طرح گوسالہ پرستی کرنے لگی اور آخر اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کا مورد بنی۔ سورۃ سبأ کی آیت ۱۵ میں اسی کا ذکر ہے اور اس کے بعد اگلی آیت میں سلطنت سبا کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے جس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نیکوکار نیک بدلہ پاتے ہیں اور بدکار بُرا بدلہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی تباہی کا ذکر سلاطین اول باب ۱۲ میں ملاحظہ ہو۔

بٰعِدْ وَبَعِّدْ (باب مفاعلہ و تفعیل) ایک ہی مفہوم میں ہیں: فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ (سبأ: ۲۰) اور انہوں نے کہا: اے ہمارے ربّ! ہمارے سفروں کو دور دراز کردے اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا سو ہم نے انہیں افسانے بنا دیا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یقیناً اس میں بہت بڑے نشانات ہیں ہر اُس شخص کے لئے جو خدا تعالیٰ کی اطاعت ہمیشہ کرنے والا ہے اور اس کے انعامات پر شکر گزار ہے۔ یعنی سبز و شاداب آبادیاں اجڑنے کے بعد اور ساحل سمندر پر قبضہ اٹھنے سے بحری و بری سفر ان کے لئے لمبے اور تکلیف دہ ہوگئے اور ان کی حکومت کا ایسا نام و نشان مٹا کہ قصے کہانیوں کے سوا اس کا کوئی تذکرہ باقی نہ رہا۔ اُنہیں افسانۂ دہر بنا دیا گیا۔ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ یہ

اسلوب بیان قرآن مجید سے مخصوص ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اپنی زبان سے ان الفاظ میں دعائیں کیا کرتے تھے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے اپنی بدکاریوں اور ظلموں کی وجہ سے اس پاداش کا تقاضا کیا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَا يَعْزُبُ: لفظ یَعْزُبُ کا تعلق اس آیت سے ہے: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ○ (سبأ: ۴) اور کفار نے کہا: الٰہی محاسبہ کی تباہ کن گھڑی ہم پر نہیں آئے گی۔ کہہ، نہیں بلکہ مجھے اپنے رب کی قسم ہے ضرور ضرور وہ گھڑی تم پر آئے گی۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ ذرہ بھر بھی اس سے چھپا ہوا نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمینوں میں، نہ اس سے چھوٹی چیز نہ بڑی مگر وہ اعمال نامے میں محفوظ ہے جو اسے ظاہر کر دینے والی ہے۔ اس آیت میں السَّاعَةُ سے مراد قیامت صغریٰ بھی ہے اور قیامت کبریٰ بھی۔ قیامت صغریٰ کی گھڑی افراد اور قوموں کے لئے اسی دنیا میں قائم ہوتی ہے جیسا کہ مفسرین کو اس شرح کے بارے میں اتفاق ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں السَّاعَةُ سے مراد عربوں کی پاداش سے متعلق محاسبہ کی گھڑی ہے۔ بڑے زوردار الفاظ میں اس کے قائم ہونے کی پیشگوئی کی گئی ہے اور وہ برپا ہوئی لیکن سابقہ قوموں کی طرح وہ تباہ کن نہیں تھی۔ ان میں سے شریروں نے سزا پائی اور ان کے قصے کتب احادیث اور تفسیروں میں محفوظ ہیں۔ لیکن وہی گھڑی ان کی زندگی کا باعث ہوئی۔ اس کی بڑی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کا رحمۃ اللعالمین ہونا ہے۔ اس بارے میں آپؐ کا ایک مشہور قول ہے: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ۔[1] یعنی میری بعثت اور وہ گھڑی یوں ہے۔ اس ارشاد کے ساتھ اپنی دو انگلیوں سے بتایا کہ جس طرح سبابہ اور اس کے ساتھ والی۔ ان الفاظ کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ گھڑی قریب ہے لیکن اس اشارے سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ **میرا وجود اس گھڑی کے سامنے اسی طرح روک ہے جس طرح سبابہ انگلی ملحقہ انگلی کے لئے۔** اس تعلق میں یہ بتانا ضروری ہے کہ عذاب الٰہی کے اندر رحمت ربانی کارفرما ہوتی ہے۔ ہمارے مبلغین کو چاہیے کہ جہاں وہ انذاری پیشگوئیوں کو بیان کریں اس کے ساتھ ہی اس رحمت ربانی کا بھی ذکر کریں جو سزاؤں کی صورت و شکل میں کارفرما ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے زمانے کے نذیر ربانی نے جہاں عذاب الٰہی کے بارے میں لرزا دینے والے الفاظ میں ذکر فرمایا ہے وہاں اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا بھی ذکر کیا ہے جس میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اور اس سے مراد اسلامی طلوع آفتاب ہے یعنی مسیحی اقوام مغربیہ آخر اسلام کی طرف رجوع کریں گی۔ یہ عظیم الشان پیشگوئی ان گوناں گوں عذابوں کے بیچوں بیچ بھی آشکار ہوگی۔ ہمارے رحمٰن اور رحیم رب العالمین کو اپنے عاجز بندگان کی سزا سے کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ ایسا تصور نہایت ہی بھونڈا ہے۔

سَيْلَ الْعَرِمِ: عَرِم اسم جمع ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مفرد نہیں لیکن ابوعبیدہؒ نے اس کا مفرد عَرِمَةٌ بتایا ہے۔ عَرِم کے معنی بند جو کسی وادی میں برساتی پانی کو روکنے اور آبپاشی کے کام میں لانے کے لئے بنایا جائے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۸۲) جیسے آج کل بھی بڑے پیمانے پر یہ بند بنائے جاتے ہیں اور انہیں انگریزی میں (Dam)

[1] (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ بعثت أنا والسَّاعة كهاتين، روایت نمبر ۶۵۰۴)

ڈیم کہتے ہیں۔ اور یہی لفظ زبان اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے علاوہ ازیں اَلْعَرِمِ سخت بارش کو بھی کہتے ہیں جو تباہ کن سیلابوں کا سبب ہو۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۸۱) مذکورہ بالا سبھی معنی درست ہیں۔

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ...: اہلِ یمن کی زبان میں عَرِم، مُسَنَّاۃ کو کہتے ہیں۔ بند جو سیلاب کے سامنے بنائے جائیں تا پانی جمع ہو تو پھر چر ساسے نالیوں کے ذریعے کھیتوں میں پہنچایا جائے۔ ان نالیوں کو سَوَانِی کہتے ہیں جو جمع ہے سَانِيَة کی اور جن کھیتوں کی اس طریق سے آبپاشی کی جائے وہاں کی زمین کو بھی مُسَنَّاۃ کہتے ہیں۔ عمرو بن شرحبیل کی یہ شرح سعید بن منصور سے موصولاً مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۸۱) (لسان العرب۔ سنو)

وَقَالَ غَيْرُهُ الْعَرِمِ: اَلْوَادِي۔ عمرو کے علاوہ اوروں نے کہا کہ اَلْعَرِمِ وادی کو کہتے ہیں۔ یہ قول عطاء سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۸۱)

السَّابِغَاتُ: پورے قدو قامت کی زرہیں۔ فرماتا ہے: اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (سبأ: ۱۲) (اور ہم نے داؤد سے کہا) کہ پورے قدو قامت کی زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے تنگ رکھو اور عملِ صالح بجالاؤ۔ میں تمہارے اعمال کو خوب دیکھنے والا ہوں۔ سخت جان دشمن کے ساتھ مقابلہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یا القاء حالات کے تقاضا کے مطابق شدید دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا اور عملِ صالح وہی ہے جو ایمان کے مطابق اور حالات کے تقاضا کو پورا کرنے والا ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُجَازَى: بمعنی يُعَاقَبُ۔ مجاہد کی یہ شرح بسند ابن ابی نجیح، ابن ابی حاتم نے نقل کی ہے اور اس کے معنی ہیں عمل کے مطابق جزا دی جاتی ہے۔ فرماتا ہے: ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجْزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ○ (سبأ: ۱۸) یہ سزا ہم نے انہیں ان کی ناشکری کی وجہ سے دی اور ہم ناشکر گزاروں کو ہی ایسی سزا دیا کرتے ہیں۔

اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ: میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ یہ شرح بھی مذکورہ بالا سند سے مجاہد ہی سے منقول ہے۔ فرماتا ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ○ (سبأ: ۴۷) کہہ میں تمہیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں یہ کہ تم اللہ کے لئے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ اور پھر غور کرو۔ تمہارے ساتھی کو جنون نہیں وہ تو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے تمہیں ہوشیار کرنے والا ہے۔

التَّنَاوُشُ: آخرت سے دنیا میں واپسی۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: وَقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ○ (سبأ: ۵۳) اور انہوں نے کہا: اس بات پر ایمان لے آئے ہیں اور انہیں اتنی دور جا کر ایمان کیونکر حاصل ہو سکتا ہے (اب لوٹنا ان کے لئے ممکن نہیں۔) اس کے بعد آیت ۵۵ میں فرماتا ہے: وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ○ (سبأ: ۵۵) اور ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان روکیں ڈال دی گئیں۔ اسی طرح جیسے ان سے پہلے ان کے ہم جنسوں کے ساتھ کیا گیا۔ وہ شک میں ہیں جو بے چین کرنے والا ہے یعنی ان کی خواہشیں پوری نہیں ہوں گی۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوَابِ: حوضوں کی مانند۔ اَلْجَوَاب کا لفظ اس آیت میں آیا ہے: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ

مِنۡ مَّحَارِيۡبَ وَ تَمَاثِيۡلَ وَ جِفَانٍ كَالۡجَوَابِ وَ قُدُوۡرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعۡمَلُوۡۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكۡرًا ؕ وَ قَلِيۡلٌ مِّنۡ عِبَادِيَ الشَّكُوۡرُ ○ (سبأ:۱۴) وہ جو کچھ چاہتا تھا (یہ قومیں) اس کے لئے سامان بناتی تھیں۔ مسجدیں اور ڈھلے ہوئے مجسمے اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کے برابر ہوتے اور بھاری دیگیں جو ہر وقت چولہوں پر دھری رہتیں۔ (اور ہم نے کہا:) اے آل داود! شکر بجالاؤ اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہوتے ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب التفسیر، شرح الفاظ سورۃ النمل۔ جہاں بتایا گیا ہے کہ پہاڑی اور جنگلی قومیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیر تسخیر تھیں۔ علاوہ ازیں دیکھئے تفسیر صغیر از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ، سورۃ النمل، حاشیہ آیت نمبر ۴۰۔

یٰجِبَالُ اَوِّبِیۡ مَعَهٗ وَالطَّیۡرَ (سبأ:۱۱) کے تعلق میں بتایا گیا ہے کہ پہاڑی قوموں نے ان کی اطاعت اختیار کر لی تھی۔ انطاکیہ سے خلیج فارس اور ساحل عرب کے قرب وجوار کے علاقے سب ان کے تابع تھے اور جہاز رانی کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ سمندروں میں تجارت بردار جہاز ان کے حکم سے چلتے، اس انتظام کے لئے بڑی بڑی فوجیں تھیں۔ ان کے اور مہمانوں و مساکین کے لیے بڑے بڑے لنگر قائم تھے جن میں شب و روز کھانے پکانے کا انتظام تھا۔ مذکورہ بالا آیات میں اسی وسعت تسخیر کا ذکر کیا گیا ہے۔

بَاب ۱

حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنۡ قُلُوۡبِهِمۡ قَالُوۡا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمۡ ؕ قَالُوا الۡحَقَّ ۚ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ ○

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جائے گی تو وہ کہیں گے
تمہارے ربّ نے کیا کہا ہے تو وہ کہیں گے: حق بات ہی کہی ہے
اور وہ بہت بلند مرتبہ بہت ہی بڑی شان والا ہے (سبأ:۲۴)

٤٨٠٠: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ فَإِذَا فُزِّعَ

۴۸۰۰: (عبید اللہ بن زبیر) حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن دینار) نے ہم سے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے: میں نے عکرمہ کو کہتے سنا۔ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ آسمان میں کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو ملائکہ اس فیصلے سے مرعوب ہونے کی وجہ سے کانپتے ہیں۔ (یعنی ان پر کپکپی طاری ہوتی ہے)

عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُ[۱] السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيْهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ثُمَّ يُلْقِيْهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ فَيُقَالُ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سَمِعَ مِنَ السَّمَاءِ.

أطرافه: ۴۷۰۱، ۷۴۸۱۔

اور یہ کیفیت ہوتی ہے جیسے زنجیر کو صاف چٹان پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں: تمہارے ربّ نے کیا کہا ہے؟ جس سے پوچھتے ہیں وہ کہتا ہے حق بات ہی فرمائی ہے اور وہ بہت بلند مرتبہ اور عالیشان ذات ہے، تب چوری سے سننے والا بات سن لیتا ہے۔ اور چوری سے سننے والے اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں۔ اور سفیان نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے (اسے) بیان کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو اس طرح کھولا کہ ایک دوسرے کے اوپر تھی۔ پھر وہ کوئی ایک کلمہ سن لیتا ہے اور وہ اسے اپنے سے نیچے والے ساتھی کو پہنچا دیتا ہے۔ پھر وہ دوسرا اُسے اپنے نیچے والے کو پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ساحر یا کاہن کی زبان پر آ جاتا ہے۔ کبھی تو شہاب اسے پہنچانے سے پہلے پکڑ لیتا ہے اور کبھی وہ پکڑے جانے سے پہلے پہنچا لیتا ہے۔ تو وہ (کاہن) سو جھوٹ اس کے ساتھ ملا کر بولتا ہے۔ (پھر اگر اُس کی تصدیق ہوتی ہے) تو کہا جاتا ہے: کیا اس نے ہمیں فلاں فلاں دن ایسا ایسا نہیں کہا تھا۔ پس اُس کلمہ کی وجہ سے جو اُس نے آسمان سے سنا تھا، اُس کی تصدیق ہوتی ہے۔

---

[۱] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں الفاظ وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۶۸۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ....: پوری آیت یہ ہے: وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ○ (سبأ: ۲۴) اس کے حضور شفاعت نفع نہیں دے گی مگر اس شخص کی جسے اس نے اجازت دی ہو۔ یہاں تک کہ جب اجازت پانے والوں کے دلوں سے خوف دور کیا جائے گا تو وہ ان سے کہیں گے تمہارے ربّ نے تم سے کیا کہا تھا وہ کہیں گے ایسی بات جو اٹل ہے اور وہ بلند شان، بڑے اختیارات والا ہے۔ اِسْتِرَاقُ السَّمْعِ کی روایت کتاب التفسیر، تفسیر سورة الحجر باب ۱ میں گزر چکی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شیطانوں کا گروہ کس طرح انبیاء کی وحی سے استنباط کرتا اور ان کی پیشگوئیوں میں اپنی طرف سے خلط ملط کر کے لوگوں کو فریب دیتا ہے۔ روایت زیر باب کے الفاظ میں استعارہ و مجاز ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ملائکہ کا پھڑ پھڑانا پرندوں کی طرح ہے۔ اس سے زمین و آسمان میں غیر معمولی اضطراب کا پیدا ہونا اور ملکی تحریکات کا روبکار آنا مراد ہے۔

بَاب ۲ : اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ○ (سبأ: ٤٧)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) وہ تو صرف خطرے سے آگاہ کرنے والا ہے جو
ایک نہایت سخت عذاب آنے سے قبل تمہیں ڈراتا ہے

٤٨٠١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ يَا صَبَاحَاهْ فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ قَالُوْا مَا لَكَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنَنِي قَالُوْا بَلَى قَالَ فَإِنِّي نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ

۴۸۰۱: علی بن عبد اللہ نے ہمیں بتایا کہ محمد بن خازم نے ہم سے بیان کیا۔ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن مرہ سے، عمرو نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ ایک دن صفا پہاڑ پر چڑھے، آپؐ نے یَا صَبَاحَاہْ پکارا۔ یہ پکار سن کر قریش کے لوگ آپؐ کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ پوچھنے لگے: تمہیں کیا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بتلاؤ تو سہی اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ دشمن تم پر صبح یا شام کو چھاپہ مارے گا تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں ضرور۔ آپؐ

عَذَابٍ شَدِيدٍ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ (اللهب:٢).

نے فرمایا: پھر میں تمہیں ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈراتا ہوں۔ ابولہب نے یہ سن کر کہا: بُرا ہو تیرا۔ کیا اس بات کے لئے تم نے ہمیں اکٹھا کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ...[1]

أطرافه: ١٣٩٤، ٣٥٢٥، ٣٥٢٦، ٤٧٧٠، ٤٩٧١، ٤٩٧٢، ٤٩٧٣۔

تشریح: اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ: اس آیت کے تعلق میں حضرت ابن عباسؓ کی وہی روایت دہرائی گئی ہے جو سورۃ الشعراء میں آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ (الشعراء: ۲۱۵) کے تعلق میں مع شرح گزر چکی ہے۔ دیکھئے بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء شرح باب ۲۔

☆☆☆

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوئے۔''

٣٥-سُوْرَةُ الْمَلَائِكَةِ[١]

قَالَ مُجَاهِدٌ الْقِطْمِيْرُ لِفَافَةُ النَّوَاةِ. مُثْقَلَةٌ (فاطر:١٩) مُثَقَّلَةٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ. وَقَالَ غَيْرُهُ الْحَرُوْرُ (فاطر:٢٢) بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (فاطر:٢٨) أَشَدُّ سَوَادًا، الْغِرْبِيْبُ {الشَّدِيْدُ السَّوَادِ[٢]}.

مجاہدؒ نے کہا کہ قِطْمِیْر کے معنی ہیں گٹھلی کا چھلکا۔ مُثْقَلَةٌ یعنی بوجھ سے لدی ہوئی۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: الْحَرُوْرُ کے معنی ہیں رات کی گرمی اور السَّمُوْمُ دن کی گرمی۔ اور (حضرت ابن عباسؓ کے سوا) اوروں نے کہا: الْحَرُوْرُ: وہ تپش ہے جو آفتاب کی وجہ سے دن کو ہوتی ہے۔ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ کے معنی ہیں بہت سیاہ۔ (اس کا مفرد) غِرْبِيْب (ہے) یعنی نہایت ہی سیاہ۔

تشریح: اس سورۃ کا نام بوجہ صفت باری تعالیٰ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الفاطر:٢) فاطر (خالق) ہے اور اس کا نام امام بخاریؒ نے ملائکہ بھی بتایا ہے کہ اس میں ملائکۃ اللہ کا ذکر ہے۔ جن سے وہ طاقتیں مراد ہیں جو نظام سماوی و ارضی کے وجود پذیر ہونے اور قیام میں کارفرما ہیں۔ لفظ قِطْمِيْر کی شرح سے یہ آیت مراد ہے: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ (فاطر:١٤) یہ اللہ تمہارا رب ہے۔ بادشاہت اسی کی ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ اتنے کے بھی مالک نہیں جتنا کہ کھجور کی گٹھلی کا درمیانی چھلکا۔ ابوعبیدہؒ نے وہ جھلی مراد لی ہے جو گٹھلی کے اوپر ہوتی ہے اور عربی میں اسے فُوْقَةٌ کہتے ہیں۔ ابوعبیدہؒ نے شاعر کا یہ مصرعہ نقل کیا ہے: وَأَنْتَ لَنْ تُغْنِيَ عَنِّيْ فُوْقًا یعنی تم مجھے کھجور کے چھلکے کے برابر بھی کام نہیں دے سکتے۔ مُثْقَلَةٌ سے یہ آیت مراد ہے: وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ (فاطر:١٩) اور اگر کوئی (گناہوں کے) بوجھ سے دبی ہوئی جان اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گی تو اس کے بوجھ سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا خواہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ تو صرف ان لوگوں کو خطرے سے آگاہ کرتا ہے جو

---

[١] فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق عنوان "سُوْرَةُ الْمَلَائِكَةِ وَيَاسِيْنَ" ہے۔ (فتح الباری جزء٨ حاشیہ صفحہ ٦٨٥)

[٢] الفاظ "الشَّدِيْدُ السَّوَاد" فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٨ صفحہ ٦٨٥) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

اپنے رب سے غائبانہ خوف کھاتے ہیں اور جنہوں نے نماز باہمہ شروط قائم کی اور جو پاک ہوا تو یقیناً وہ اپنے نفس کی بھلائی کے لئے ہی پاکیزہ ہوگا اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہوگا۔

اَلْحَرُوْرُ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ○ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ○ وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ (فاطر: ٢٠ تا ٢٣) نابینا اور بینا برابر نہیں ہوتے اور نہ تاریکیاں اور نور اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندہ اور مردے۔

شرح الفاظ میں اَلْحَرُوْرُ ہی کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن مراد تمام وہ آیتیں ہیں جو اس سیاق میں آئی ہیں اور جن کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ آیت ٢٣ کے آخر میں فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ○ اللہ ہی جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور تو ہرگز انہیں سنا نہیں سکتا جو قبروں میں ہوں۔

غَرَابِیْبُ سے یہ آیت مراد ہے: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِیْبُ سُوْدٌ ○ (فاطر: ٢٨) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے بادل سے پانی اتارا جس کے ذریعے سے پھل پیدا کئے جو گوناگوں ہیں اور پہاڑوں میں سے الگ الگ پہاڑ ہیں۔ بعض سفید بعض سرخ جو قسما قسم کے ہیں اور سیاہ فام بھی ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات سے سورۃ فاطر کے مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے کہ خالق فطرت کی پیدائش کی بوقلمونی اپنے اندر عجائب قدرت رکھتی ہے۔ اس رنگارنگ کی پیدائش میں ملکی تصرفات کام کر رہے ہوتے ہیں۔ لفظ ملک کا اشتقاق قوت کے معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ اس کائنات کا وجود بے شمار قوتوں کی وجہ سے ظہور پذیر ہے۔ سورۃ فاطر اور یٰسین کو امام بخاریؒ نے ایک عنوان کے ماتحت اکٹھا کیا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلحاظ مضمون دونوں سورتیں آپس میں تعلق رکھتی ہیں۔

☆☆☆

۳۶- سُورَةُ يٰسٓ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَعَزَّزْنَا(یس:۱۵) شَدَّدْنَا. يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ(یس:۳۱) وَكَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ. أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ(یس:۴۱) لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذَلِكَ. سَابِقُ النَّهَارِ(یس:۴۱) يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ. نَسْلَخُ(یس:۳۸) نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا. مِنْ مِّثْلِهِ(یس:۴۳) مِنَ الْأَنْعَامِ فٰكِهُوْنَ(یس:۵۶) مُعْجَبُونَ. جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ(یس:۷۶) عِنْدَ الْحِسَابِ. وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ الْمَشْحُوْنِ(یس:۴۲) الْمُوقَرُ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَآئِرُكُمْ(یس:۲۰) مَصَائِبُكُمْ. يَنْسِلُوْنَ(یس:۵۲) يَخْرُجُونَ. مَرْقَدِنَا(یس:۲۰) مَخْرَجِنَا. اَحْصَيْنٰهُ(یس:۱۳) حَفِظْنَاهُ. مَكَانَتُكُمْ وَمَكَانُكُمْ[1] وَاحِدٌ.

اور مجاہد نے کہا: فَعَزَّزْنَا کے معنی ہیں ہم نے مضبوط کیا۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ (بندوں پر افسوس۔) یعنی رسولوں سے ہنسی مذاق ان کے لئے وبال جان بنا۔ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ یعنی سورج اور چاند ایک دوسرے کی روشنی کے لئے روک نہیں بنتے۔ اور نہ یہ بات انہیں چاہیئے کہ وہ روک بنیں۔ سَابِقُ النَّهَارِ: (رات اور دن اپنے اپنے وقت پر آتے اور جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے آگے نہیں نکلتے۔) یعنی پیہم ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ نَسْلَخُ کے معنی ہیں ان میں سے ایک کو دوسرے سے نکالتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک (اپنے اپنے راستے پر) چل رہا ہے۔ مِنْ مِّثْلِهِ یعنی اس جیسے چوپائے۔ فٰكِهُوْنَ کے معنی ہیں خوش وخرم۔ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ یعنی ایسا لشکر ہے جو محاسبہ کے وقت حاضر کیا جائے گا۔ اور عکرمہ سے مروی ہے کہ مَشْحُوْن کے معنی ہیں بھرپور بوجھ سے لدے ہوئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: طَآئِرُكُمْ سے مراد ہے تمہاری مصیبتیں۔ يَنْسِلُوْنَ کے معنی ہیں وہ نکلتے ہیں۔ مَرْقَدِنَا سے مراد ہے ہمارے نکلنے کی جگہ۔ اَحْصَيْنٰهُ یعنی ہم نے اسے محفوظ کر دیا ہے۔ مَكَانَتُهُمْ وَمَكَانُهُمْ معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ یعنی ان کی جائے سکونت۔

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ ''مَكَانَتُهُمْ وَمَكَانُهُمْ'' کے الفاظ ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ حاشیہ صفحہ ۶۸۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

تشریح: مجاہدؒ کا قول عَزَّزْنَا بمعنی شَدَّدْنَا اس آیت سے ہے: اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ (یٰس:۱۵،۱۶) جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو اُنہوں نے اُن دونوں کو جھٹلایا۔ اس پر ہم نے تیسرے کے ذریعہ اُن دونوں کو مضبوط کیا۔ پھر اُن سب نے کہا: ہمیں تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: تم تو ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔ رحمٰن نے کوئی وحی نازل نہیں کی۔ تم صریح جھوٹ بول رہے ہو۔

فَعَزَّزْنَا بمعنی شَدَّدْنَا سے متعلق مجاہدؒ کا قول فریابیؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔ اس لفظ کے تعلق میں جو آیت مع ترجمہ نقل کی گئی ہے اس سے ماقبل یہ آیت ہے: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○ (یٰس:۱۴) اور ان کے لئے گاؤں والوں کی مثال بیان کر جب ان کے پاس رسول آئے۔ ان آیات کے سیاق میں عام مثال بیان ہوئی ہے اور اس میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں جو ہر نبی کی بعثت سے مخصوص ہیں۔

۱. نبی کی آمد سے متعلق خبر پہلے سے موجود ہوتی ہے۔
۲. وہ وحی الٰہی سے اور دعوت توحید کے لیے حکماً کھڑا ہوتا ہے۔
۳. نبی کی قوم اُسے جھوٹا قرار دیتی ہے اور نزول وحی کی منکر ہوتی ہے۔
۴. نبی کی بعثت کے وقت اُس کے انکار پر ایسی قوم طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہوتی ہے۔
۵. یہ مصیبتیں نبی کے قدم نحس کا نتیجہ سمجھی جاتی ہیں۔
۶. نبی کی قوم ہی میں سے مصدق و معاون پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔
۷. اتمام حجت پر قوم یکایک مؤاخذہ الٰہی کے نیچے آجاتی ہے۔

یہ ساتوں باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں من کل الوجوہ صادق آئیں۔ چنانچہ آپؐ کی آمد سے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی واضح الفاظ میں پیشگوئی فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی۔ علاوہ ازیں دیگر انبیاء نے بھی۔ لیکن آپؐ کی بعثت کا ظہور ان دونوں نبیوں کی دعوت توحید کے تسلسل میں ہی ہوا اور جو جو علامتیں انہوں نے آپؐ کی بعثت کے بارے میں بتائی تھیں وہ ہوبہو پوری ہوئیں۔ سب سے بڑی علامت یہ بتائی گئی تھی کہ اُم القریٰ اور اہل عرب و دیگر قومیں جو شرک میں مستغرق تھیں آپؐ کی دعوت توحید قبول کریں گی بحالیکہ انہوں نے نہ حضرت موسیٰؑ کی آواز پر کان دھرے اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز پر۔ یہ مراد ہے فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ سے۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ کے الفاظ سے اس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے: يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ (یٰس:۳۱) ہائے افسوس بندوں پر کہ جب کبھی بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے تو ضرور وہ اسے حقیر سمجھتے اور اس کی ہنسی مذاق اڑاتے ہیں۔ اس آیت سے ظاہر ہے مکذبین کی ہلاکت انبیاء علیہم السلام کے

لئے قطعاً خوشی کا موجب نہیں ہوتی بلکہ وہ غایت درجہ رحم دل ہوتے ہیں اور انہیں اپنی قوم کی بربادی سے اسی طرح رنج وغم ہوتا ہے جس طرح ایک مشفق ماں کو اپنی اولاد کی ہلاکت سے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ: یہ آیت اس سیاق میں آئی ہے کہ سارا نظام عالم ایک معین قانون کے تحت چل رہا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ (یٰس:۴۱) نہ تو سورج کو طاقت ہے کہ وہ اپنے سالانہ دورے میں کسی وقت چاند کے قریب جا پہنچے اور نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مدار میں سہولت سے چلتا جارہا ہے اور یہ نظام عزیز، علیم اور خالق کی تقدیر سے چل رہا ہے۔ اسی طرح ضلالت وہدایت کا دَور بھی اپنی تقدیر کے تحت ہے۔ دَورِ ضلالت کی تاریک رات طلوع آفتاب کی مقتضی ہے اور یہ طبعی تقاضا آفتاب عالم روحانی محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے پورا ہوا۔ غرض تکوینی نظامِ مادی اور نظامِ روحانی کے درمیان پوری پوری مطابقت ہے جو ملکی تصرفات کے ذریعہ چل رہا ہے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ: ان کے لئے رات کا ایک نشان ہے، اسی سے ہم دن نکالتے ہیں۔ یعنی تاریکی میں پڑی ہوئی قوم میں سے ہی نور ظاہر ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ نے سورۂ فاطر کے آغاز میں اس کا دوسرا نام سُوْرَةُ الْمَلَائِكَة نمایاں کیا ہے۔ اس سے اس امر کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ دونوں نظام ملائکۃ اللہ کے تصرف سے چل رہے ہیں۔ اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے سورۂ یٰس کو سورۂ فاطر کے ساتھ اکٹھا رکھنا بلاوجہ نہیں۔ سورۂ یٰس کی جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے ان سے یہی حقیقت آشکار کرنا مقصود ہے۔ سورۂ فاطر کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (فاطر:۲) سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو ایک نئے نظام کے مطابق پیدا کرنے والا ہے۔ (جو سابقہ نظام کے اندر سے ہی پیدا کیا جاتا ہے) فرشتوں کو بطور رسول مقرر کرتا ہے جن کے کئی بازوں ہیں، دودو اور تین تین اور چار چار۔ پیدائش میں جتنا چاہتا ہے بڑھاتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدیر ہے۔

لفظ جَنَاح استعارۃً بطور قوتِ عمل وحمایت استعمال ہوتا ہے۔ زبان اُردو میں بھی بازو انہی معنوں میں مستعمل ہے۔ جَنَاح بمعنی يَد (یعنی ہاتھ)، عَضُد بمعنی بازو، كَنَف بمعنی پہلو اور ظِلّ بمعنی سایہ۔ کہتے ہیں: أَنَا فِي جَنَاحِ فُلَانٍ: فِي حِمَايَتِهِ، تَحْتَ ظِلِّهِ یعنی اس کے زیر سایہ ہوں۔ اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ یعنی کئی طاقتوں والے بہت زبردست۔ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ حصر تعداد کے لئے نہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ غیر محدود طاقت رکھنے والے، جیسا کہ آیت يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں بیان ہوئی ہیں، الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ صفت عزیزیت غلبہ واقتدار سے تعلق رکھتی ہے اور صفت حکیمیت تدبیر محکم سے۔ یہ دو صفات جامع ہیں صفت علیم وخبیر اور قدیر کی۔ کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ ظاہر وباطن کا جاننے والا ہے اور عالم الغیب ہے، بڑی قدرت والا ہے، تدبیر محکم صادر نہیں ہوسکتی۔ غرض یہ صفات مستلزم ہیں کئی اور صفات کی۔ آیت زیر شرح میں ان دونوں صفتوں کے بیان کرنے میں دین اسلام کے ترقی پانے اور مخالفین کے مغلوب ہونے کی پیشگوئی مضمر ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ

قِطۡمِيۡرٍ ○(فاطر:۱۴) یعنی مخالف طاقتیں مقابلے میں ہیچ ہیں۔ اور وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔ پوری آیت یہ ہے: وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○(یس:۴۳) اور ہم نے ان کے لئے کشتی کی مانند اس قسم کی سواریاں اور بھی پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

فٰكِهُوْنَ: مُعْجَبُوْنَ، فَرِحُوْنَ یعنی خوش وخرم اپنی اچھی حالت پر اتراتے ہیں۔ فٰكِهُوْنَ کی قراءت کے متعلق اختلاف ہے۔ ابوجعفر وشیبہ قاریوں نے اسے فَكِهُوْنَ بروزن فَرِحُوْنَ پڑھا ہے۔ لیکن مشہور قراءت فٰكِهُوْنَ ہے۔ ابوعبیدہؒ کے نزدیک فٰكِهُوْنَ کے معنی ہیں كَثِيْرُ الْفَاكِهَةِ یعنی جس کے پاس پھل بکثرت ہوں۔ اس تعلق میں انہوں نے حُطَیئَہ شاعر کا یہ قول نقل کیا ہے: وَدَعَوْتَنِي وَزَعَمْتَ أَنَّكَ لَابِنٌ فِي الصَّيْفِ تَامِرٌ یعنی اور تو نے مجھے دعوت دی ہے اور سمجھا ہے کہ تو موسم گرما میں بہت دودھ والا ہے اور بہت کھجوروں کا مالک ہے۔ فَكِهُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ عیش وعشرت اور ناز ونعمت میں ہیں۔

وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ یعنی بوقت محاسبہ معبودان باطلہ اپنے پرستاروں کی مدد کیا کریں گے، وہ ایک ایسی فوج ہوگی جو اُن کے خلاف شہادت دے گی اور ان سے بھی جواب طلبی کی جائے گی۔

الْمَشْحُوْنِ: بھرپور، لدی ہوئی۔ فرماتا ہے: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○(یس:۴۲) اور ان کے لئے ایک نشان یہ ہے کہ ہم نے ان کی ذریت کو ایسی کشتیوں میں سوار کیا ہے جو بھرپور ہیں۔

طَآئِرُكُمْ یعنی تمہاری بدشگونی یا بدعملی کا نتیجہ۔ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ (یس:۲۰) انہوں نے کہا کہ تمہاری بدشگونی تمہارے ساتھ ہی ہے۔ یعنی بُرے اعمال یا نیک اعمال کا نتیجہ لازمی طور پر تمہارے ساتھ ہے اور اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ کیا تم یہ بات اس لئے کہتے ہو کہ تمہیں اچھے کاموں کے لئے یاددہانی کی گئی ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم ایسے لوگ ہو جو حد سے گزرنے والے ہو۔ طرح طرح کی مصیبتیں انہیں اِدھر اُدھر سے گھیر لیتی ہیں اور وہ انہیں انبیاء کی آمد سے منسوب کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک طَآئِرُكُمْ کے معنی ہیں أَعْمَالُكُمْ یعنی تمہارے اعمال۔ اور ابوعبیدہؒ نے حَظُّكُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ بتایا ہے یعنی تمہارا نیک وبد نصیبہ۔

يَنْسِلُوْنَ سے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ○ (یس:۵۲) اور قرنا پھونکی گئی تو کیا ہے وہ اچانک قبروں سے نکل کر اپنے ربّ کی طرف سہولت سے چلے جارہے ہیں۔

مَرْقَدِنَا سے نکلنے کی جگہ مراد لی گئی ہے۔ فرماتا ہے: قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○(یس:۵۳) انہوں نے کہا: ہائے ہلاکت! ہمیں اپنی قبروں سے نکال کر کس نے کھڑا کر دیا ہے۔ یہ تو وہی وعدہ ہے جو رحمٰن نے کیا تھا اور رسولوں نے راست راست بیان کیا۔

اَحْصَيْنَا یعنی ہم نے محفوظ کر دیا۔ فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ○(یس:۱۳) ہم ہی مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو اُنہوں نے (آئندہ زندگی کے لئے) آگے بھیجا ہے اُسے محفوظ رکھتے ہیں اور اُن کے اعمال کے نتیجے بھی۔ ہر شے کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں محفوظ رکھ لیا ہے۔

مَكَانَتُهُمْ وَمَكَانُهُمْ ایک ہی ہیں بمعنی مَسَاكِنُهُمْ یعنی جہاں وہ رہتے ہوں۔ فرماتا ہے: وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ○(یس:۶۸) اور اگر ہم چاہیں تو جہاں وہ ہیں وہیں انہیں مسخ (ہلاک) کر دیں تو وہ نہ آگے جانے کی طاقت رکھیں اور نہ لوٹنے کی راہ پائیں۔

باب ۱

وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○(یس:۳۹)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور آفتاب اپنے جائے قرار کی طرف چلا جارہا ہے۔
عزیز علیم (خالق) کی یہی تقدیر ہے۔

٤٨٠٢: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○(یس:۳۹)

أطرافه: ٣١٩٩، ٤٨٠٣، ٧٤٢٤، ٧٤٣٣۔

۴۸۰۲: ابو نعیم نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم تیمی سے، تیمی نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں سورج ڈوبنے کے وقت مسجد میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوذرؓ! کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: یہ جاتا ہے، آخر جاکر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ یہی ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور آفتاب اپنے جائے قرار کی طرف چلا جارہا ہے۔ عزیز علیم (خالق) کی یہی تقدیر ہے۔

٤٨٠٣: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۴۸۰۳: حمیدی نے ہمیں بتایا کہ وکیع نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم تیمی سے، تیمی نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کی۔ انہوں

عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (یس:۳۹) قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ.

نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا کی بابت پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا جائے قرار عرش کے نیچے ہے۔

أطرافه: ۳۱۹۹، ۴۸۰۲، ۷۴۲۴، ۷۴۳۳۔

تشریح: وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا: مُسْتَقَرٌّ یعنی جائے قرار۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ○ (یس:۳۹) اور آفتاب اپنے جائے قرار کی طرف چلا جا رہا ہے۔ عزیز علیم (خالق) کی یہی تقدیر ہے۔ قرآن مجید کی نسبت آیا ہے کہ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا یعنی اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے۔ اس کی مثالیں ابھی عرش کے تعلق میں آئیں گی۔ چنانچہ آفتاب و مہتاب اور شب و روز کے تغیرات کے ذکر میں فرماتا ہے: كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (لقمان:۳۰) ان میں سے ہر ایک ایک معین میعاد تک چلتا چلا جاتا ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ جس کی ابتداء ہے اس کا انتہا بھی ہے۔ لازوال ذات باری تعالیٰ ہی کی ہے، نہ اس کا ابتداء ہے نہ انتہاء۔ مذکورہ بالا تقدیر ہر اس شے پر حاوی ہے جو مخلوق ہے۔

معنونہ آیت کے تعلق میں دو روایتیں منقول ہیں۔ دونوں روایتیں معنعن ہیں اور ان کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ پہلی میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا اور دوسری میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اور دونوں کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سورج کی قرار گاہ عرش الٰہی کے نیچے ہے۔ پہلی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اپنی قرار گاہ پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اس روایت کا مفہوم واضح کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عرش کا مفہوم بیان کیا جائے جو قرآن مجید کی متعدد آیات میں ایک ہی ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس آیت نمبر ۴ میں ہے: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ یقیناً تمہارا ربّ وہ اللہ ہے جس نے ان بلندیوں کو اور زمین کو چھ وقتوں میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش الٰہی پر استوار ہوا اور ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفیع نہیں۔ یہی اللہ تمہارا ربّ ہے۔ سو اس کی عبادت کرو۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرو گے۔

سورۂ رعد آیت نمبر ۳ میں فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ○ اللہ وہ ہے جس نے یہ آسمان بغیر ستونوں کے بلند کئے ہیں۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ وہ بغیر ستونوں کے قائم ہیں۔ پھر وہ عرش پر استوار ہوا اور آفتاب و مہتاب کو مسخر کیا۔ اور ان میں سے ہر ایک معین میعاد تک کے لئے چل رہا ہے۔ ہر امر کی تدبیر کرتا ہے اور اپنی آیات کی تفصیل بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے ربّ کی ملاقات کا یقین کرو۔

سورۂ طٰہٰ آیت نمبر۶،۷ میں فرماتا ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ رحمٰن عرش پر ایسی حالت میں استوار ہوا کہ کہیں کوئی رخنہ نہیں۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے اور وہ بھی جو اس نمدار مٹی میں ہے۔

سورۂ فرقان آیت نمبر۶۰ میں فرماتا ہے: الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ○ وہ جس نے آسمانوں اور زمین اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے چھ اوقات میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش پر استوار ہوا۔ وہ رحمٰن ہے۔ اس کے متعلق ایسے شخص سے پوچھ جو خبیر یعنی رازہائے دروں کا اچھی طرح واقف ہے۔

سورۂ سجدہ آیت نمبر۵ میں فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے مابین کی مخلوقات چھ وقتوں میں پیدا کی۔ پھر وہ عرش پر استوار ہوا اس کے سوا تمہارے لئے کوئی کارساز نہیں اور نہ شفیع۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اس کے بعد فرماتا ہے: يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ (السجدة:٦) آسمان سے زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ امر ایسے وقت میں اس کی طرف عود کرتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، جو تمہاری گنتی کا سال ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ یَوْم کے معنی مطلق وقت کے ہیں۔ اس آیت میں یَوْم کی میعاد ایک ہزار سال بتائی گئی ہے مگر دوسری جگہ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج:۵) یعنی پچاس ہزار سال۔ غرض لفظ یَوْم مطلق وقت پر دلالت کرتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔

سورۂ حدید آیت نمبر۵ میں فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وہی ہے جس نے چھ اوقات میں آسمان اور زمین بنائے پھر وہ عرش پر استوار ہوا۔ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اُس سے پیدا ہوتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو اُس میں اُوپر جاتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو اور اللہ تمہارے اعمال کا خوب بینا ہے۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ (الحديد:٦) اسی کی بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات پر نظر ڈالنے سے عرش کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔ یہ مفہوم بادشاہت، ملوکیت اور قبضۂ قدرت و تصرف سے تعلق رکھتا ہے۔ عرش کے ان معنوں میں اس کے لئے مُلْك، مَلَكُوْت کا لفظ بھی آیا ہے۔ فرماتا ہے: فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (یس:۸۴) سو وہ پاک ذات ہے۔ کوئی نقص اس ذات میں نہیں جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور وہی ہر ایک کا مرجع ہے۔ ان آیات میں زمین و آسمان

کی پیدائش کے بیان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت تسخیر کا ذکر ہے جو ہر شے پر حاوی ہے اور اسی ذکر میں نظام شمسی اور نظام قمری وغیرہ کا ذکر ہے کہ وہ ایک قانون کے ماتحت اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں اس مفہوم کے پیش نظر عرش کا مفہوم سمجھنا آسان ہے۔ عرش کے معنی ہیں تخت شاہی۔ اور اسی نام کے پیش نظر کُرسی کا لفظ بھی آیا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۵۶ میں فرماتا ہے: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○ اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے۔ یعنی اپنی ذات میں زندۂ جاوید ہے اور دوسروں کا سہارا ہے۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں۔ کون ہے جو اُس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے۔ جانتا ہے جو اُن کے سامنے ہو رہا ہے اور جو اُن کے پیچھے ہو چکا ہے۔ اور اس کے علم کا اتنا ہی احاطہ کرتے ہیں جتنا وہ چاہے۔ اس کا علم اور اس کی قدرت آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ ان دونوں کی حفاظت اسے ماندہ نہیں کرتی۔ اور وہ بہت ہی بلند شان والا اور بہت ہی عظمت والا ہے۔

امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۴۸۰۲ کا مفہوم واضح کیا ہے کہ سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام اور اس کی قوت تسخیر اور جاری کردہ قانون کے تابع ہے اور سر بمو اِدھر اُدھر نہیں ہوتا، یہی اس کا سجدہ ہے۔ مذکورہ بالا آیات کے تعلق میں آیت كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ (یٰس:۴۱)[1] قابل توضیح ہے تا عرش پر استویٰ باری تعالیٰ کا مفہوم ذہن نشین ہو۔ اِسْتَوٰی کے معنی ہموار ہونا، برابر ہونا، ایسی سطح پر ہونا جو بالکل صاف ہو اور اس میں کسی قسم کا نشیب و فراز نہ ہو۔ جو قانون بڑی سے بڑی چیز کے لئے جاری کیا گیا ہے وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز پر بھی حاوی ہے اور کائنات عالم کا ایک حصہ دوسرے حصے کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔ مثلاً یہی قانون کہ ہر شے اپنے اپنے دائرے میں آسانی کے ساتھ حرکت کر رہی ہے۔ ہر شے کے لئے ایک محور اور مدار و منطقہ معین ہے جس میں وہ ایک نظام کے ماتحت گردش کر رہی ہے۔ انسان کے علم نے جوں جوں ترقی کی ہے یہ قانون ہر شے سے متعلق زیادہ سے زیادہ آشکار ہوتا چلا جا رہا ہے۔ انسان کو کچھ عرصے سے نظریہ ذری (Atomic Theory اٹامک تھیوری) کا علم ہوا اور اس نے مشاہدہ و تجربہ سے معلوم کیا کہ نشوونما کرنے والی نباتاتی اور حیوانی مخلوقات کا وجود ایسے ذرے سے ترکیب پاتا ہے جس کا نام مالیکیول (Molecule) رکھا گیا۔ ایک ایک مالیکیول بہت سے (Cells) خلیات سے ترکیب پاتا ہے اور اس میں بے پناہ قوت پنہاں ہے۔ اور آج ہمارے زمانے میں ایک پاکستانی عالم ماہر علم طبیعات پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام نے تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ یورپ کو دنگ کر دیا ہے اور اس سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ انہوں نے ہر مالیکیول کے اندر دکھا دیا ہے کہ فلکی نظام کی طرح اس کے اندر بھی ایک

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "سب کے سب (اپنے اپنے) مدار پر رواں دواں ہیں۔"

نظام جاری و ساری ہے، جو اسی قانون کے تحت کار فرما ہے جس کے تحت فلکی نظام۔ یہ مفہوم ہے آیت کا کہ ہر شے ایک ہی خالق کی پیدا کردہ ہے۔ اور اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ تمام مخلوقات ایک ہی قسم کے نظام اور قانون سے مسخر و منضبط ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عَرْش و کُرْسِیّ کی وضاحت سادہ الفاظ میں بیان فرمائی ہے جو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ متمثل اور ممثل بہ میں مماثلت کی بعض باتیں مشترکہ ہوتی ہیں ورنہ مماثلت قائم نہیں رہ سکتی۔ تخت شاہی اور کرسئ حکومت سے جو مماثلت الٰہی مملکت کو دی گئی ہے آپؑ نے اس کی وضاحت تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۷۹ پر کی ہے۔ اس میں سورۂ حدید کی محولہ بالا آیت کی شرح ان الفاظ میں فرمائی ہے:

> ”خدا وہ ہے جس نے تمام زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر اُس نے استوا کیا۔ یعنی کل مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر کے پھر صفاتِ عدل اور رحم کو ظہور میں لانے لگا۔ خدا کا اُلوہیت کے تخت پر بیٹھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کے بنانے کے بعد ہر ایک مخلوق سے بمقتضائے عدل اور رحم اور سیاست کارروائی شروع کی۔ یہ محاورہ اس سے لیا گیا ہے کہ جب کل اہل مقدمہ اور ارکان دولت اور لشکر باشوکت حاضر ہو جاتے ہیں اور کچہری گرم ہو جاتی ہے اور ہر ایک حق دار اپنے حق کو عدل شاہی سے مانگتا ہے اور عظمت اور جبروت کے تمام سامان مہیا ہو جاتے ہیں۔ تب بادشاہ سب کے بعد آتا ہے اور تخت عدالت کو اپنے وجود باجود سے زینت بخشتا ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ حاشیہ صفحہ ۲۷۹)

امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۴۸۰۲، ۴۸۰۳ بلاوجہ مذکورہ بالا آیت کے تحت نہیں رکھی۔ اس غلط فہمی سے بچانا مقصود ہے تا لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ آفتاب ہماری طرح ہی دو زانو ہو کر عرش کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔

سورۂ رعد آیت نمبر ۳ کے تعلق میں یہ امر نظر انداز نہیں ہونا چاہیئے کہ ربّ کی ملاقات سے ایسی ملاقات مراد نہیں جو عام مفہوم میں سمجھی جاتی ہے۔ بلکہ یہ ملاقات اس حقیقت پر مبنی ہے جس کا ذکر صحف قدیمہ کی کتاب پیدائش میں بار بار کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مانند پیدا کیا ہے اور قرآن مجید میں اس پیدائش کو نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (الحجر: ۳۰) فرمایا ہے۔ یعنی یہ کہ میں نے اپنی روح اس میں پھونکی۔ یعنی انسان صفات الٰہی کا مظہر بنایا گیا۔ اور یہ صفات دو طرح سے انسان میں اپنے کمال کو پہنچ رہی ہیں۔ ایک روحانی طریق سے جو انبیاء علیہم السلام کا طریق ہے اور دوسرا کائنات عالم اور اس کی پنہاں قوتوں کے مطالعہ سے۔ چنانچہ فرماتا ہے: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ○ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ○ (الاعلیٰ: ۲-۴) یعنی اپنے ربّ اعلیٰ کی تسبیح کر اور اسے ہر

نقص و عیب سے پاک جان اور اس کا اظہار کر۔ وہ ذات جس نے مخلوق پیدا کی، انہیں ایک سطح پر یکسار کیا اور جس نے ہر مخلوق میں قوتیں اور خاصیتیں پنہاں رکھیں اور انسان کی ان کی طرف رہنمائی کی۔ اس آیت میں اسْتَوٰی کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تمام مخلوقات کی آپس میں پوری پوری مطابقت اور موافقت ہے اور انہیں ایک سطح پر استوار کیا گیا ہے اور ان میں کوئی رخنہ نہیں اور ہر مخلوق میں جو خواص رکھے گئے ہیں انسان کو ان کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اس کی موٹی مثال جو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے لسوڑے کی ہے۔ اس کے پھل سے فائدہ اٹھانے کے لئے اچار تیار کیا جاتا ہے۔ لسوڑوں کے چھلکے اُتار کر انہیں اُبالا جاتا ہے، خشک کیا جاتا ہے اور مسالا اور تیل ڈال کر کھانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ وہ ربانی رہنمائی ہے جو انسان کی فطرت کو عطا کی گئی ہے۔ اسی پر قیاس کیا جائے سقمونیا، سنکھیا اور کونین وغیرہ ادویات کا۔ کس طرح مشاہدات اور تجربات کی بنا پر ان چیزوں کے خواص معلوم کئے گئے اور قیمتی فوائد ان سے حاصل کئے جارہے ہیں۔ یہ مثال ہے جس سے خَلَقَ فَسَوّٰی اور قَدَّرَ فَهَدٰی کی شرح واضح ہوتی ہے اور یہ تفسیر ہے اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ کی۔ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ لقاء ربانی کی وہ شرح ہوتی ہے جس کا اوپر نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں ذکر کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے ایک ایک لفظ سے آیات کے انہی عظیم الشان معانی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ بلاوجہ ان آیات کا ذکر نہیں کیا گیا۔

☆☆☆

۳۷۔ سُورَةُ الصّٰفّٰت

وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ○ (سبا:٥٤) مِنْ كُلِّ مَكَانٍ. وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○ دُحُوْرًا (الصّٰفّٰت:٩، ١٠) يُرْمَوْنَ. وَاصِبٌ (الصّٰفّٰت:١٠) دَائِمٌ. لَازِبٌ (الصّٰفّٰت:١٢) لَازِمٌ. تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ (الصّٰفّٰت:٢٩) يَعْنِي الْحَقَّ، الْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيَاطِيْنِ. غَوْلٌ (الصّٰفّٰت:٤٨) وَجَعُ بَطْنٍ يُنْزَفُوْنَ (الصّٰفّٰت:٤٨) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ. قَرِيْنٌ (الصّٰفّٰت:٥٢) شَيْطَانٌ. يُهْرَعُوْنَ (الصّٰفّٰت:٧١) كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ. يَزِفُّوْنَ (الصّٰفّٰت:٩٥) النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ. وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (الصّٰفّٰت:١٥٩) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ. وَقَالَ اللهُ تَعَالَى: وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ (الصّٰفّٰت:١٥٩) سَيُحْضَرُوْنَ لِلْحِسَابِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (الصّٰفّٰت:١٦٦) الْمَلَائِكَةُ. صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (الصّٰفّٰت:٢٤) سَوَاءِ الْجَحِيمِ وَوَسَطِ الْجَحِيمِ. لَشَوْبًا

اور مجاہدؒ نے کہا: وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سے مراد یہ ہے کہ ہر طرف سے (یعنی دُور ہی سے وہ تکیں لگاتے ہیں۔) اور يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ سے مراد ہے کہ ہر طرف سے اُن کو پتھراؤ کیا جاتا ہے، اس حال میں کہ وہ دھتکارے ہوئے ہیں۔ وَاصِبٌ کے معنی ہیں ہمیشہ۔ لَازِبٌ کے معنی ہیں چمٹ جانے والا۔ تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ سے مراد یہ ہے کہ کافر شیطانوں سے کہیں گے کہ تم (بظاہر) حق بات (کے بہانے) سے ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ غَوْلٌ کے معنی ہیں پیٹ کا درد۔ يُنْزَفُوْنَ یعنی ان کی عقلیں زائل نہ ہوں گی۔ قَرِيْنٌ سے مراد شیطان ہے۔ يُهْرَعُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ بھاگے آئیں گے۔ یعنی تیزی سے چلتے ہوئے آئیں گے۔ يَزِفُّوْنَ کے معنی ہیں کہ نزدیک نزدیک پاؤں رکھ کر دوڑیں گے۔ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا سے مراد یہ ہے کہ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنوں کے بڑے بڑے سرداروں کی بیٹیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ... یعنی جنوں کو بھی بخوبی علم ہو چکا ہے کہ وہ جواب دہی کے لئے حاضر کئے جائیں گے۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ سے مراد ملائکہ ہیں (جو صف بستہ کھڑے ہیں۔) صِرَاطِ الْجَحِيْمِ،

(الصّٰفّٰت:۶۸) يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيمِ. مَدْحُورًا (بنی اسرائیل:۱۹) مَطْرُودًا. بَيْضٌ مَّكْنُونٌ (الصّٰفّٰت:۵۰) اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ. وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (الصّٰفّٰت:۷۹) يُذْكَرُ بِخَيْرٍ. يَسْتَسْخِرُوْنَ (الصّٰفّٰت:۱۵) يَسْخَرُوْنَ. بَعْلًا (الصّٰفّٰت:۱۲۶) رَبًّا. الْاَسْبَابَ (ص:۱۱) السَّمَاءُ.

سَوَاءِ الْجَحِيمِ اور وَسَطِ الْجَحِيمِ کے ایک ہی معنی ہیں (یعنی جہنم کے عین درمیان) لَشَوْبًا کے معنی ہیں کہ ان کے کھانے میں گرم پانی ملایا جائے گا۔ مَدْحُورًا یعنی دھتکارا ہوا۔ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ کے معنی ہیں پوشیدہ موتی۔ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ (یعنی ہم نے اس کو بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا) اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔ يَسْتَسْخِرُوْنَ یعنی وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ بَعْلًا کے معنی ہیں ربّ۔ الْاَسْبَابَ کے معنی ہیں آسمان۔

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ○ (الصّٰفّٰت:۹،۱۰) یہ سرکش شیطان ملاء اعلیٰ کی بات نہیں سنتے خواہ وہ کتنی ہی کوشش کریں۔ اور ہر طرف سے دُور ہی سے بُری طرح دھتکارے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے مستقل دائمی سزا ہے۔ لَازِب کے معنی ہیں لازم، جو دائمی ہو اور ہٹنے والا نہ ہو۔ علامہ ابن حجرؒ نے نابغہ ذبیانی کا یہ قول نقل کیا ہے: وَلَا يَحْسَبُوْنَ الشَّرَّ ضَرْبَةَ لَازِبٍ یعنی وہ شر کو ایسا صدمہ نہیں سمجھتے جو دور ہونے والا نہ ہو۔ مجاہدؒ نے يُقْذَفُوْنَ کے معنی يُرْمَوْنَ کئے ہیں۔ یعنی انہیں خوب مار ماری جائے گی اور ایسی سزا ملے گی کہ وہ ہٹانے سے ہٹے گی نہیں۔ کتاب احادیث الانبیاء باب اکی شرح میں لَازِب کا مفہوم بمعنی لَازِم ابو عبیدہ سے گزر چکا ہے۔

يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ کے معنی ہیں کہ وہ گپیں ہانکتے ہیں، اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ محمد ﷺ جادوگر ہے، کبھی اسے کاہن بتلاتے ہیں اور کبھی شاعر۔ لَازِب کے معنی لَازِم بتائے گئے ہیں۔ فرماتا ہے: فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ○ (الصّٰفّٰت:۱۲) ان سے پوچھ کیا پیدائش کے لحاظ سے ان کی پیدائش مشکل ہے یا وہ آسمانی پیدائش جو ہم نے پیدا کی ہے۔ ہم نے ان کو ایسی مٹی سے پیدا کیا ہے جو چپکنے والی ہے۔ یعنی طینی خلقت بلحاظ ظاہر و باطن ان کی فطرت کا خاصہ ہے جو اُن سے دور نہیں ہو سکتا۔

تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ اس آیت میں آیا ہے: قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ○ (الصّٰفّٰت:۲۹) کفار نے شیطانوں سے کہا کہ تم ہمارے پاس حق بات کی تائید کرتے ہوئے آیا کرتے تھے۔ یعنی تمہارا پیرایۂ بیان ایسا ہوتا تھا جیسا کہ تم حق کی تائید کر رہے ہو۔ لیکن اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ فریب دہی تھی۔ آیت کا یہ مفہوم فریابی نے مجاہدؒ سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۸۹) اور شیطانوں سے مراد شَيَاطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ جنّ و انس

میں سے طاغوتی لوگ ہیں جو حد سے بڑھنے والے اور حق کی مخالفت کرنے والے بڑے لوگ ہیں۔ خواہ وہ اپنے آپ کو علماء سمجھیں یا امیر زادے اور دنیا کے کرتا دھرتا۔

فرماتا ہے: بَيۡضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيۡنَ ○ لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ وَّلَا هُمۡ عَنۡهَا يُنۡزَفُوۡنَ ○ (الصّٰٓفّٰت: ۴۸،۴۷) اُن کے پاس ایسے چشمے کے آب خورے لائے جائیں گے جو سفید رنگ شراب سے بھرے ہوئے ہوں گے اور پینے والوں کے لئے لذیذ۔ نہ ان سے سر درد ہو گا اور نہ ان کی وجہ سے وہ عقل کھو بیٹھیں گے۔ یعنی دنیوی شرابوں جیسی شراب نہ ہو گی۔

قَرِيۡنٌ کے لفظی معنی ساتھی، ہمجولی کے ہیں۔ لیکن یہاں مراد شیطان ہے۔ یہی مفہوم فریابی نے مجاہدؒ سے موصولاً نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۰)

يُهۡرَعُوۡنَ یعنی وہ بھاگے آئیں گے، تیزی سے چلتے ہوئے آئیں گے۔ فرماتا ہے: اِنَّهُمۡ اَلۡفَوۡا اٰبَآءَهُمۡ ضَآلِّيۡنَ ○ فَهُمۡ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ يُهۡرَعُوۡنَ ○ (الصّٰٓفّٰت: ۷۰، ۷۱) انہوں نے اپنے باپ دادوں کو صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا پایا۔ سو وہ انہی کے نقش قدم پر چلے جا رہے ہیں۔ یعنی بے ساختہ رواں دواں چلے جا رہے ہیں، بغیر کسی تکلف کے۔ یعنی ایک عادت ہو چکی ہے، سوچ بچار کی عادت کھو بیٹھے ہیں۔ يُهۡرَعُوۡنَ کا وہی مفہوم ہے جو لفظ يَزِفُّوۡنَ کا۔ اِهۡرَاعٌ وہی چال ہے جسے عربی میں وَزِيۡف بمعنی نَسَلَان کہتے ہیں۔ یعنی وہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے جلدی سے آئیں گے۔ یہ مفہوم عبد اللہ بن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے نقل کیا ہے۔

بَيۡنَ الۡجِنَّةِ نَسَبًا سے یہ آیت مراد ہے: وَ جَعَلُوۡا بَيۡنَهٗ وَ بَيۡنَ الۡجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَ لَقَدۡ عَلِمَتِ الۡجِنَّةُ اِنَّهُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ○ (الصّٰٓفّٰت: ۱۵۹) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ تجویز کیا ہے۔ حالانکہ اُن جنوں کو خوب علم ہے کہ وہ محاسبہ کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ○ (الصّٰٓفّٰت: ۱۶۰) اللہ کی ذات پاک ہے ان سب باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ قریش کا ملائکہ کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ملائکہ کی مائیں سردارانِ جن کی بیٹیاں ہیں۔ یہ خرافات سب ان کے دل و دماغ سے نکالی گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ایسے سرجن کام کیا جو انسان کے جسم میں آپریشن کر کے رگ وریشہ کو درست کرتا ہے۔ مشرک اقوام کے اس قسم کے عقیدے قریش میں بھی سرایت کئے ہوئے تھے۔ مذکورہ بالا آیت میں اسی اصلاح کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ابنیت کے عقیدے کا ردّ ہے۔ قریش سے ایک موٹی بات پوچھنے کے لئے فرمایا گیا ہے: فَاسۡتَفۡتِهِمۡ اَلِرَبِّكَ الۡبَنَاتُ وَ لَهُمُ الۡبَنُوۡنَ ○ اَمۡ خَلَقۡنَا الۡمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمۡ شٰهِدُوۡنَ ○ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ مِّنۡ اِفۡكِهِمۡ لَيَقُوۡلُوۡنَ ○ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ○[1] (الصّٰٓفّٰت: ۱۵۰ تا ۱۵۳) اسی تسلسل میں مابعد کا مضمون ہے۔

---

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "پس تُو اُن سے پوچھ کیا تیرے ربّ کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں؟ یا پھر ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور وہ اس پر گواہ ہیں؟ خبردار! وہ یقیناً اپنی طرف سے افترا کرتے ہوئے (یہ) کہتے ہیں (کہ) اللہ نے بیٹا پیدا کیا ہے۔ اور بلاشبہ یہ ضرور جھوٹے لوگ ہیں۔"

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ یعنی یہ قول حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ملائکۃ اللہ کا ہے کہ ہم سب خدا تعالیٰ کے سامنے صف بستہ اس کے حکم کے انتظار میں ہیں۔ نمازوں میں ہماری صف بستگی میں یہی مفہوم اطاعت شعاری کا مضمر ہے۔ یعنی حکم ملتے ہی اس کی تعمیل کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اور یہ مستعدی اور حاضر باشی ملائکہ کی شان رکھتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کتاب بدء الخلق (باب ۶) میں گزر چکا ہے۔

سَوَآءِ الْجَحِيْمِ یعنی جہنم کے عین وسط میں۔ فرماتا ہے: قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ○ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ○ (الصّٰٓفّٰت: ۵۵، ۵۶) انہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جو حیاتِ آخرت کے منکر کا حال جھانک کر دیکھے؟ اس نے جھانک کر دیکھا تو اُسے جہنم کے عین وسط میں دیکھا۔

لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ: اس سے یہ آیت مراد ہے: ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ○ (الصّٰٓفّٰت: ۶۸) اور اس کے علاوہ انہیں تیز اُبلتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ اس سے پہلے فرماتا ہے کہ جہنمیوں کا کھانا تھوہر جیسے درختوں کے پھل ہوں گے جن کی جڑیں جہنم میں ہیں اور پتے جیسے سانپوں کے سر ہوں۔ وہ انہی کا پھل کھائیں گے اور پیٹ بھریں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کی اس کڑوی خوراک پر ڈالا جائے گا۔ (الصّٰٓفّٰت: ۶۳ تا ۶۸) یہ ایک تشبیہ ہے جس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں کی ہے:

> ”تم بتلاؤ کہ بہشت کے باغ اچھے ہیں یا زقوم کا درخت۔ جو ظالموں کے لئے ایک بلا ہے۔ وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑھ میں سے نکلتا ہے یعنی تکبر اور خود بینی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی دوزخ کی جڑھ ہے۔ اس کا شگوفہ ایسا ہے جیسا کہ شیطان کا سر۔ شیطان کے معنے ہیں ہلاک ہونے والا۔ یہ لفظ شیط سے نکلا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ زقوم کا درخت ان دوزخیوں کا کھانا ہے جو عمداً گناہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ کھانا ایسا ہے جیسا کہ تانبا گلا ہوا، کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارنے والا۔ پھر دوزخی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اس درخت کو چکھ، تُو عزّت والا اور بزرگ ہے۔ یہ کلام نہایت غضب کا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تو تکبر نہ کرتا اور اپنی بزرگی اور عزّت کا پاس کر کے حق سے منہ نہ پھیرتا تو آج یہ تلخیاں تجھے اٹھانی نہ پڑتیں۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۲)

دوسرے شارحین نے بھی اس بیان کو تشبیہ و تمثیل پر ہی محمول کیا ہے۔

مَدْحُوْرًا یعنی دھتکارا ہوا۔ فرماتا ہے: وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ○

(الصّٰفّٰت:۹، ۱۰) وہ ہر طرف سے دُور ہٹائے جاتے ہیں اور انہیں مستقل سزا ملتی ہے۔ لفظ مَدْحُوْرًا (بنی اسرائیل:۱۹) کے معنی جو یہاں مَطْرُوْدًا بتائے گئے ہیں بعض شارحین کے نزدیک سورۂ بنی اسرائیل کے اس لفظ سے سورۂ صّٰفّٰت کی مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۰) مَدْحُوْرًا سے مراد سورۂ بنی اسرائیل کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ (بنی اسرائیل:۱۹) ہے۔ یعنی جو اِس دنیا کا خواہاں ہو ہم اُسے اسی دنیا میں جلدی سے عطا کر دیتے ہیں جتنا ہم چاہیں جس کے لئے ہم ارادہ کریں۔ پھر جہنم کی سزا ہوتی ہے جس میں بطور ملزم داخل ہوتا ہے اور اس میں دھتکارا جاتا ہے۔ دونوں آیتوں کا سیاق بالکل الگ ہے اور اس بارے میں شارحین کا خیال درست نہیں۔ کیونکہ سورۂ صّٰفّٰت کا سیاق کلام یہ ہے کہ آسمانی نظام کی زینت روشن ستارے ہیں جنہیں ہر شیطان سرکش سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے۔ اگر کوشش بھی کریں تو انہیں اُن باتوں سے دُور رکھا جاتا ہے۔

بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ یعنی محفوظ موتی۔ ہر شے جو محفوظ رکھی جائے وہ مکنون ہوتی ہے۔ ایسے ہی جو بات دل میں چھپائی جائے وہ بھی مکنون ہے بمعنی مَصُوْنٌ۔ اس سے یہ آیت مراد ہے: وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ○ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ○ (الصّٰفّٰت:۴۹، ۵۰) اور ان کے پاس خوبصورت بڑی آنکھوں والی باحیا عورتیں ہوں گی۔ شرم وحیا کی وجہ سے آنکھیں نیچے رکھیں گی، جیسے کہ وہ عورتیں خوبصورت سفید انڈے ہیں جو ڈھکے ہوئے ہیں۔ (جیسے شترمرغ کے)

وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ یعنی پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رہے گا۔ پوری آیات یہ ہیں: وَ جَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ○ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۷۸ تا ۸۱) اور ہم نے صرف اسی کی ذریت باقی رکھی اور پیچھے آنے والی قوموں میں اس کا ذکر خیر ہم نے رہنے دیا۔ جہان کی تمام قوموں میں نوح پر سلامتی ہو۔ ہم محسنوں (اعلیٰ درجہ کے نیکوکاروں) کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ ہزار سال کا عرصہ شمار کیا گیا ہے۔

الْاَسْبَاب یعنی آسمان۔ علامہ طبریؒ نے یہ معنی بسند علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۰) سورۂ ص آیت نمبر۱۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ○ کیا آسمانوں اور زمین اور جو اُن دونوں کے درمیان مخلوقات ہیں وہاں کی بادشاہت اُن کی ہے؟ تو پھر چاہیے کسی ذریعہ سے آسمان پر چڑھ جائیں۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ○ (ص:۱۲) قبائل کے جتھوں کا ایک غیر منظم لشکر ہے جو شکست کھائے گا۔ (اس میں غزوۂ احزاب کی پیشگوئی ہے جو آسمانی خبر پر مبنی ہے) اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ حقیقت میں انسانوں کی بادشاہت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔

بَعْلًا یعنی پروردگار، مالک۔ یہ لقب سورج دیوتا کا تھا جس کے بُت اور مورتیاں جگہ جگہ پوجنے کے لئے رکھے گئے تھے۔ کلدانی اور بابلی سورج پرست تھے اور صرف سورج دیوتا کے لئے اولادوں کی قربانی چڑھائی جاتی اور نذرانے

گزارے جاتے۔ سورۂ صٰفّٰت میں اس پرستش کا ردّ مقصود ہے۔ عرب، ہندوستان وغیرہ ایشیائی ممالک میں سورج کو دیوتا مانا جارہا تھا، جس کی بدولت زمین اُگاتی اور آسمان برساتے اور انسان کے لئے طرح طرح کی غذائیں پیدا ہوتیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اس ہمہ گیر شرک کے استیصال کا آغاز ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کا خاتمہ ہوا۔ سورۂ صٰفّٰت آیت نمبر ۱۰۸ میں فرماتا ہے: وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○ اور ہم نے اسماعیلؑ کا فدیہ ایک بہت بڑی قربانی کے ذریعہ سے دیا۔ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○[1] (الصّٰٓفّٰت:۱۰۹،۱۱۰) ان آیات سے ظاہر ہے کہ اسلامی قربانی جو ہر سال عید قربان کے موقع پر کی جاتی ہے وہ اسی مبارک آزمائش کی یاد ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا امتحان ہوا اور یہ سب اس میں کامیاب ہوئے۔ سورۂ صٰفّٰت کا یہی اہم مضمون ہے جسے امام بخاریؒ نے متعلقہ آیات کے حوالے سے نمایاں کیا ہے۔

يَسْخَرُوْنَ اور يَسْتَسْخِرُوْنَ کا ایک ہی مفہوم ہے یعنی ہنسی مذاق کرتے ہیں۔ فرماتا ہے: بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ○ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ○ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ○ وَ قَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (الصّٰٓفّٰت:۱۳تا۱۶) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تو اُن کی باتوں سے متعجب ہے اور وہ تیری باتیں حقیر سمجھتے ہیں۔ جب انہیں نصیحت کی جائے تو نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشان دیکھیں تو ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو کھلا کھلا جادو یعنی فریب ہے۔ (کہ مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے) صرف دنیا ہی کی زندگی ہے۔

باب ۱: وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصّٰٓفّٰت:۱۴۰)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) اور یُونس یقیناً مرسلوں میں سے تھا

٤٨٠٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِنِ ابْنِ مَتَّى.

أطرافه: ٣٤١٢، ٤٦٠٣۔

۴۸۰۴: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کے لئے مناسب نہیں کہ (کہے کہ) وہ (یونس) بن متّٰی سے بہتر ہے۔

[1] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: "اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔"

۴۸۰۵ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ.

۴۸۰۵: ابراہیم بن منذر (حزامی) نے مجھے بتایا کہ محمد بن فُلَیح نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ (فُلَیح بن سلیمان) نے مجھ سے بیان کیا کہ ہلال بن علی سے روایت ہے جو بنو عامر بن لؤی میں سے تھے۔ (انہوں نے کہا) کہ عطا بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (انہوں نے کہا:) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے یہ کہا کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں اُس نے یقیناً جھوٹ کہا۔

أطرافه: ۳۴۱۵، ۳۴۱۶، ۴۶۰۴، ۴۶۳۱۔

تشریح: وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ: اور یقیناً یونس مرسلین میں سے تھا۔ متعلقہ آیات یہ ہیں: اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۴۱-۱۴۳) جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف خلاف حکم گیا اور قرعہ اندازی میں شریک ہوا۔ اور وہ اُن لوگوں میں سے تھا جنہیں پھینکا جانا تھا۔ اور وہیل مچھلی نے اُسے نگل لیا بحالیکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہا تھا۔ حضرت یونسؑ کا واقعہ صحف بنی اسرائیل کی کتاب یوناہ کے چار ابواب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ جو یوں شروع ہوتی ہے کہ

> ”خداوند کا کلام یوناہ بن امتّی پر نازل ہوا کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نینوہ کو جا اور اس کے خلاف منادی کر۔ کیونکہ اُن کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے۔ لیکن یُوناہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو بھاگا اور یافا میں پہنچا۔“ (یوناہ باب ۱: ۱-۳)

اس خلاف ورزی کے پیش نظر لفظ اَبَقَ آیا ہے۔ اَبُوْق کے معنی ہیں غلام کا اپنے آقا سے بھاگ جانا۔ ان روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آپؐ کو حضرت یونسؑ پر فضیلت دی جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ چونکہ کفار قریش نے مجھے سخت دکھ دیئے ہیں اور میری نافرمانی کی ہے اس لئے ضرور وہ تباہ کر دیئے جائیں گے۔ حضرت یونسؑ کی قوم نے بھی اُن کی دعوت قبول نہیں کی۔ لیکن آخر اُسے توبہ کی توفیق ملی اور نینوہ شہر کے مرد و زن چھوٹوں اور بڑوں نے ٹاٹ پہن کر گریہ وزاری کی اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اُن سے ٹل گیا۔ یوناہ کے چوتھے باب میں ہے کہ حضرت یونسؑ نے خداوند سے یوں دعا کی کہ

”اے خداوند! جب میں اپنے وطن ہی میں تھا اور ترسیس کو بھاگنے والا تھا تو کیا میں نے یہی نہ کہا تھا؟ میں جانتا تھا کہ تُو رحیم و کریم خدا ہے جو قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے۔“ (یوناہ باب ۴:۲)

لکھا ہے کہ یوناہ شہر چھوڑ کر باہر مشرق کی طرف نکل گئے اور ایک جگہ چھپّر بنا کر اس میں بیٹھے اور وہاں اپنے لئے ایک کدو کی بیل لگائی۔ وہ بڑھی اور پھیلی۔ اُس نے اُن پر سایہ کیا۔ اور ایک کیڑا اُس بیل کو کاٹنے لگا جس سے وہ سوکھ گئی اور حضرت یونسؑ کو رنج ہوا۔

”تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اِس بیل کا اتنا خیال ہے جس کے لئے تو نے نہ کچھ محنت کی اور نہ اُسے اُگایا۔ جو ایک ہی رات میں اُگی اور ایک ہی رات میں سُوکھ گئی۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوہ کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ایسے ہیں جو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ اور بے شمار مویشی ہیں۔“ (یوناہ باب ۴:۱۰،۱۱)

یعنی اپنے بُرے بھلے کی تمیز نہیں کر سکتے۔

اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی اختصار سے ہے۔ فرماتا ہے: وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ○ (الصّٰفّٰت:۱۴۷) اور ہم نے اس کے پہلو میں کدو کی بیل اگائی۔ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت:۱۴۸) اور ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ آگے فرمایا: فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ○ (الصّٰفّٰت:۱۴۹) سو وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک عرصے کے لئے انہیں فائدہ پہنچایا۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے اس خیال کا ازالہ فرمایا ہے کہ کفار مکہ جنہوں نے بڑے بڑے ظلم کئے ان پر اللہ تعالیٰ رحم نہیں فرمائے گا۔ اور اس میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ جس طرح ربّ العالمین اپنی مخلوق کے لئے رحیم و کریم ہے اسی طرح اس کے رسول بھی رحیم و کریم ہوتے ہیں۔ وہ کسی کی ہلاکت پسند نہیں کرتے۔ بلکہ انہیں دکھ ہوتا ہے۔ انذار سے صرف تنبیہ مقصود ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو زلزلوں کی پیشگوئی بحکم الٰہی بیان فرمائی ہے اس سے بھی خوابیدہ فطرتوں کو بیدار کرنا مدنظر ہے۔ آپؑ ایک فارسی نظم میں فرماتے ہیں:

از زلازل جُنبشے دِہ فطرتِ اغیار را تا مگر آیند ترساں سوئے آں ایوانِ تو

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۹۲)

یعنی زلزلوں سے ناشناساؤں کی فطرت کو تحریک فرما۔ شائد اس سے خوف کھا کر تیرے دربار کی طرف رُخ کریں۔

☆☆☆

۳۸- سُورَۃُ صٓ

{باب ۱[1]}

٤٨٠٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ فِي صٓ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الأنعام:٩١) وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ فِيهَا.

۴۸۰۶: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ غندر نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ عوام (بن حوشب) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے مجاہدؒ سے اس سجدے کی نسبت پوچھا جو سورۂ صٓ میں ہے تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا: أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ... یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ راست پر چلایا۔ اس لئے انہی کے راستہ کی تُو بھی پیروی کر۔ اور حضرت ابن عباسؓ اس (آیت کی تلاوت) میں سجدہ کیا کرتے تھے۔

أطرافه: ١٠٦٩، ٣٤٢١، ٣٤٢٢، ٤٦٣٢، ٤٨٠٧۔

٤٨٠٧: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنِ الْعَوَّامِ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ ص فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَّ؟ فَقَالَ أَوَ مَا تَقْرَأُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ (الأنعام:٨٥) أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الأنعام:٩١) فَكَانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ

۴۸۰۷: محمد بن عبد اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ محمد بن عبید طنافسی نے ہمیں بتایا۔ عوام سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے مجاہد سے سجدۂ ص کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا تھا کہ آپؓ کہاں سجدہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ آپ یہ آیت نہیں پڑھتے؟ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ ...یعنی داؤد اور سلیمان بھی اس کی ذریت میں سے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے راہ راست پر چلایا۔ اس لئے تو بھی انہی کے راستہ

[1] یہ عنوانِ باب التوضیح لشرح الجامع الصحیح البخاری کے مطابق ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ ص جزء۲۳ صفحہ ۱۶۵)

نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِ فَسَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَجَدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کی پیروی کر۔ حضرت داؤدؑ بھی ان نبیوں میں سے ہیں جن کی اقتداء کرنے کے لئے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔ پس (سورۂ ص میں حضرت داؤدؑ کے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے کا ذکر ہے) حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہیں سجدہ کیا۔

أطرافه: ۱۰۶۹، ۳۴۲۱، ۳۴۲۲، ۴۶۳۲، ۴۸۰۶۔

عُجَابٌ (ص:٦) عَجِيبٌ. الْقِطُّ الصَّحِيفَةُ وَهُوَ هَاهُنَا صَحِيفَةُ الْحَسَنَاتِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ فِيْ عِزَّةٍ (ص:٣) مُعَازِّينَ. الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ (ص:٨) مِلَّةُ قُرَيْشٍ. الْاخْتِلَاقُ الْكَذِبُ. الْأَسْبَابُ (ص:١١) طُرُقُ السَّمَاءِ فِي أَبْوَابِهَا. جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ (ص:١٢) يَعْنِي قُرَيْشًا. أُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ (ص:١٤) الْقُرُونُ الْمَاضِيَةُ. فَوَاقٍ (ص:١٦) رُجُوعٍ. قِطَّنَا (ص:١٧) عَذَابَنَا. اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا (ص:٦٤) أَحَطْنَا بِهِمْ. اَتْرَابٌ (ص:٥٣) أَمْثَالٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: الْاَيْدِ (ص:١٨) الْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ. الْاَبْصَارُ (ص:٤٤) الْبَصَرُ فِي أَمْرِ اللهِ. حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ (ص:٣٣) مِنْ ذِكْرٍ. طَفِقَ مَسْحًا (ص:٣٤) يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ

عُجَابٌ کے معنی ہیں عجیب۔ اَلْقِطّ کے معنی ہیں صحیفہ اور یہاں یہ نیکیوں کے صحیفہ کے معنی میں ہے۔ اور مجاہد نے کہا: فِیْ عِزَّةٍ کے معنی ہیں تکبر کرنے والے۔ الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ سے مراد قریش کا مذہب ہے۔ الْاِخْتِلَاق کے معنی ہیں جھوٹ۔ الْاَسْبَاب آسمان کے راستے۔ یعنی اس کے دروازے۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ سے مراد قریش ہیں۔ (یعنی وہاں ایک فوج ہے جو شکست دی جائے گی۔) أُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ کے معنی ہیں گزری ہوئی صدیاں۔ فَوَاق کے معنی ہیں لوٹنا۔ قِطَّنَا کے معنی ہیں ہماری سزا۔ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا یعنی ہم نے ان کو گھیر لیا۔ اَتْرَابٌ کے معنی ہیں ہم مرتبہ، ہم نشین۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: الْاَيْد کے معنی ہیں عبادت کرنے کی قوت۔ الْاَبْصَارُ سے مراد ہے اللہ کے کاموں میں غور کرنا۔ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ (میں عَنْ بمعنی مِنْ ہے۔) یعنی (اپنے ربّ کے) ذکر کی وجہ سے۔ طَفِقَ مَسْحًا کے معنی ہیں کہ گھوڑوں کے اُیال اور اُن کی

وَعَرَاقِيبِهَا. الْأَصْفَادِ (صٓ: ۳۹) الْوَثَاقِ. پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ الْأَصْفَادِ کے معنی ہیں بندھن۔

تشریح: أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ: یہ آیت سورۂ انعام سے ہے۔ بظاہر الفاظ سورۂ انعام کی اس آیت نمبر ۹۱ میں سجدہ کرنے کا ذکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت یافتہ لوگوں کی پیروی کرنے کا حکم ہے۔ اور ان معانی کے پیش نظر حضرت ابن عباسؓ سربسجود ہوا کرتے تھے اور اپنے سجود سے حکم کی تعمیل کی طرف اشارہ ہوتا۔ سورۂ انعام کی شرح میں یہ روایت گزر چکی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب سجود القرآن باب ۳۔ روایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ معانی کا خیال کر کے جہاں موقع و محل ہو وہیں انسان سربسجود ہو۔ سورۂ صٓ میں فرماتا ہے: وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ○ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ (صٓ: ۲۵،۲۶) اور داؤد کو یقین ہوا کہ ہم نے صرف اس کی آزمائش کی ہے تو اُس نے اپنے ربّ سے مغفرت طلب کی اور اطاعت کرتے ہوئے اس کے حضور گر گیا اور پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہوا، اس لئے ہم نے اس کی تمام کمزوریوں پر پردہ ڈالا اور اُنہیں دور کیا۔

عُجَابٌ بمعنی عَجِيبٌ۔ فَعِيلٌ فُعَالٌ کے وزن میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اور معنوں میں زیادتی مقصود ہوتی ہے۔ جیسے طَوِيلٌ سے طُوَال یعنی بہت لمبا۔ سَرِيعَةٌ سے بروزن فُعَال سُرَاعَة یعنی بہت تیز۔ امام ابن حجرؒ نے اس تعلق میں شاعر کا یہ مصرعہ نقل کیا ہے: تَعْدُو بِهِ سَلْهَبَةٌ سُرَاعَةٌ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۲) یعنی دراز قد، مضبوط جسم، تیز گام اُونٹنی اُسے تیزی سے لئے جا رہی ہے۔

الْقِطّ کے معنی ہیں کاٹنا۔ پرزۂ کاغذ کو بھی الْقِطّ کہتے ہیں۔ یہ لفظ چیک (Cheque) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی رسید یا ایسی تحریر جو بطور دستاویز کام آئے۔ (اقرب الموارد- قطط)

فِي عِزَّةٍ کے معنی ہیں مُعَازِّينَ۔ یعنی کہ وہ شرارت سے سرکشی کرنے والے ہیں۔ اور علامہ طبریؒ نے قتادہ سے عِزَّة بمعنی حَمِيَّة نقل کیا ہے یعنی قومی پیچ، جنبہ داری۔ اور کسائی نے کہا کہ فِي عِزَّةٍ کی قراءت کے متعلق اختلاف ہے۔ قاری جحدری اور ابو جعفر سے فِي غُرَّةٍ مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۳) غُرَّة کے معنی ہیں غرور، فریب۔ جمہور کی قراءت عِزَّة ہی ہے۔

الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ سے ملت قریش مراد لی گئی ہے۔ یعنی قریش کا مذہب و دین بر خلاف حضرت ابن عباسؓ اور سُدی وغیرہ کے جنہوں نے الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ سے مراد نصرانیت لی ہے۔ یہ قول قتادہ کا ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۳)

الِاخْتِلَاقُ: الْكَذِبُ۔ یعنی جھوٹ، بناوٹ۔

الْأَسْبَابُ: طُرُقُ السَّمَاءِ۔ یعنی آسمان کے راستے، اس کے دروازے۔ فَلْيَرْتَقُوا کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے۔ یعنی پاتال سے آسمان تک ساری طاقتیں جمع کر لو اور اپنے کاہنوں اور مذہبی سرداروں کو بھی لے آؤ۔ سارا زور صرف کرنے کے بعد نتیجہ صفر بلکہ تمہارے لئے نقصان دہ ہوگا۔ ابو عبیدہؒ نے بتایا ہے کہ عرب جب کہیں: ارْتَقَى فُلَانٌ فِي الْأَسْبَابِ تو اِس سے اُن کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ دیندار ہے، اس کا تعلق آسمان سے ہے۔

آیت جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ○ (ص:۱۲) [۱] سے قریش کا لاؤ لشکر مراد ہے۔ یہی مجاہد سے بسند فریابی منقول ہے۔ هُنَالِكَ ظرف مکان نہیں اور نہ ہی کوئی خاص جگہ مقصود ہے۔ بلکہ اسم موصول مَا اور هُنَالِكَ ان کے لوٹنے کے مقام پر دلالت کرتا ہے۔ (فتح الباری، جزء۸ صفحہ ۶۹۳) پیشگوئی کی عظمت کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ یعنی قریش کے جتھے بُری طرح شکست کھائیں گے۔

اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ۔ مجاہد کے نزدیک ان الفاظ سے قرونِ اولیٰ کی قومیں مراد ہیں۔ (فتح الباری، جزء۸ صفحہ ۶۹۳)

فَوَاق کے معنی ہیں رُجُوْع یعنی لوٹنا۔ اور معمر نے قتادہ سے فَوَاق کے معنی مَثْوِيَة یعنی ٹھکانہ نقل کئے ہیں۔ آیت مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ (ص:۱۶) سے مراد یہ ہے کہ اس میں وقفۂ راحت نہیں۔ یہ مفہوم سُدی سے مروی ہے۔ فُوَاق کے معنی ہیں اُونٹنی کے دوہنے کے بعد کا وقفہ۔ لفظ فَوَاق کی قراءت سے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے فُوَاق اور بعض نے فَوَاق پڑھا ہے۔ دونوں تلفظ درست ہیں اور معنوں میں فرق نہیں۔ جیسے قُصَاصُ الشَّعْرِ اور قَصَاص یعنی بالوں کا کترنا۔

قِطَّنَا عَذَابَنَا: قِطَّنَا سے مراد نَصِيْبَنَا مِنَ الْعَذَابِ ہے۔ (فتح الباری جزء۸ صفحہ ۶۹۳) یعنی جو سزا ہمارے نصیبہ میں ہے وہ ہمیں یہیں دے دی جائے۔ جیسا کہ دوسری جگہ کفار کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ (الأنفال:۳۳) اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہی دین تیرے حضور سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہمیں دردناک سزا دے۔

اسماعیل بن ابی خالد کی سند سے علامہ طبریؒ نے قِطَّنَا کے معنی رِزْقَنَا کئے ہیں۔ اور سعید بن جبیر سے اس کے معنی نَصِيْبَنَا مِنَ الْجَنَّةِ مروی ہیں یعنی جنت سے جو ہمیں حصہ ملنا ہے ہمیں یہیں دے دے۔ (فتح الباری، جزء۸ صفحہ ۶۹۳) لیکن پہلا قول زیادہ درست ہے۔ کیونکہ کفار بالعموم انذار پورا ہونے کا ہی مطالبہ کیا کرتے ہیں اور یہ بھی مذاقاً کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کا جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ اسی دنیا میں پورا کر دیا جائے، انتظار میں رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا: اَحَطْنَا بِهِمْ یعنی ہم نے ان کو چاروں طرف سے قابو میں رکھا ہوا ہے۔ اَتْرَابٌ بمعنی اَمْثَالٌ یعنی ہم مرتبہ، ہم نشین۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: الْاَيْدِ کے معنی ہیں الْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ یعنی قدرتِ عبادت۔ الْاَبْصَارُ یعنی بصیرتِ معرفتِ الٰہی۔ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ میں عَنْ بمعنی مِنْ ہے۔ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ یعنی مال و دولت کی محبت اپنے ربّ کے ذکر کی وجہ سے ہے۔ طَفِقَ مَسْحًا: يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا یعنی گھوڑوں کے ایال اور ان کی پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ الْاَصْفَاد کے معنی ہیں بندھن۔

---

[۱] ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ''(یہ بھی) اَحزاب میں سے ایک لشکر (ہے) جو وہاں شکست دیا جانے والا ہے۔''

باب ۲

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (صٓ: ۳۶)

مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔
تو بہت ہی عطا کرنے والا ہے، بخشش کرنے والا ہے۔

٤٨٠٨ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عِفْرِيتًا مِّنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ وَأَرَدْتُّ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (صٓ: ۳۶)، قَالَ رَوْحٌ فَرَدَّهُ خَاسِئًا.

۴۸۰۸: اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ روح (بن عبادہ) اور محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے محمد بن زیاد سے، محمد نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جنوں میں سے ایک گھناؤنی شکل کا دیو کل رات مجھ پر ٹوٹ پڑا، یا کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا کہ مجھے ڈرا کر نماز توڑ دے۔ اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دوں۔ تا کہ جب تم صبح اٹھو، تو تم سب اس کو دیکھو۔ مگر میں نے اپنے بھائی سلیمانؑ کا یہ قول یاد کیا: رَبِّ هَبْ لِيْ... یعنی اے میرے ربّ! مجھے ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔ روح نے کہا: پھر آپؐ نے اس کو دھتکار دیا۔

أطرافه: ٤٦١، ١٢١٠، ٣٢٨٤، ٣٤٢٣۔

باب ۳: وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ (صٓ: ۸۷)

اور میں بناوٹ کرنے والوں سے نہیں

٤٨٠٩ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ

۴۸۰۹: قتیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش

مَّسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَّمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَّقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اَللهُ أَعْلَمُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ○ (صٓ:۸۷) وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخَانِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا قُرَيْشًا إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَبْطَئُوا عَلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُودَ حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ دُخَانًا مِنَ الْجُوعِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (الدخان:۱۱، ۱۲) قَالَ فَدَعَوْا رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ○ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ○ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ○ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا

نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا: اے لوگو! جس کو کچھ علم ہو تو اُس کو کہے۔ اور جس کو نہ ہو تو کہے: اللہ بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی علم کی علامت ہے کہ جو بات انسان نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہے: اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ... تو کہہ کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں سے ہوں۔ اور میں تمہیں دخان کی نسبت بتاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دی۔ انہوں نے آپؐ کی بات ماننے میں دیر کر دی۔ آپؐ نے دعا کی: اے میرے اللہ! ان کے خلاف سات سالوں سے میری مدد فرما، جو یوسفؑ کے سات سالوں کی طرح ہوں۔ چنانچہ ان کو قحط نے آ پکڑا۔ اور اس نے ہر چیز کو فنا کر دیا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے مردار اور چمڑے تک کھائے۔ حالت یہ تھی کہ آدمی اپنے اور آسمان کے درمیان بھوک کی وجہ سے دھواں دیکھتا۔ اللہ عزوجل نے یہ بھی فرمایا تھا: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي... یعنی اس دن کا انتظار کر جس دن آسمان کُھلا کُھلا دُھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ یہ وہی دردناک عذاب ہے۔

اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ○ (الدخان:۱۳- ۱۶) أَفَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَكُشِفَ ثُمَّ عَادُوا فِي كُفْرِهِمْ فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ بَدْرٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى يَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰى ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ○ (الدخان:۱۷)

(حضرت ابن مسعودؓ) کہتے تھے: پھر قریش نے دعا مانگی: اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ عذاب ہٹا۔ ہم ایمان لانے والے ہیں۔ ابھی ان کو نصیحت کہاں۔ حالانکہ ان کے پاس ایسا رسول آچکا ہے جو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ مگر پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے: اسے سکھایا جاتا ہے، مجنون ہے۔ ہم کسی قدر عذاب ہٹانے والے ہیں، تم پھر ویسے کے ویسے ہو جاؤ گے۔ تو کیا پھر قیامت کے دن بھی عذاب ہٹایا جا سکے گا؟ (حضرت ابن مسعودؓ) کہتے تھے: وہ عذاب ہٹایا گیا۔ پھر وہ اپنے کفر میں لوٹ گئے۔ آخر اللہ نے ان کو بدر کے دن پکڑا۔ (یہی تھا جو) اللہ نے فرمایا: يَوۡمَ نَبۡطِشُ... یعنی جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ ہم ضرور سزا دیں گے۔

أطرافه: ۱۰۰۷، ۱۰۲۰، ٤٦٩٣، ٤٧٦٧، ٤٧٧٤، ٤٨٢٠، ٤٨٢١، ٤٨٢٢، ٤٨٢٣، ٤٨٢٤، ٤٨٢٥۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابیات

۞۞۞۞۞۞۞

قرآنِ کریم وتفاسیر

★ تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

★ تفسیر صغیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

★ قرآن کریم: اُردو ترجمہ حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ

☆☆☆

★ مجاز القرآن: أبو عبيدة معمر بن المثنى التيمى البصري (المتوفى: ٢٠٩هـ)

مكتبة الخانجي ـ القاهرة ـ ١٣٨١ هـ

★ جامع البیان للطبری:

محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الآملي، أبو جعفر الطبري (المتوفى ٣١٠ هـ)

دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان ـ الطبعة: الأولى، ١٤٢٢ هـ / ٢٠٠١ء

★ تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم:

محمد بن إدريس بن المنذر التميمى، الحنظلى، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى: ٣٢٧هـ)

مكتبة نزار مصطفى الباز ـ المملكة العربية السعودية ـ الطبعة: الثالثة - ١٤١٩ هـ

★ تفسير الماوردى:

أبو الحسن على بن محمد بن محمد البصري البغدادي الماوردي (المتوفى: ٤٥٠هـ)

الناشر: دار الكتب العلمية ـ بيروت / لبنان

★ المفردات فی غریب القرآن للراغب:

أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهاني (المتوفى: ٥٠٢ هـ)

الناشر: دار القلم، الدار الشامية ـ دمشق بيروت ـ الطبعة: الأولى -١٤١٢ هـ

★ مفاتيح الغيب المسمى بالتفسير الكبير للرازی:

أبو عبد الله محمد بن عمر الملقب بفخر الدين الرازي (المتوفى: ٦٠٦هـ)

دار إحياء التراث العربي – بيروت ـ الطبعة: الثالثة – ١٤٢٠ هـ

کتب لمتون الحدیث

★ **صحیح البخاری:** ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاري(المتوفی۲۵۶ھ)

(۱) فتح الباري: احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی۸۵۲ھ)
مطبوعه دار السلام الرياض۔ الطبعة الاولى –۲۰۰۰ء
المطبعة الأميرية ببولاق بمصر ۱۳۰۱ھ
المطبع الأنصاري دهلی ۱۳۰۵ھ

(۲) صحيح البخاري: مطبوعه قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی– ۱۳۵۷ھ

(۳) عمدۃ القاري: بدرالدين ابومحمد محمود بن احمد العينى (المتوفی۸۵۵ھ)
دارا حياء التراث العربي۔ بيروت لبنان

(۴) صحيح الإمام البخاري مطبوعة عن النسخة اليونينية
مطبوعه دار طوق النجاة۔ الطبعة الأولى ۱٤۲۲ھ

(۵) صحيح البخاري مطبوعه مكتبة الرشد الرياض ۔ الطبعة الثانية۲۰۰٦ء

★ **صحیح مسلم:** مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (المتوفی۲٦۱ھ)
دارالسلام۔ الرياض۔ الطبعة الاولى۔۱۹۹۸ء

★ **المعجم الكبير:** أبو القاسم سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني (المتوفی۳٦۰ھ)
مكتبة العلوم والحكم الموصل۔ الطبعة الثانية ۱۹۸۳ء
مكتبة ابن تيمية القاهرة۔ الطعبة الثانية۔

★ **المستدرك على الصحيحين:** ابو عبد الله الحاكم النيسابوري (المتوفی٤۰۵ھ)
دارالمعرفة بيروت۔لبنان۔ الطبعة الاولى ۱۹۸٦ء

★ **شعب الإيمان:** أحمد بن الحسين بن أبو بكر البيهقی(المتوفی:٤۵۸ ھ)
الناشر: مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض بالتعاون مع الدار السلفية
ببومباي بالهند۔ الطبعة: الأولى، ۱٤۲۳ ھ / ۲۰۰۳ء

★ **مشكاة المصابيح:** محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله،
ولی الدين، التبريزي (المتوفى: ۷٤۱ھ) الناشر: المكتب الإسلامی – بيروت

کتب لشرح الحدیث وعلوم الحدیث

★ **فتح الباری:** احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعه دارالسلام الرياض، الطبعة الاولى –۲۰۰۰ء

★ عمدۃ القاری: بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العينى (المتوفى ۸۵۵ھ)
دار احياء التراث العربي بيروت لبنان

★ التوضيح لشرح الجامع الصحيح:
ابن الملقن عمر بن على بن أحمد الشافعى المصري (المتوفى: ۸۰٤ھ)
دار النوادر، دمشق- سوريا- الطبعة الأولى، ۱٤۲۹ ھ / ۲۰۰۸ء

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

★ براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد ۱۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ آئینہ کمالاتِ اسلام: روحانی خزائن جلد ۵۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ اسلامی اصول کی فلاسفی: روحانی خزائن جلد ۱۰۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ تحفہ گولڑویہ: روحانی خزائن جلد ۱۷۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ رسالہ الوصیت: روحانی خزائن جلد ۲۰۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ چشمۂ مسیحی: روحانی خزائن جلد ۲۰۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ تجلیاتِ الٰہیہ: روحانی خزائن جلد ۲۰۔
Islam International Publications Limited,
Islamabad, Sheephatch Lane, Tilford, Surrey, GU10 2AQ, UK 2009.

★ مجموعہ اشتہارات جلد ۳۔ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ، مطبع ضیاء الاسلام قادیان۔

★ درثمین (اُردو) مع فرہنگ:
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود بانی جماعت احمدیہ کا پُرمعارف اُردو منظوم کلام۔
ناشر: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشن تشکر، طبع اول۔
وائی، آئی پرنٹنگ پریس کراچی۔

کتب السیرة والتاریخ والفقه واللغة

★ **السيرة النبوية لابن هشام:** أبو محمد عبد الملك بن هشام (المتوفى ۲۱۳ھ)
دار الكتاب العربي بيروت۔ الطبعة الثانية۔ ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۵ء

★ **الطبقات الكبرىٰ لابن سعد:** أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء البصري البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى: ۲۳۰ھ)
الناشر: دار الكتب العلمية بيروت۔ الطبعة: الأولى، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰م

☆☆☆

★ **لسان العرب:** محمد بن مكرم بن علی بن احمد جمال الدين ابو الفضل الشهير بابن المنظور
دار إحياء التراث العربي۔ الطبعة الاولىٰ۔ ۱۹۸۸ء

★ **أقرب الموارد فی فصح العربية والشوارد:** سعيد الخوري الشرتوتي اللبناني۔
منشورات مكتبة آية الله العظمى المرعشي النجفی۔ ايران۔ ۱۴۰۳ھ

★ **المعجم الوسيط:** مجمع اللغة العربية بالقاهرة۔
(إبراهيم مصطفى / أحمد الزيات / حامد عبد القادر / محمد النجار) الناشر: دار الدعوة

★ **قاموس الوحید:** علامہ وحید الزمان قاسمی کیرانوی (المتوفی ۱۹۹۵ء)
ادارۂ اسلامیات لاہور۔ اشاعت اوّل ۲۰۰۱ء

★ **اردو لغت:** اردو لغت بورڈ۔ ترقی اردو بورڈ کراچی۔ ایڈیشن اوّل۔ ۱۹۹۲ء

الكتب الأخرىٰ والرسائل

★ **کتاب مقدس:** مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی انار کلی لاہور۔ ۱۹۲۲ء۔

★ **کتاب مقدس:** (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) پاکستان بائبل سوسائٹی۔ انارکلی لاہور۔ ۱۹۶۵ء۔
Printed by: Lowe and Brydone Printers Ltd. London, N.W.10

★ **حجج الكرامة:** نواب محمد صدیق حسن خان۔ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپال۔ ۱۲۰۹ھ

★ **اقتراب الساعة:** نور الحسن خان۔ مطبع مفید عام الکائنۃ فی آگرہ۔ ۱۳۰۱ھ

★ **النجم الثاقب:** مطبع احمدی واقع مغلپورہ پٹنہ ۱۳۱۰ھ۔

★ **احوال الآخرت کلاں:** مولوی محمد دلپذیر عباسی بھیروی، ناشر سیٹھ آدم جی عبد اللہ پبلشرز بمبئی والے نولکھا بازار لاہور، ۱۹۳۷ء۔

★ رسالہ آریہ مسافر لکھنو ۱۳، اکتوبر ۱۹۲۷ء۔

☆☆☆